ناگزیر
محی الدین نواب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ناگزیر

یہ انسانی فطرت ہے کہ اسے کسی چیز کے حصول سے روکا جائے تو وہ ناجائز طریقوں سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک روایت پسند شخص کا قصہ عبرت جسے اپنے خاندانی شجرے پر بہت ناز تھا۔

ایسے بچوں کا شرمناک قصہ جو دنیا کو نامنظور ہوتے ہیں مگر کسی کے لئے ناگزیر بھی ہوتے ہیں۔

جھوٹ، فریب کاری اور رازداری سے انہیں دنیا سے منظور کرایا جاتا ہے۔

ایک مجبور شخص کی کہانی اس کے لئے ایک بیٹا ناگزیر ہو گیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بولنا ضروری نہیں ہے۔ زمانہ قدیم میں آدمی بولتا نہیں تھا۔ تہذیب و تمدن سے پہلے اپنی بات کہنے کے لئے حروف اور الفاظ نہیں تھے۔ منہ میں زبان تھی مگر زبان سے بولنا نہیں آتا تھا۔

میں گالیاں نہیں دینا چاہتی' اس کی ایک ہی صورت ہے کہ میں بے زبان ہو جاؤں۔ عورت تو ویسے بھی اللہ میاں کی گائے ہوتی ہے۔ اس پر قیامت گزر جائے تو بھی زبان سے کچھ نہیں بولتی لیکن مثال دینے سے عورت' گائے نہیں ہو جاتی۔ کبھی اسے بھی غصہ آتا ہے۔ کبھی اس سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ وہ ایسے میں خلافِ تہذیب بہت کچھ بول سکتی ہے اور کر سکتی ہے۔ اس سے پہلے کہ مشتعل ہو کر کچھ کر بیٹھوں' میں نے بے زبانی اختیار کر لی ہے۔

میں نے ایک بار گالیاں سنی تھیں۔ میرے ڈیڈی نصیرالدین ربانی نے کسی کو گالیاں دی تھیں۔ میں دنیا والوں سے کہہ نہیں سکتی تھی کہ میرے باپ نے کیا کہا تھا اور کس کو گالیاں دی تھیں؟ اور کیوں دی تھیں؟ میں کسی سے کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ سچ بولتی تو باپ کی عزت دو کوڑی کی ہو جاتی۔ جھوٹ بولنا مجھے گوارا نہیں تھا اس لئے میں نے خود پر سکتہ طاری کر لیا۔ زمانہ قدیم میں چلی گئی۔ الفاظ سے خالی ہو گئی' ایسی چپ ہوئی جیسے زبان کاٹ کر پھینک دی ہو۔

بے زبانی رحمت ہے' اب میں کبھی نہیں بولوں گی۔

میرے ڈیڈی بہت بڑے بزنس مین تھے۔ انہوں نے بڑا نام اور بڑی دولت کمائی تھی۔ مگر اولاد میں کبھی ایک بیٹا نہیں کمایا۔ ان کے نصیب میں بیٹیاں ہی پیدا ہوتی رہی تھیں۔

میں سب سے بڑی ہوں' میرا نام صدا ربانی ہے۔ مجھ سے چھوٹی کا نام ندا ربانی ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور بھی تین پیدا ہوئیں' لیکن چند روز' چند ہفتے ممی کی گود میں رہ کر گود سونی کر گئیں۔ میں سوچتی ہوں' ایک تو آبادی بے حساب بڑھتی جارہی ہے' اوپر سے بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں تو وہ اوروں کو تو کیا' ماں باپ کو بھی پیاری نہیں لگتیں۔ اچھا ہوا اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

ہم دو بہنیں نصیب سے جی رہی تھیں۔ صرف دو تھیں اس لئے والدین کے لئے پرابلم نہیں تھیں۔ ان کی پرابلم تو ایک ہی خواہش رہی تھی کہ ایک بیٹا ہو جائے۔

بیٹا نہ ہو تو بڑے اندیشے جنم لیتے ہیں۔ میری ممی اندیشوں میں گھری رہتی تھیں۔ ابو انتہا دولت تھی' بے حساب جائیداد تھی۔ یہ سب کچھ ڈاکو لوٹ کر نہ لے جاتے' بیٹیاں سمیٹ کر لے جاتیں کیونکہ بیٹا نہیں تھا اور اندیشہ یہ بھی تھا کہ میرے ڈیڈی بیٹا پیدا کرنے کے لئے کبھی نہ کبھی دوسری شادی کریں گے اور ان پر سوکن لائیں گے۔

سپاہی کو سر پر کفن باندھنے سے اور مرد کو سر پر سہرا سجانے سے کوئی نہیں روک پاتا۔ مگر نگام عورت کے ہاتھ میں ہو تو مرد من مانی کرنے سے باز رہتا ہے۔ میرے ڈیڈی مجبور تھے۔ تمام کاروبار میری ممی کلثوم ربانی کے نام تھا۔ دراصل میرے ڈیڈی شادی سے پہلے میرے نانا جان کی فرم میں منیجر تھے۔ نانا جان کی بھی یہی پرابلم تھی۔ میرے ننھیال میں کبھی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ نانا جان کی وفات کے بعد سب کچھ امی کے نام ہو گیا۔ میرے ڈیڈی بہت پہلے سے ان کا کاروبار سنبھال رہے تھے۔ ممی نے ان سے شادی کی تو وہ باقاعدہ تاجر برادری میں شامل ہو گئے۔

ڈیڈی لالچی نہیں تھے۔ پھر بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے نام لاٹری نکل آئی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کروڑوں کے کاروبار' دولت اور جائیداد کے مالک اور مختار بن جائیں گے۔ جب اتنا کچھ مل جائے تو کہا جاتا ہے کہ انسان دنیا کی تمام خوشیاں خرید سکتا ہے لیکن میں ڈیڈی کے دکھ اور ان کی محرومی کو سمجھ سکتی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے دولت لٹا سکتے تھے لیکن ایک بیٹے کے لئے دوسری شادی نہیں کر سکتے تھے۔

اگرچہ ان حالات میں دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے' مرد خم ٹھونک کر عورت سے کہتا ہے کہ تم بانجھ ہو یا زیادہ سے زیادہ بیٹیوں کی فصل اگاتی ہو' ایک بیٹا نہیں دے سکتیں۔ ان حالات میں دینی احکامات کے تحت تم مجھے دوسری بار سہرا باندھنے سے نہیں روک سکتیں۔

ایسے وقت سوکن کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ایک تو عورت کے دل میں خوف خدا

زیادہ ہوتا ہے۔ وہ مردوں سے زیادہ دینی احکامات کی پابند ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ قدرتی حالات سے مجبور ہوتی ہے۔ مرد کو ایک بار نہیں بار بار دوسری بیوی کے ذریعے بیٹا پیدا کرنے کا چانس ملتی رہتی ہے۔

لیکن میری ممی مجبور نہیں تھیں۔ ممی جیسی خواتین کبھی مجبور نہیں ہوتیں۔ دولت اپنے نام ہو' مرد کو اپنے ہاتھوں سے رزق پہنچاتی ہوں تو ایسی خواتین سے شوہر حضرات پنجہ نہیں لڑا سکتے' خم ٹھونک کر' مونچھوں پر تاؤ دے کر نہیں کہہ سکتے کہ ہم دوسری لا رہے ہیں۔

ممی اور ڈیڈی میں کبھی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔ جھگڑا تب ہوتا ہے جب میاں بیوی ایک دوسرے کے خلاف پر پرزے نکالتے ہیں۔ ممی کھل کر تو نہیں کہتی تھیں مگر باتیں بنا کر اپنی بات کہہ جاتی تھیں۔ "توبہ ہے' نہ جانے بیویاں ایسے شوہروں کو کیسے برداشت کرتی ہیں جو ان کی وفاداری کی قدر نہیں کرتے اور دوسری' تیسری کے پیچھے دیوانے ہوتے رہتے ہیں۔"

ایک بار ڈیڈی نے مذاق چھیڑتے ہوئے پوچھا تھا۔ "اگر میں کسی کا دیوانہ ہو جاؤں تو؟"

وہ ناگواری سے بولیں۔ "ایسی بات مذاق میں بھی نہ کریں۔ ویسے آپ پوچھ ہی رہے ہیں تو پھر میرا جواب ہمیشہ یاد رکھیں' میں طلاق لے لوں گی۔"

انہوں نے کہا۔ "تم بھی مذاق میں بھی ایسی بات نہ کہو۔"

"کیوں نہ کہوں' تم بینڈ باجے بجا کر سوکن لاؤ گے' مجھے کھتر بناؤ گے تو کیا میں تلوے چاٹنے کے لئے تمہارے پاس رہوں گی۔"

"کلثوم' یہ کیسے بول رہی ہو؟ تمہارا لہجہ پہلے تو کبھی ایسا نہیں تھا؟"

وہ بولی۔ "مرد کی نیت بدلتی ہے تو عورت کا لہجہ بدل جاتا ہے۔ تم یہ توقع کیوں کرتے ہو کہ مجھے نظروں سے گراؤ گے تو میں تمہیں سر پر بٹھاؤں گی۔"

"یعنی تم کیا کرو گی؟ کیا طلاق لے کر نیک نام رہو گی؟"

"تم مردوں کی نیک نامی کا فلسفہ عجیب ہے' خود ایک کے بعد دوسری تیسری کے پاس جا کر بھی نیک نام رہتے ہو۔ اگر میں بیٹا پیدا کرنے کے لئے دوسری شادی کرنا چاہوں تو میرے حصے میں بدنامی آئے گی۔ اگر تم نے بیٹا پیدا کرنے کی بحث شروع کی ہے تو تمہارے اندر بھی ایسا کوئی نقص ہو گا جس کے باعث تم بیٹے کے باپ نہیں بن پا رہے ہو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تم تو یہ عجیب بات کہہ رہی ہو۔ قدرتی طور پر جب اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہو تو بیٹی بھی پیدا ہوتی ہے اور بیٹا بھی۔ میں بیٹیوں کا باپ بن رہا ہوں تو ایک بیٹا بھی پیدا کرسکتا ہوں۔"

"یہی میں بھی کہتی ہوں' جب بیٹیاں پیدا کر رہی ہوں تو کیا ایک بیٹا پیدا نہیں کرسکوں گی؟"

"تو کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

"تم کیوں نہیں کر رہے ہو؟ اگر تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ کسی دوسری سے بیٹے کے باپ بن سکتے ہو تو مجھے بھی ایسی توقع رکھنی چاہئے۔ چلو دوسری شادی تم بھی کرو' میں بھی کرتی ہوں۔ دیکھتے ہیں بیٹا کون پیدا کرتا ہے؟"

"تم فضول باتیں کر رہی ہو۔ میرے دل میں بیٹے کی خواہش ہے مگر اسی دل میں تمہاری محبت بھی ہے' میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔"

"میں کبھی ہرجائی شوہر کو برداشت نہیں کروں گی۔ دوسری بار سہرا باندھنے سے پہلے ہی طلاق نامہ لکھ بھیجنا۔"

ڈیڈی ایسا نہیں کرسکتے تھے۔ انہوں نے شادی کے بعد دن رات محنت کر کے تاجر برادری میں اپنا نام پیدا کیا تھا۔ بڑی عزت کمائی تھی لیکن تجارتی دنیا میں جب تک کاروبار کی ساکھ قائم رہتی ہے۔ تب تک نام رہتا ہے۔ کچھ لو اور کچھ دو کے اصولوں پر گرم جوشی سے استقبال کیا جاتا ہے۔

طلاق کے بعد ڈیڈی کے پاس کاروبار نہ رہتا۔ تمام تاجروں سے رابطہ ختم ہو جاتا۔ انہیں پھر سے کسی کا منیجر بننا پڑتا اور انتہائی بلندی پر پہنچ کر کوئی نیچے گرنا پسند نہیں کرتا۔

میں چودہ برس کی تھی' ایک کمرے میں اپنی چھوٹی بہن ندا کے ساتھ سوتی تھی۔ بچپن ہی سے بے خوابی کی عادت تھی۔ کبھی کروٹیں بدلتی ہوں' کبھی پڑھتی لکھتی ہوں' کبھی بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگتی ہوں۔ ایسے وقت ممی کے بیڈ روم کے پاس آکر ان کی آوازیں سنا کرتی تھیں۔ تجسس پیدا ہوتا تو دروازے سے کان لگا کر باتیں سنتی۔

چھپ کر دوسروں کی باتیں سننا اچھی عادت نہیں ہے لیکن میں سن لیتی تھی۔ مجھے بھی ایک بیٹے کے موضوع سے دلچسپی تھی۔ ایک چھوٹے بھائی کا بڑا ارمان تھا۔ ندا مجھ [illegible] بڑے خلوص سے کہتی تھی۔ "ممی ہمارے لئے ایک بھائی کیوں

نہیں لاتی ہو؟"

ہم بچوں کو یہ سمجھایا جاتا تھا کہ ہمیں ہسپتال سے لایا گیا ہے۔ جب کبھی بھائی آئے گا تو وہ بھی ہسپتال سے آئے گا لیکن میں کچھ کچھ سمجھنے لگی تھی۔ ٹی وی پر دنیا بھر کے چینلز آتے ہیں۔ ان میں ایسی فلمیں' ڈرامے اور ٹاکنگ پروگرامز پیش کئے جاتے ہیں جنہیں دیکھ اور سن کر کچے ذہنوں میں ادھوری معلومات کی کھچڑیاں پکنے لگتی ہیں۔

کچھ کچھ معلوم ہوتا رہے تو کچھ اور معلوم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ٹی وی سکرین کے باہر بھی ہم ایسے حالات سے گزرتے رہتے ہیں کہ اپنی عمر سے زیادہ کچھ نہ کچھ معلوم کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہم دونوں بہنیں' بہت مہنگے سکول میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ ایسے سکولوں کے ماحول میں تنگ نظری نہیں ہوتی۔ بے جا پابندیاں نہیں ہوتیں اور جو پابندیاں بجا ہیں وہ بھی کسی حد تک نہیں ہوتیں۔ چوری چھپے سرگوشیوں میں ہی سہی' کھل کر باتیں کی جاتی ہیں۔

ڈیڈی نے ایک روز ممی سے کہا۔ "اولیول کی پڑھائی بہت سخت ہوتی ہے۔ لڑکیوں کے لئے ایک ٹیچر اور گورنس ضروری ہے۔ وہ تعلیم بھی دے گی اور اونچی سوسائٹی کے آداب بھی سکھائے گی۔"

"ممی نے کہا۔ "اخبارات میں ایسی گورنس کے لئے اشتہار دو جو ہمارے بچوں کے ساتھ دو چار گھنٹے گزار سکے اور انہیں پوری توجہ دیتی رہے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "تمہیں یاد ہوگا' ہمارے دفتر میں ایک فیلڈ منیجر جوزف ہوا کرتا تھا۔"

"وہی جس کا انتقال ہو چکا ہے؟"

"اس کی ایک بیوہ ہے۔ اس کا نام ماریہ ہے۔ لندن سے سینئر کیمبرج کیا ہے۔ اس سے زیادہ ہائی سوسائٹی کے آداب اور کون سمجھ سکتا ہے۔ اس نے شوہر کے انتقال کے بعد خود ملازمت کرنے کے لئے ہمارے دفتر میں درخواست دی ہے۔ تم چاہو تو اسے انٹرویو کے لئے بلاسکتی ہو۔"

ممی نے اسے اپنی کوٹھی میں بلایا۔ میں نے پہلی بار ماریہ کو دیکھا۔ وہ بہت اچھی' بہت اسمارٹ تھی۔ مسکرا کر باتیں کرتے وقت اور بھی اچھی لگتی تھی۔ ممی نے اس کی تعلیم اور تجربات کے بارے میں پوچھا۔ اس نے تمام سرٹیفکیٹس پیش کئے۔ وہ کسی انگلش میڈیم سکول میں میڈم تھی لیکن وہاں کی تنخواہ میں گزارہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ دوپہر کو سکول

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے فارغ ہونے کے بعد پارٹ ٹائم جاب کرنا چاہتی تھی۔

ممی نے پوچھا۔ "تمہاری رہائش کہاں ہے؟"

"میں ایک پسماندہ علاقے میں رہتی ہوں۔ جبکہ وہ جگہ میرے مزاج اور میرے معیار کے خلاف ہے لیکن وہاں کرائے کا مکان سستا ہے۔ پارٹ ٹائم جاب ملے گی تو میں کسی اچھے علاقے میں مکان لے لوں گی۔"

"کلفٹن میں ہمارا ایک فلیٹ ہے' وہ خالی پڑا رہتا ہے۔ تم چاہو تو وہاں آکر رہ سکتی ہو۔ میرے بچوں کے لئے بھی آمدورفت کی سہولت رہے گی۔"

ماریہ سے معاملات طے ہوگئے۔ وہ ہمارے خالی فلیٹ میں آکر آباد ہوگئی۔ ہم دونوں بہنوں کی آمدورفت کے لئے ایک الگ ہنڈا اکارڈ تھی۔ ہم سکول کے بعد اپنی کار میں وہاں جاتے تھے۔ وہیں ہمارے لنچ کا انتظام تھا۔ ماریہ کو فل ٹائم جاب دی گئی تھی۔ وہ ہمیں پکانے کھانے' اٹھنے بیٹھنے اور بولنے کے وہ آداب سکھاتی تھی جو ہائی سوسائٹی کے لئے لازمی ہوتے ہیں۔

ہم اسے آنٹی کہا کرتے تھے۔ اس کے طور طریقے اور مسکرا کر گفتگو کرنے کا انداز ایسا تھا کہ وہ ہم جیسے بچوں کا دل جیت لیتی تھی۔ وہ تو بڑوں کا بھی دل جیت لیتی تھی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ ہماری نیچر اور گورنس بننے سے پہلے ڈیڈی کو جیت چکی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ وہ لالچی اور دل پھینک قسم کی عورتوں میں سے نہیں تھی۔ بہت سنجیدہ اور باوقار' سچی اور کھری تھی۔ ایک تنہا عورت کو زندگی گزارنے کے لئے کسی مرد کے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر وہ بھی ایسی ضرورت مند تھی تو اس میں کوئی برائی نہیں تھی۔

ڈیڈی وہاں اکثر آتے تھے۔ فلیٹ سے دور کسی جگہ اپنی کار پارک کرکے پیدل چلتے ہوئے فلیٹ کے پچھلے دروازے سے اندر آتے تھے۔ ہمیں مسکرا کر دیکھتے اور وش کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے جاتے تھے۔ ماریہ ویسے بھی کچن اور گھر کے کاموں میں مصروف رہتی تھی' مگر ڈیڈی کی موجودگی میں آتے جاتے کبھی ہمیں پڑھاتی تھی اور کبھی ڈیڈی والے کمرے میں چلی جاتی تھی۔

اس کمرے میں کبھی کبھی ایسی آوازیں آتی تھیں جیسے وہ کسی اختلافی بات پر بحث کر رہے ہوں' کبھی کبھی میں نے ان کی بحث و تکرار میں گرمی اور شدت محسوس کی۔ دور

سے ان کی گفتگو کے الفاظ سنائی نہیں دیتے تھے لیکن گفتگو کے تیور سمجھ میں آتے تھے۔

ندا نادان تھی' پڑھتی رہتی تھی یا تعلیمی کھلونوں سے کھیلتی رہتی تھی۔ مگر میرا تجسس بھڑکتا رہتا تھا۔ میں عادت سے مجبور ہو کر دبے قدموں اس کمرے کے بند دروازے کے پاس جاتی تھی اور کان لگا کر سنتی تھی۔ جب وہاں سے واضح طور پر بات سمجھ میں نہ آتی تو میں کھڑکی کے پاس جاتی تھی' کھڑکی پر پردے کے پیچھے سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا مگر سنائی دیتا تھا' وہ کہہ رہی تھی۔ "میں ایسی نہیں ہوں' ہماری دوستی کو ایک برس گزر چکا ہے۔ ہم ساتھ گھومتے پھرتے ہیں' ہوٹلوں میں کھاتے پیتے ہیں لیکن میں کبھی رات کو تفریح کے لئے آپ کے ساتھ نہیں جاتی' کہیں تنہائی میں وقت نہیں گزارتی تھی۔"

"وہ اس لئے کہ پہلے تنہائی میسر نہیں ہوتی تھی۔ اب تو یہ فلیٹ ہمارا ہے۔ یہاں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔"

"سب سے بڑی روکنے ٹوکنے والی شرم و حیا ہے۔ پلیز' آپ یہ سمجھیں کہ میں اپنے مزاج کے خلاف آپ کی کوئی بات کیوں نہیں مان رہی ہوں۔ ہر عورت ہوٹل کا برتن نہیں ہوتی کہ جو آئے اس میں کھا کر چلا جائے۔"

"ماریہ! تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میرے پاس دولت ہے مگر میں دولت مندوں کی طرح عیاش نہیں ہوں۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

"گھر میں بیوی موجود ہو تو مرد باہر کسی کو محبت سے نہیں چاہتا ہے' صرف ضرورت سے چاہتا ہے۔ آپ اپنی ضرورت کو محبت کا خوبصورت لفظ نہ دیں۔"

میں نے ڈیڈی کی شکستہ سی آواز سنی۔ "بے شک میں ضرورت سے تمہیں چاہتا ہوں اور ایک عورت کے لئے یہ بات اہم ہوتی ہے کہ مرد اس کا ضرورت مند ہے۔"

"اگر میں آپ کے لئے اتنی ہی ضروری ہوں تو پہلے شادی کریں' پھر ضروریات پوری کریں۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سے ضرور شادی کروں گا لیکن میرے حالات ابھی سازگار نہیں ہیں۔ تمہیں کچھ عرصے تک انتظار کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' اس وقت تک آپ کو بھی انتظار کرنا چاہئے۔"

ڈیڈی کو جیسے غصہ آگیا تھا' وہ کڑک کر بولے۔ "میں تمہارا دیوانہ بن کر آتا ہوں' تم ایسی ہی بے تکی بحث کر کے میرا موڈ خراب کر دیتی ہو۔ میں یہاں تمہیں پچیس ہزار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

روپے ماہانہ دیتا ہوں۔ رہنے کے لئے یہ فلیٹ دیا ہے۔ تم یہاں زندگی بھر رہ سکتی ہو اور مجھ سے جو فرمائشیں کرو گی' وہ بھی پوری کرتا رہوں گا۔"

"آگے نہ بولیں' بازار میں بیٹھنے والیوں کی فرمائشیں اسی طرح پوری کی جاتی ہیں۔ آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ میں ان عورتوں میں سے ہوں جو دلہن بننے کے لئے فرمائشیں نہیں کرتی ہیں۔ چاہنے والا جو کھلاتا ہے' کھاتی ہیں۔ جو پہناتا ہے' وہ ہی پہن لیتی ہیں اور جس طرح سے رکھتا ہے' ویسے رہتی ہیں۔"

"بس تم ایسی ہی باتیں کر کے میرا منہ بند کر دیتی ہو' اصل بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھ پر بھروسا نہیں کرتی ہو۔ پلیز! مجھ پر یقین کرو' میں بعد میں تم سے شادی ضرور کروں گا۔"

"کیا آپ بینک میں چیک پر دستخط کئے بغیر کیش لے سکتے ہیں؟ میرے لئے نکاح نامہ ایک چیک ہے' جس پر آپ کے دستخط ضروری ہیں۔ اس کے بعد آپ جب چاہیں مجھے کیش کر سکتے ہیں۔"

"جہنم میں جاؤ تم۔ تم ہمیشہ اپنی پارسائی دکھا کر مجھے غصہ دلاتی ہو۔ اب میں یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔ ساری زندگی بچوں کو پڑھاتی رہو اور ٹیچر بن کر محتاجی کی زندگی گزارتی رہو۔"

"پلیز! آپ ناراض نہ ہوں' میں یہ نہیں کہتی کہ آپ فریبی ہیں' مجھے بعد میں دھوکا دیں گے لیکن میں آپ کی گھریلو اور کاروباری زندگی کو کسی حد تک سمجھتی ہوں۔ آپ حالات سے مجبور ہو کر مجھے چھوڑ سکتے ہیں' ایسے وقت میں صرف فریاد کر سکوں گی مگر اپنی کھوئی ہوئی عزت واپس نہیں لے سکوں گی اور نہ ہی آپ واپس دے سکیں گے۔"

"ماریہ' میں صرف ایک بات جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ہو گا' نہیں کرو گی تو آئندہ یہاں نہیں آؤں گا۔ میں جا رہا ہوں' کل آؤں گا تو تمہارا اعتماد چاہوں گا۔"

میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئی اور تیزی سے چلتی ہوئی ندا کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ کتاب کھول کر یوں دیکھنے لگی جیسے پڑھنے میں مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہمارے پاس آئی' اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ اپنے اسکارف سے گردن کا پسینہ پونچھ رہی تھی۔ میں نے چور نظروں سے دیکھا۔ اس کی نظریں مجھ سے ملیں تو وہ ذرا ٹھٹک گئی۔ زمانہ شناس تھی' سمجھ گئی کہ میں اس کے حالات کو اپنی عمر کے مطابق کسی حد تک سمجھ

رہی ہوں۔ اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کر رہی ہو؟"

جھوٹ بولتے وقت تھوڑی سی ہچکچاہٹ ہوئی' میں نے کہا۔ "ہوم ورک کا سبق یاد کر رہی ہوں۔"

"میں نے تمہاری سکول کی ڈائری دیکھی ہے۔ یہ تمہارا سبق نہیں ہے' تم نے غلط صفحات کھولے ہوئے ہیں۔"

میں فوراً ہی سکول ڈائری کے مطابق اپنا وہ صفحہ کھول کر پڑھنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "بچوں کو پڑھنے لکھنے میں دھیان لگانا چاہئے۔"

میں نے جواب نہیں دیا' خاموشی سے پڑھتی رہی۔ وہ دن گزر گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی ڈرائیور گاڑی لے کر آ گیا۔ ہم دونوں بہنیں صبح کا ناشتا اور رات کا کھانا اپنے گھر میں کھاتی تھیں اور لنچ آنٹی ماریہ کے ساتھ کرتی تھیں۔ ممی ہماری تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بڑی حد تک بے پروا تھیں۔ امیر کبیر بیگمات کی طرح یہی سمجھتی تھیں کہ دولت پانی کی طرح بہا کر اولاد کی پرورش کی ذمے داریاں پوری کی جا سکتی ہیں۔ انہیں ڈیڈی سے بھی کچھ زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ بیٹے کی تمنا میں بیٹیاں پیدا کرتے کرتے بیزار ہو گئی تھیں۔ جب کسی سے کچھ حاصل نہ ہو تو اس شے سے بیزاری سی ہونے لگتی ہے۔

وہ تقریبات میں اور کلبوں میں خواتین کے ساتھ وقت گزارہ کرتی تھیں۔ ڈیڈی اگرچہ ممی کے اعتماد کو دھوکا دے رہے تھے۔ اس کے باوجود مجھے ان سے ہمدردی تھی۔ بچپن ہی سے ان سے لگاؤ تھا۔ وہ بھی مجھے بہت چاہتے تھے۔ ممی کبھی کسی بات پر ملنے دیتی تھیں کہ میں اپنے باپ کی لاڈلی ہوں۔

لاڈلی نہ بھی ہوتی تو بھی ان سے ہمدردی ہوتی۔ جوانی میں پھول اچھے لگتے ہیں۔ بڑھاپے میں پھل کی تمنا ہوتی ہے' اپنا ایک نام لیوا اور ایک وارث ہو تو تمام عمر کی جدوجہد کا پھل مل جاتا ہے۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ اپنی نسل کو آگے بڑھانے والا ضرور ہونا چاہئے۔ ڈیڈی ایک وارث کی تمنا کرنے میں حق بجانب تھے۔

اس وقت پتا چلا کہ کسی کو اس کی ضرورت کی تکمیل سے روکا نہیں جا سکتا۔ اگر خواہش کو دبایا جائے تو اِدھر دب جاتی ہے اُدھر ابھر جاتی ہے۔ راستہ بدل دیتی ہے چور دروازے سے بیٹا پیدا کرنا چاہتی ہے۔

ان دنوں میری عمر ہی کیا تھی۔ میں یہ تجزیہ نہیں کر سکتی تھی کہ ڈیڈی' ماریہ کو اپنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

غرض کے لئے چاہتے ہیں یا ایک اچھے مقصد کے لئے اس سے ایک بیٹے کی توقع کر رہے ہیں؟

اس وقت میرے ذہن میں صرف اتنی سی بات تھی کہ ڈیڈی کچھ مجبور ہیں۔ کچھ محروم ہیں اور بڑے بے چارے سے ہیں۔ انہیں ممی کی توجہ نہ ملے۔ ماریہ کا پیار نہ ملے تو نہ سہی بیٹی کی حمایت بھری محبت ملنی چاہئے۔

دوسرے دن ڈیڈی پھر وہاں آئے۔ ماریہ نے مجھے ہوم ورک دیتے ہوئے کہا۔ "اسے یاد کرو اور لکھو۔ پڑھتے وقت اِدھر اُدھر نہ جانا۔"

وہ تاکید کر کے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں سبق یاد کر رہی تھی مگر توجہ اسی کمرے کی طرف تھی۔ وہاں گہری خاموشی تھی۔ شاید اس لئے کہ ماریہ نے میرے کچے شعور کو سمجھ لیا تھا۔ اس لئے اونچی آواز میں نہیں بول رہی تھی۔ اس نے ڈیڈی سے بھی میرے بارے میں کچھ کہا ہوگا لیکن وہاں وہ بات نہیں تھی جو میں سوچ رہی تھی۔ یہ بہت بعد میں پتا چلا کہ ماریہ نے سمجھوتا کرلیا ہے۔ ڈیڈی سے ہار مان لی ہے۔

☆=========☆=========☆

پھر وقت گزرنے لگا۔ میں نے سولہ برس کی عمر میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ماریہ بڑی توجہ سے ہمیں پڑھاتی لکھاتی رہی تھی۔ پہلے میں پڑھائی میں کمزور تھی۔ ماریہ کی توجہ اور اپنی لگن سے میں نے اے ون گریڈ حاصل کیا۔ یہاں سے میری کالج لائف شروع ہوئی۔

میں نے کچی عمر سے بہت کچھ دیکھا تھا۔ بہت کچھ سمجھا تھا۔ کالج میں کچھ اور دیکھنے سمجھنے کا موقع مل گیا۔ بڑا آزاد اور رومان پرور ماحول تھا۔ ماریہ نے بڑے پیار سے سمجھایا تھا۔

"صدا اب تم بچی نہیں رہیں۔ جوان ہوتے ہی والدین کی نصیحتوں کا دور گزر جاتا ہے۔ استادوں کا ڈر نکل جاتا ہے۔ ایسا تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ پروفیسر حضرت پڑھاتے پڑھاتے رومانس کرنے لگتے ہیں۔ خود لڑکیاں رومینٹک ہو جاتی ہیں۔ تمہیں نہیں ہونا چاہئے' یہی تمہیں سمجھا رہی ہوں۔"

ماریہ خود کہہ رہی تھی کہ جوانی میں نصیحتیں اثر نہیں کرتی ہیں اور خود ہی نصیحتیں کر رہی تھی۔ ویسے میں اپنے بارے میں اتنا تو جانتی ہوں کہ میرے خوابوں میں کوئی شہزادہ

نہیں آتا۔ میں کسی آئیڈیل کے بارے میں نہیں سوچتی۔ سوچتے سے' خواب دیکھنے سے کوئی تعبیر بن کر نہیں آتا ہے جسے آنا ہوتا ہے وہ مقدر سے خود ہی چلا آتا ہے۔

کالج میں یوں تو کئی ہیرو ٹائپ کے سٹوڈنٹس تھے۔ اپنے اپنے طور پر چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے۔ طالبات بھی کچھ کم نہیں تھیں یا تو عشق میں مبتلا ہو جاتی تھیں یا پھر محبت کا جھانسا دے کر دل پھینک جوانوں کو الّو بناتی تھیں' مجھ جیسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو صرف تعلیم سے دلچسپی رکھتی تھی۔

دوسرے سے چاہے جانے کی خواہش فطری ہوتی ہے۔ کوئی ہماری تعریف کرے ہماری خوبیوں کا تذکرہ کرے تو اچھا لگتا ہے اور عورت کی تو یہ سب سے بڑی کمزوری ہے کہ وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتی ہے۔ لاکھ زبان سے کہے کہ میں اپنی تعریف سن کر خوش نہیں ہوتی مگر اندر سے خوش ہوتی ہے۔ شعوری طور پر نہ سہی لاشعوری طور پر ہوتی ہے۔ وہ اس فطری تقاضے سے پیچھا نہیں چھڑا سکتی ہے۔ میں بھی یہی سمجھتی تھی کہ میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوتی ہوں لیکن بچپن سے آئینہ کہے کہ میں خوبصورت ہوں اور جوانی میں ہر نظر کہنے لگے کہ میں کسی سے کم نہیں ہوں تو یقین آ جاتا ہے کہ کوئی چاہنے والا جھوٹی تعریفیں نہیں کر رہا ہے۔

پہلی بار شہزاد نے مجھے چھیڑا میں نے اسے نظرانداز کیا۔ وہ کالج کی اس بے فکرے سٹوڈنٹس کی ٹولی کا لیڈر تھا جو کالج میں لڑکیوں کا جغرافیہ پڑھنے آتے تھے اور شہزاد اس سبجیکٹ میں پیش پیش رہتا تھا۔

اس نے دوسری بار چھیڑا تو میں نے وارننگ دی۔ "آئندہ ایسی حرکتیں کرو گے تو پرنسپل سے شکایت کردوں گی' یہاں ایکشن نہ لیا گیا تو تمہیں حوالات پہنچاؤں گی۔ جاؤ اور معلوم کرو کہ میں کتنے بڑے باپ کی بیٹی ہوں۔ میرے انکل ڈی آئی جی ہیں۔ تمہاری ضمانت بھی نہیں ہونے دیں گے۔"

ویسے سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے اس کی چھیڑ چھاڑ کا برا نہیں منایا تھا بلکہ پہلی بار مجھے ایسا لگا تھا کہ چھیڑنے کے بہانے وہ مجھے طلب کر رہا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں اہمیت دے رہا ہے۔ میں اچھی لگتی ہوں اس لئے پسند کر رہا ہے۔ شاید وہ کالج سے جاتا ہوگا تب بھی تصور میں مجھے دیکھتا ہوگا۔ مجھے سوچتا ہوگا' سوچ سوچ کر مسکراتا ہوگا۔

اور یوں سوچ سوچ کر میں مسکرانے لگی تھی۔ انجانے میں متاثر ہو رہی تھی۔ وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اچھا قد آور' صحت مند جوان تھا۔ اس کے دھیمے لہجے میں بھی ایسی گھن گرج تھی جو سیدھی دل کو لگتی تھی۔ بس اس کی یہی حرکت ناگوار گزرتی تھی کہ وہ آوارہ لڑکوں کی طرح باجماعت چھیڑتا تھا۔ جو سنجیدگی سے چاہتے ہیں' وہ ایسا نہیں کرتے۔ وہ تو چھپ چھپ کر سگنل دیتے ہیں۔

شہزاد نے شاید میرے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ میرا کوئی انکل ڈی آئی جی نہیں تھا لیکن میرے ڈیڈی جیسے بڑے تاجروں سے پولیس والوں کی دوستی رہا کرتی ہے۔ میں اس دوستی کے حوالے سے ڈی آئی جی کو انکل کہا کرتی تھی۔ ایک دن کالج آئی تو میری ایک سہیلی نے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے پڑھ لو۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟ کس نے دیا ہے؟ تم کس کی قاصد بن رہی ہو؟"

"اتنے سوالات نہ کرو۔ اسے پڑھو' غصہ آئے تو پھاڑ کر پھینک دینا۔ پیار آئے تو سنبھال کر رکھ لینا۔"

میں نے اسے کھول کر پڑھا' شہزاد نے لکھا تھا۔ "سوری! میں تمہارے کسی ڈی آئی جی انکل سے مرعوب ہو کر سوری نہیں کہہ رہا ہوں' کسی سے مرعوب ہونا یا ڈرنا میری فطرت کے خلاف ہے۔ سیدھی سی بات ہے' میں ڈرتا نہیں ہوں' تم پر مرتا ہوں۔ تم میری سنجیدگی اور میری محبت کا یقین کرو یا نہ کرو' میں خاموشی سے تمہیں چاہتا رہوں گا۔ مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں' وہ اب نہیں ہوں گی۔ میں زبان کا پکا ہوں' جو کہتا ہوں وہ کرتا ہوں۔"

اس تحریر کے نیچے شہزاد کا نام لکھا تھا۔ میں وہ پوری تحریر پڑھ چکی تھی پھر بھی کاغذ پر نظریں جمائے سوچ رہی تھی کہ میرا ردعمل کیا ہونا چاہئے۔ دل تو چاہتا تھا' اسے تہہ کر کے گریبان میں چھپا لوں مگر میری سہیلی نے کہا تھا کہ مجھے غصہ آئے تو میں پھاڑ کر پھینک دوں میں غصہ دکھانا نہیں چاہتی تھی اور یہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ شہزاد سے سمجھوتا کر رہی ہوں۔

وہ میرے بازو میں چٹکی لے کر بولی۔ "کتنی دیر تک پڑھتی رہو گی۔ کیا ایک ایک لفظ کے جج کر رہی ہو' اب پڑھ بھی چکو۔"

میں نے وہ رقعہ اس کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے تو جتانے کی کیا ضرورت ہے۔ انسان اپنی زبان یا تحریر سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے

پہچانا جاتا ہے۔"

میں وہاں سے پلٹ کر لائبریری کی طرف جانے لگی۔ مگر دل پیچھے رہ گیا۔ شہزاد کی یہ تبدیلی اچھی لگی۔ پتا نہیں اس کی تحریر میں کتنی سچائی تھی۔ میں اتنی جلدی قائل ہونے والی نہیں تھی۔

اس دن کے بعد سے میں نے دیکھا' وہ اپنے دوستوں سے دور رہتا تھا۔ کلاس میں یا لائبریری میں آکر بیٹھتا تو دور ہونے کے باوجود نظروں کے سامنے رہتا تھا۔ میں جانتی تھی کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ مگر اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر دل نہیں مانتا تھا' نظریں بے قابو ہو جاتی تھیں۔ میں نے بے اختیار ایک آدھ بار اسے دیکھا تو اسے خود کو دیکھتا پایا میں کیا بتاؤں' ایسے وقت کیسا عجیب سا انگاہوں کا جھٹکا لگتا ہے پھر کچھ شرمندگی سی ہوتی ہے کہ چوری پکڑی گئی۔

یہ کالج کے دن بڑے رومان پرور ہوتے ہیں۔ جوانی کی تاریخ میں یادگار بن کر رہ جاتے ہیں۔

میں ندا کے ساتھ ماریہ کے فلیٹ میں جایا کرتی تھی۔ ابھی وہ تیرہ برس کی تھی۔ اگلے دو تین برسوں میں جوان ہونے والی تھی۔ بدن جب کھلنے لگتا ہے تو کہتے ہیں لڑکی جوان ہو گئی۔ میں سمجھتی ہوں' جوانی جسمانی طور پر نہیں' ذہنی طور پر آتی ہے۔ ذہن کو بالغ اور جوان ہونا چاہئے۔ میں خود کو اور دنیا کو شعوری طور پر سمجھنے لگی تھی اور کوئی مجھے اچھا لگنے لگا تھا تو کہا جا سکتا ہے کہ "ریشماں" جوان ہو گئی۔

میں نہیں چاہتی تھی کہ ندا' آنٹی ماریہ کے فلیٹ میں تعلیم و تربیت کے لئے جایا کرے۔ وہ اب بھی معصوم تھی' اپنے ڈیڈی کی اس دلچسپی کو نہیں سمجھتی تھی کہ وہ ماریہ کے فلیٹ میں کیوں آتے ہیں؟ میں اعتراض کرنے والی تھی۔ اس وقت میں نے پھر ماریہ اور ڈیڈی کو جھگڑتے ہوئے سنا۔

میں ندا کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے ہوم ورک سمجھا رہی تھی۔ جب دوسرے کمرے سے آوازیں سنائی دیں۔ میں نے ندا سے کہا۔ "یہ پوئم (Poem) یاد کرو' میں ابھی آتی ہوں۔ پڑھنے میں دل لگاؤ۔ اِدھر اُدھر دھیان نہ دو۔"

میں وہاں سے اٹھ کر ماریہ کے بیڈ روم کی کھڑکی کے قریب پہنچ گئی کھڑکی پر دبیز پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے ماریہ کہہ رہی تھی۔ "آپ پہلے دن سے محبت کا دعویٰ کر رہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں۔ اسی کمرے میں آپ نے کہا تھا کہ حالات سازگار ہوتے ہی شادی کرلیں گے۔ اب تو ڈھائی برس گزر چکے ہیں۔ کیا ابھی تک حالات سازگار نہیں ہوئے ہیں؟"

"اگر حالات موافق ہوتے تو میں اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا۔ تم گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر یہی ایک خواب دیکھتی رہتی ہو۔ میں کاروباری دنیا میں رہ کر ہزار طرح کے مسائل سے نمٹتا رہتا ہوں۔ تم نہیں جانتیں کہ اس ملک میں کاروباری حالات کتنے بگڑ گئے ہیں۔"

"میں کاروبار میں نہیں' آپ کی زندگی میں حصہ چاہتی ہوں کیونکہ میں نے اپنی پوری زندگی آپ کے نام کی ہے۔ اپنی حیا کا وہ سرمایہ دیا ہے جو صرف ایک شوہر کو دیا جاتا ہے۔ میں جب بھی شادی کی بات کرتی ہوں' آپ اپنے کاروبار کا دکھڑا سنانے لگتے ہیں۔"

"میں کاروبار کے ذریعے ہی زندگی کی خوشیاں کما رہا ہوں۔ یہ بزنس نہ رہا تو میں بھی نہیں رہوں گا۔ میرے آسرے پر تم ہو' تم بھی ڈوب جاؤ گی۔"

"میں تو ڈوب رہی ہوں۔ میں آپ کی عزت کی خاطر دنیا والوں سے چھپ کر ملتی ہوں۔ مگر اب کیا ہوگا' اب تو میں ڈوب رہی ہوں' آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

میں یہ سن کر دنگ رہ گئی۔ ڈیڈی کا وہاں آنا جانا میری نظروں میں ایک معمول کی بات ہوگئی تھی۔ دو چاہنے والے ایک دوسرے کو طلب کرتے رہتے تھے کوئی بات نہیں' ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے لیکن چوری نہیں چھپتی جھوٹ ایک دن پکڑا جاتا ہے۔ ویسے دوسری چوریاں شاید چھپ جاتی ہیں لیکن عورت کی آبرو چراؤ تو وہ ماں بن کر کھلا اشتہار بن جاتی ہے۔

اس قدرتی عمل کو کوئی نہیں روک سکتا۔ چور چوری کا مال قبر کھود کر چھپاتے ہیں۔ مگر چوری کی اولاد پیٹ یا قبر سے نکل آتی ہے۔ ایسے وقت اپنی عزت رکھنے کے ہونے والے بچے کو ضائع کردیا جاتا ہے۔ اپنے گناہوں کو چھپانے کے لئے یہی ایک را رہ جاتا ہے۔ میرے دماغ میں یہی بات آرہی تھی کہ ڈیڈی ماریہ کو یہی مشورہ دیں لیکن پردے کے پیچھے خاموشی رہی۔ ماریہ نے ایسی دھماکہ خیز اطلاع دی تھی کہ تھوڑی تک بولنے کے لئے کچھ نہیں رہا تھا۔

میں سوچنے سمجھنے کے قابل ہوگئی تھی۔ کسی بات کی گہرائی تک پہنچنا آگیا تھا۔ ان خاموشی سے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ ماریہ کو یہ مشورہ نہیں دیں گے۔ انسان ضرورت اور اپنی خود غرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ فی الوقت خود غرضی یہ تھی

ڈیڈی کے لئے ایک بیٹا ضروری تھا۔

پردے کے پیچھے سے ماریہ کی آواز سنائی دی۔ "بولتے کیوں نہیں؟ چپ کیوں ہوگئے؟ اب بولیں کاروباری حالات بگڑے ہوئے ہیں یا وہ جذباتی لمحات بگڑ چکے ہیں جو اب تک ہم گزارتے آئے ہیں؟"

ڈیڈی کی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دی' یقیناً تذبذب میں پڑ گئے تھے۔ "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" نہ چلنے کے لئے پاؤں رہ گئے تھے اور نہ ایک جگہ ٹکنے کے لئے موجودہ مقام رہ گیا تھا۔

اگر وہ ایک جگہ ٹک جاتے تو بچہ گناہ کا اشتہار بن جاتا۔ اگر وہ بیٹے کی آرزو لے کر آگے بڑھتے تو ممی ان کے بڑھنے والے پاؤں کاٹ دیتیں۔ وہ زندگی کے ایک ایسے اہم موڑ پر آگئے تھے کہ وہ موڑ مرنا بھی چاہتے تھے اور اس موڑ پر چلنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔

بڑی دیر بعد ڈیڈی کی آواز سنائی دی۔ "اوہ! خدایا' میں کیا کروں؟ ماریہ' تم میرے گھریلو حالات نہیں جانتیں' چھ برس پہلے ڈاکٹر نے کہہ دیا تھا کہ میری وائف اب ماں بننے کے قابل نہیں رہی ہے۔ کچھ میجر پرابلمز پیدا ہوگئے تھے۔ ایک بیٹے کی آرزو تھی کہ کبھی نہ کبھی ہوگا۔ اس آرزو نے بھی دم توڑ دیا تھا کیونکہ میں ایک بیٹے کی امید میں دوسری شادی نہیں کرسکتا تھا۔"

"آج پہلی بار یہ سچ آپ کی زبان سے نکل آیا ہے کہ آپ دوسری شادی نہیں کر سکتے۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ جھوٹے اور فریبی نہیں ہیں لیکن مجھ سے جھوٹ بولتے اور فریب دیتے آرہے ہیں۔ مجھے بری طرح لوٹتے کھسوٹتے چلے آرہے ہیں۔"

"پلیز' مجھے عیاش نہ سمجھو' میری مجبوریوں کو سمجھو۔"

"میں کیا سمجھوں گی۔ سمجھنا تو آپ کو ہے آپ کی عزت اچھلنے والی ہے۔ میں آپ کے گھر میں نہیں رہتی ہوں مگر آپ کے فلیٹ میں رہتی ہوں۔ ان ڈھائی برسوں میں یہ بات چھپی نہیں رہی ہے کہ آپ یہاں چھپ کر آتے ہیں۔ میں نے بار بار دبی سرگوشیاں سنی ہیں۔ اب یہ سرگوشیاں گونجنے والی ہیں۔ اب آپ کیا کریں گے؟"

وہ بڑے کرب سے بولے۔ "کیا کروں گا؟ منہ چھپاؤں گا تو نہیں چھپے گا۔ ہم جیسے بڑے لوگ اپنے چہروں سے نہیں' اپنے ناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ ہماری زندگی میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نیک نامی کی اہمیت ہوتی ہے۔ اب بدنامی اہم ہو جائے گی۔"

"میں جانتی ہوں' ایسے وقت آپ بھی دوسرے مردوں کی طرح مشورہ دیں گے کہ میں آپ کی عزت رکھنے کے لئے اس بچے کو زندگی نہ دوں۔ ہماری دنیا کا سب سے بے رحمانہ قتل یہی ہوتا ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو اپنے پیٹ کے اندر قتل کرتی ہیں مگر میں بے رحم نہیں ہوں۔ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔"

وہ شکست خوردہ لہجہ میں بولے۔ "میں نے ایسی کوئی بات تم سے نہیں کی ہے۔ تم خود سوچو' میں آپکے بیٹے کے لئے ترس رہا ہوں اور ہو سکتا ہے' تم بیٹا پیدا کرو۔ پھر میں اسے پیدا ہونے سے پہلے مار ڈالنے کی بات کیسے کر سکتا ہوں؟"

چند لمحوں تک خاموشی رہی' ماریہ کو ان کی مجبوری سمجھ میں آگئی تھی' وہ کہنے لگی۔ "میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ آپ کو ہمیشہ سے ایک بیٹے کی آرزو رہی ہے۔ میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ آپ بچے کو ضائع کرنے کی بات نہیں کریں گے۔ آپ کے لئے جو محبت ہے اور بچے کے لئے جو ممتا ہے اس کی توہین نہیں کریں گے۔"

ماریہ کی آواز اور لہجے میں مسرتیں بھری ہوئی تھیں۔ اس بیڈ روم کی تنہائیوں میں وہ ڈیڈی کو جیت نہیں سکی تھی لیکن آنے والا بچہ اس کی ہار کو جیت میں بدل رہا تھا۔

وہ بولی۔ "چلئے' میری خاطر نہ سہی۔ آپ بچے کی خاطر مجھ سے شادی کریں گے۔"

"اوہ ماریہ' یہی تو سب سے بڑا مسئلہ ہے' میں شادی نہیں کر سکتا۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے بولی۔ "آپ شادی نہیں کریں گے؟ بچے کو اپنا نام نہیں دیں گے؟"

"میں اسی کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں؟ بیٹا ہو گا اور اسے میرا نام نہیں ملے گا۔ میں اپنے بیٹے کا باپ نہیں کہلاؤں گا تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی شکست ہو گی۔ میں نے عزت اور شہرت حاصل کرنے کے لئے جتنی محنت اور جدوجہد کی ہے۔ اس کا کوئی مول نہ ہو گا۔ میں سب کچھ پاؤں گا اور بیٹا نہیں پاؤں گا تو اس دنیا سے خالی ہاتھ جاؤں گا۔"

میں اپنے ڈیڈی کے دکھ اور کرب کو سمجھ رہی تھی۔ ایک بھائی کی آرزو مجھے بھی تھی۔ اس لئے سمجھ رہی تھی کہ وہ ایک بیٹے کے لئے کس قدر ترس رہے ہیں۔ اگر ممی نے ان سے سمجھوتا نہ کیا تو وہ سچ مچ دنیا سے خالی ہاتھ جائیں گے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا

بھی ایک باپ کے نام سے محروم رہے گا۔

ماریہ نے کہا۔ "آپ جتنی مجبوریاں ظاہر کر رہے ہیں' آپ کے دین اسلام میں بحالت مجبوری دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے۔ آپ کو مجھ سے شادی کرنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

"ہمارے دینی احکامات کے مطابق پہلی بیوی کی رضامندی بھی لازمی ہے اور کلثوم کبھی راضی نہیں ہو گی۔"

"آپ ان سے بات تو کریں۔"

"میں کلثوم کے مزاج اور اس کی ضدی طبیعت کو خوب سمجھتا ہوں۔ اس نے بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر میں بیٹا پیدا کرنے کے لئے دوسری شادی کروں گا تو وہ مجھ سے طلاق لے لے گی۔"

"یہ تو خواہ مخواہ کی ضد ہے۔ وہ محترمہ اپنا بڑا پن جتا رہی ہیں۔ کیا آپ ان کے رعب اور دبدبے میں رہتے ہیں؟"

"پلیز' اس انداز میں میری مردانگی کو نہ بھڑکاؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ میں کلثوم کے دباؤ میں رہتا ہوں۔"

"تو پھر مجبوری کیا ہے؟ آپ جائیں اور بیگم صاحبہ کو خوشخبری سنائیں کہ بیٹے کے باپ بننے والے ہیں۔ خدا نے چاہا تو میرے ہاں بیٹا ہی پیدا ہو گا۔"

"میرا بھی دل کہتا ہے کہ میری آرزو پوری کرنے کے لئے تم وسیلہ بن سکتی ہو لیکن میں اپنی مجبوریاں سمجھ رہا ہوں۔ اگر میں تم سے شادی کروں گا تو وہ مجھ سے طلاق ضرور لے گی۔"

"اگر وہ بے جا ضد کریں گی تو پھر ضد پوری کر دیں۔ آپ کو بیٹا چاہئے یا بیگم کلثوم ربانی؟"

"صرف اتنا ہی فیصلہ کرنا ہوا تو میرا فیصلہ بیٹے کے حق میں ہو گا۔"

ڈیڈی کی اس بات سے میرے دل کو تکلیف پہنچی۔ وہ میری ممی کی قدر و منزلت کو مسودہ بنا رہے تھے۔ ان لمحات میں پہلی بار میں نے ماریہ کے بارے میں ناگواری سے سوچا کہ سوکن کیا ہوتی ہے؟ پہلی بیوی کا بھاؤ گرانے والی کو سوکن کہتے ہیں۔

اگرچہ مجھے ایک بھائی کی آرزو تھی اور ایک بیٹے کے سلسلے میں ڈیڈی کی محرومیت کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شدت سے احساس تھا۔ اس کے باوجود اپنی ماں کے خلاف ماریہ کی محاذ آرائی پسند نہیں کرسکتی تھی۔

ماریہ کہہ رہی تھی۔ "تو پھر ہچکچاتے کیوں ہیں؟ بیٹے کے حق میں فیصلہ دیں۔"

"میں نے کہا نا' بات صرف اتنی سی نہیں ہے۔ اگر میں اسے طلاق دوں گا تو پوری تاجر برادری' تمام کاروباری حلقوں میں اور اپنی سوسائٹی میں بدنام ہو جاؤں گا۔ سب یہی کہیں گے کہ میں نے عیاشی کی خاطر جوان عورت سے شادی کی ہے اور پہلی بیوی کو سکینڈ ہینڈ سمجھ کر طلاق دی ہے۔"

"میں جانتی ہوں' لوگ اصل حقائق کو نہیں سمجھتے' صرف کیچڑ اچھالنے کی باتیں کرتے ہیں لیکن ایسی باتیں کتنے دنوں تک کریں گے؟ آخر کار تھک ہار کر تسلیم کریں گے کہ آپ کے لئے بیٹا ضروری ہے۔ غلطی کلثوم بیگم کی ہے۔ اس نے آپ کے جائز مطالبے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔"

"ماریہ' اس طلاق کے پیچھے اور بھی حقائق ہیں۔ انہیں تو سمجھو' تمام کاروبار تمام دولت اور جائیداد کلثوم کے نام ہے۔ میرے اکاؤنٹ میں شاید دو چار لاکھ پڑے ہوں گے۔ کیا میں قارون کے خزانے سے محروم ہو کر دو چار لاکھ میں کوئی ڈھنگ کا کاروبار کرسکوں گا؟ آج جو میری کاروباری ساکھ ہے' اسے دوبارہ حاصل کرسکوں گا؟ گھر نہیں رہے گا کیا بے گھر ہو کر تمہارے ساتھ کسی پسماندہ علاقے میں رہوں گا۔ گاڑی نہیں رہے گی' پیدل ہو جاؤں گا اور شطرنج کی بساط پر پیدل مہرے ہمیشہ پٹ جاتے ہیں۔"

"بہت بڑا انعام پانے کے لئے بہت بڑی قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں۔ آپ نے زندگی میں بہت کچھ کمایا ہے۔ اب وہ سب کچھ ہار کر بھی بیٹا کما سکتے ہیں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو' ہمیں کوئی درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہئے۔"

"وہ درمیانی راستہ کیا ہوگا؟"

"میں کسی دوسرے بڑے شہر میں تمہارے لئے ایک کوٹھی خریدوں گا تمہیں ماہانہ کم از کم پچاس ہزار دیتا رہوں گا تم وہاں میرے بیٹے کے ساتھ رہو گی۔"

"آپ پھر بازاری عورت سمجھ کر بھاؤ لگا رہے ہیں۔ پہلے شادی کی بات کریں۔ شادی کے بعد آپ جتنا بھی دیں گے وہ صرف ایک ماریہ کے لئے نہیں آپ کے بیٹے اور اس کی ماں کے لئے ہوگا۔"

"تم سمجھتی نہیں ہو' شادی کرنے سے گڑبڑ ہو جائے گی۔ یہ شادی کلثوم سے نہیں چھپے گی۔ شادی کے بعد بیگم ماریہ ربانی کی حیثیت سے تم پر فخر کروں گا۔ ایک بیوی کی سب سے پہلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر اور بچوں کے حوالے سے پہچانی جائے میں نے ایسی چوری چھپے کی شادیاں بہت دیکھی ہیں۔ وہ از خود ظاہر ہو جاتی ہیں اور عورت تو کبھی یہ برداشت ہی نہیں کرتی کہ وہ ساگن بن کر ایک گناہ گار عورت کی طرح خود کو اور اپنے بچوں کو چھپاتی رہے' یہ اس کے مزاج کے خلاف بھی ہوتا ہے اور فطرت کے خلاف بھی۔"

"آپ باتیں بڑی لچھے دار کر رہے ہیں مگر میں قائل ہونے والی نہیں۔"

"یہ لچھے دار باتیں نہیں ہیں یہ زندگی کی سچائیاں ہیں۔ کیا تم اپنے فطری تقاضوں کے خلاف شادی کے بعد ایک گناہ گار کی طرح اپنے بیٹے کے ساتھ چھپ کر رہو گی؟"

"کیوں چھپ کر رہوں گی؟ شادی کا مطلب ہے ازدواجی زندگی کا اعلان اور اعلان تو ضرور ہوگا۔ بائی دا وے' آپ میری بات چھوڑیں' اپنی بات کریں۔ کیا آپ اعلانیہ ایک بیٹے کے باپ نہیں کہلائیں گے۔ کیا سکول کالج اور زندگی کے اہم مراحل میں بیٹے کی ولدیت نہیں لکھیں گے؟ کیا میں ایسے وقت کسی دوسرے باپ کا نام لکھواؤں گی؟"

وہ غصہ سے بولے۔ "بکواس مت کرو۔ وہ میرا بیٹا ہوگا' صرف میرا۔ میرے بعد اسی کے ذریعے دنیا میں میرا نام رہے گا۔ آخری بچی کے بعد سب کچھ چھن جاتا ہے لیکن بیٹے سے اس کے باپ کا نام کوئی نہیں چھین سکتا۔"

"آپ کا یہ عزم اور آپ کے یہ خیالات میرے اطمینان کے لئے کافی ہیں۔ آپ جائیں اور اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے رہیں۔ مجھے اپنے گاڈ پر پورا بھروسا ہے۔ آپ مجھ سے شادی کریں گے اور بیٹے کے ناجائز کہلانے سے پہلے شادی کریں گے۔"

میں سر جھکا کر کھڑکی کے پاس چلی آئی۔ میرے اندر آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ مجھے ڈیڈی کی دوسری شادی پر اعتراض نہیں تھا۔ میں ایک لڑکی ہوں۔ اس حوالے سے کہتی ہوں کہ ماریہ کو اس کا حق ملنا چاہئے مگر میری ممی کے حقوق نہیں چھیننے چاہئیں۔

اور شاید ایسے ہونے والا تھا۔ میں اپنی ممی کی ضد اور ان کی تند مزاجی کو بھی اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ دوسری عورتیں بحالت مجبوری سوکن کو برداشت کرلیتی ہیں مگر وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مجبور نہیں تھیں۔ خود مختار تھیں' خود سر تھیں۔ دوسروں کو تو جھکاتی ہی تھیں۔ اپنے شوہر کو بھی جھکا سکتی تھیں۔ جو مضبوط شاخ نہیں جھکتی ہے۔ وہ ٹوٹ جاتی ہے' مجھے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا۔ ڈیڈی مضبوط بننا چاہیں گے تو ٹوٹ جائیں گے اور ممی اف تک نہیں کریں گے۔

میں ندا کے ساتھ گھر واپس جاتے ہوئے سوچنے لگی' کیا مجھے ممی کو سمجھانا چاہئے؟ کیا وہ اس اہم ازدواجی مسئلے میں مجھے اہمیت دیں گی؟ وہ تو اس معاملے میں مجھے بچی ہی سمجھتی رہیں گی۔

☆=========☆=========☆

گھر پہنچ کر ممی کا سامنا ہوا تو میں ان سے بے اختیار لپٹ گئی' یہ سوچ کر دل دکھ رہا تھا کہ ممی نے ایک بیٹا پیدا نہیں کیا' اس کے نتیجے میں سوکن کا عذاب ان پر نازل ہو گا۔

انہوں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے' آج میری بیٹی کو مجھ پر اتنا پیار کیوں آرہا ہے؟"

میں نے ان کے سوال کو ٹالتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ جلدی سے کھانا لگوائیں۔"

"تم مجھ سے لپٹ کر پیار نہ کرتیں تب بھی کھانا ضرور ملتا۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "میں نے ملازم سے پہلے ہی کھانا لگانے کے لیے کہہ دیا تھا' تم بولو' کیا کالج سے ندا کے پاس چلی گئی تھیں؟"

"ہاں ممی' اب تو میں ماریہ آنٹی کے پاس پڑھنے نہیں جاتی ہوں۔ ندا وہاں تنہا جاتی ہے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے۔"

"کیوں پسند نہیں ہے؟ کیا ماریہ اسے توجہ سے نہیں پڑھا رہی ہے؟"

"آنٹی ماریہ' اپنے فرائض کی ادائیگی میں مخلص ہیں۔ مگر وہ اپنے گھر کی صفائی بھی کرتی ہیں' کچن بھی سنبھالتی ہیں۔ اسے وقت گزارنے کے لیے ہماری کوٹھی جیسا کھلا ماحول ملنا چاہیے' میں چاہتی ہوں' یہ کل سے وہاں نہ جایا کرے۔"

"میں تمہارے ڈیڈی سے کہوں گی' ماریہ یہاں آکر ندا کو پڑھایا کرے گی۔"

میں نہیں چاہتی تھی کہ آنٹی ماریہ ہماری کوٹھی میں آئیں۔ مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ ایک تو اس ٹیچر اور گورنس کے تعلقات ہمارے ڈیڈی سے تھے' پتا نہیں ندا ایسے تعلقات کو کس حد تک سمجھ رہی ہو گی پھر خلاف توقع ایک پرائی عورت سے اولاد ہونے

کی بات سامنے آئی تھی اور شاید ماریہ اور ڈیڈی کی شادی کے سلسلے میں کوئی ہنگامہ کھڑا ہونے والا تھا۔ جب تک شادی نہ ہوتی' تب تک ڈیڈی اور ماریہ کے تعلقات خلاف تہذیب تھے۔ میں اپنی چھوٹی بہن کو معیوب حرکتیں کرنے والے باپ سے دور نہیں رکھ سکتی تھی۔ مگر ماریہ سے تو دور رکھ سکتی تھی۔

میں نے کہا۔ "ممی' کیا ضروری ہے کہ ندا کو ماریہ آنٹی ہی پڑھایا کریں' اس کوٹھی میں کوئی دوسری ٹیچر اور گورنس بھی تو آسکتی ہے۔"

"ماریہ ہمارے ایک وفادار ملازم کی بیوہ ہے۔ اس کی ملازمت بحال رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ہم نے اسے رہائش کے لیے فلیٹ دیا ہوا ہے۔ ماہانہ دس ہزار روپے دیتے ہیں۔ اگر وہ ندا کو نہیں پڑھائے گی تو ہمیں اسے ہیڈ آفس میں کوئی جاب دینی ہو گی۔ میں تمہارے ڈیڈی سے بات کروں گی۔"

ملازم نے میز پر کھانا لگایا۔ ہم دونوں بہنیں ممی کے ساتھ کھانے لگیں۔ میں نے کہا۔ "ممی' کل میں نے خواب میں اپنا ایک چھوٹا بھائی دیکھا ہے۔"

انہوں نے کھاتے کھاتے رک کر مجھے دیکھا پھر لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "خواب دیکھنا یا نہ دیکھنا اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ میں تم سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ ایسے خواب نہ دیکھو مگر ایسے خواب کی تعبیر کبھی نہیں ملے گی۔"

"آپ ہی تو کہتی ہیں' انسان چاہے تو ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔"

انہوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "یہ ناممکن ہے کہ ہمارے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ ناممکن نہیں ہے؟ کیا بیٹا ہو سکتا ہے؟"

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔"

"مگر کیسے؟ تم اب بچی نہیں رہی ہو۔ میں اپنی میڈیکل رپورٹ کے بارے میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ میں آئندہ ماں نہیں بن سکوں گی۔"

"یہ میں جانتی ہوں مگر..... مگر....."

میں آگے کہنے سے ہچکچانے لگی' انہوں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "وہ..... ممی..... میں..... میں کہہ رہی تھی کسی دوسری سے میرا کوئی ایک بھائی پیدا ہو سکتا ہے۔"

وہ ایک دم سے پھٹ پڑیں۔ "کیا بکواس کر رہی ہو؟ کسی دوسری کا مطلب کیا ہوا؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا اپنے باپ کی دوسری شادی کراؤ گی؟ اپنی ماں پر سوکن لاؤ گی؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟ تمہارا باپ جب تک دوسری شادی نہیں کرے گا تب تک تمہارا کوئی بھائی کہاں سے پیدا ہو گا۔ تم ایک بھائی کے لیے کیسی کیسی باتیں سوچتی رہتی ہو؟"

میں نے سنبھل سنبھل کر کہا۔ "میں آپ کی بیٹی ہوں' آپ پر سوکن لانے کی' اس گھر میں سوتیلی ماں لانے کی بات نہیں سوچوں گی' آپ غصہ نہ کریں تو ایک بات کہتی ہوں' کوئی ایسی عورت ہو جو آپ کے پاؤں کی دھول بھی نہ ہو اور وہ یہاں سے دور کسی شہر میں آپ کی محتاج بن کر رہے' آپ کے ٹکڑوں پر پلتی رہے اور اس گھر کے لیے ایک بیٹا پیدا کرے تو....."

وہ ایک دم سے بھڑک کر چمچ اور کانٹے کو پلیٹ پر پٹختے ہوئے بولیں۔ "شٹ اپ! یو نان سینس۔ تمہاری اس چھوٹی سے کھوپڑی میں یہ بات آئی ہے؟ میں تو تمہیں بچی سمجھ رہی تھی' تم تو پکی عورتوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ تمہارے کالج کا ماحول کیسا ہے؟ کیا وہاں ایسی ہی بے ہودہ باتیں کی جاتی ہیں؟"

"پلیز ممی! آپ غصہ نہ کریں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں کہہ رہی ہوں جس سے آپ کو نقصان پہنچے گا۔ میں اور ندا ڈیڈی کی اولاد ہیں' باہر سے ایک بیٹا آئے گا تو وہ بھی ڈیڈی کا ہو گا۔"

وہ چیخ کر بولیں۔ "صدا! میں تمہیں تھپڑ ماروں گی' یہ نہیں سوچوں گی کہ جوان بیٹی پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔ یو سلی گرل' تم میری بیٹی ہو یا دشمن؟"

"میں آپ کو غصہ دلانے والی بات نہیں کروں گی۔ مگر مجھے دشمن نہ سمجھیں۔ میں تو محبت سے آپ کے لیے ایک بیٹا اور اپنے لیے ایک بھائی چاہتی ہوں۔"

"وہ تمہارا سوتیلا بھائی ہو گا' سگا نہیں۔"

"وہ ہمارے ڈیڈی کا بیٹا ہو گا۔ ایک ہی باپ کی اولاد سوتیلی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"اولاد مائیں پیدا کرتی ہیں' ماؤں کے حوالے سے انہیں سگا اور سوتیلا کہا جاتا ہے۔"

"یہ کیسی بات ہے ممی! اولاد باپ کے نام سے اور باپ کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے پھر ماں کے حوالے سے انہیں سوتیلا کیوں کہا جاتا ہے؟"

"جنہوں نے ایسے رواج اور رشتے بنائے ہیں' ان سے جا کر پوچھو۔"

"آپ ہمیں بچپن سے ہر بات سمجھاتی آئی ہیں' یہ بھی سمجھا دیں۔"

"میں اتنا ہی سمجھتی ہوں اور سمجھاتی ہوں کہ باہر سے آنے والی کوئی بھی اولاد میرے لیے سوتیلی ہو گی اور میں سوتیلی ماں کہلاؤں گی اور اب تم سمجھ دار ہو گئی ہو۔ تمہیں ماں کی طرف سے یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ میرے باپ اور تمہارے تاتا نے اپنی محنت سے اتنا بڑا کاروبار پھیلایا ہے تمہارا باپ تو کنگال تھا یہ اتنا بڑا کاروبار اور بے انتہا دولت میں تمہیں اور ندا کو دوں گی کسی سوتیلے بیٹے کو کبھی نہیں دوں گی۔"

"کوئی بات نہیں بے شک نہ دیں۔ میں نے تو پہلے ہی کہا ہے کہ وہ دوسری آپ سے کمتر رہے گی۔ آپ کے سامنے سر نہیں اٹھائے گی' آپ سے آپ کی دولت اور جائیداد کا مطالبہ نہیں کرے گی کیونکہ وہ سب کچھ آپ اپنی بیٹیوں کے نام کر چکی ہوں گی۔"

انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا پھر کہا۔ "بڑوں کے معاملات میں بول رہی ہو مگر تمہارے دودھ کے دانت ابھی ٹوٹے نہیں ہیں۔ تم دنیا کو دیکھتی ہو' دنیا کو سمجھتی ہو۔ تمہارے ڈیڈی کو میرے لائف پارٹنر اور بزنس پارٹنر کی حیثیت سے کچھ حصہ ضرور ملے گا۔ وہ جو کچھ پائیں گے' میرے سوتیلے بیٹے کو دیں گے۔ ان معاملات میں الجھنے سے بہتر ہے' کوئی بیٹا نہ ہو۔"

باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو وہ بولیں۔ "لو' تمہارے ڈیڈی آ گئے۔ ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کرنا۔ اگر ایک بیٹے کی بات کرو گی تو وہ فوراً ہی دوسری شادی کرنے کے لیے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جائیں گے۔ مرد کو تو کسی دوسری کے پاس جانے کے لیے ایک بہانہ کافی ہوتا ہے۔"

ڈیڈی آ گئے۔ انہوں نے مجھے اور ندا کو دیکھا پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر بولے۔ "ندا' تم اپنی آنٹی کے گھر سے یونہی چلی آئیں۔ آنے سے پہلے انہیں انفارم تو کرنا چاہیے تھا۔"

ندا نے کہا۔ "آپی وہاں آئی تھیں۔ میں ان کے ساتھ آئی ہوں۔"

"ٹھیک ہے' مگر اپنی ٹیچر سے اجازت لے کر آنا چاہیے تھا۔ وہ تمہارے لیے پریشان ہو رہی تھی پھر ملازم نے بتایا کہ تم صدا کے ساتھ گئی ہو۔"

ممی نے پوچھا۔ "کیا تم ماریہ کے گھر گئے تھے؟"

"ہاں' ادھر سے گزر رہا تھا' سوچا ندا کو ساتھ لیتا چلوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ممی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔ "تمہیں پریشانی کیا ہے؟ ندا کو ڈرائیور وقت پر لے جاتا ہے اور وقت پر لے آتا ہے۔ تمہیں وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں باپ ہوں' کسی ضرورت کے بغیر اپنی بیٹی کے پاس جا سکتا ہوں۔ میرا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے' میں یونہی وقت ضائع کرنے تو وہاں نہیں جاؤں گا۔"

میں نے کھاتے کھاتے نظریں اٹھا کر ڈیڈی کو دیکھا۔ وہ کتنی صفائی سے جھوٹ بول رہے تھے۔ ہم جیسے باپ کی بیٹیاں شادی سے پہلے ہی مردوں کی ہیرا پھیری اور فراڈ کو بڑی حد تک سمجھ لیتی ہیں۔ اسی وقت ڈیڈی نے بھی میری طرف دیکھا۔ پھر فوراً ہی نظریں جھکا کر بولے۔ "تم بڑی ہو' تمہیں تو انفارم کرنا چاہیے تھا کہ تم وہاں سے ندا کو لے جا رہی ہو۔"

میں نے سر جھکا کر کہا۔ "وہ ایسی حالت میں تھیں کہ میں انہیں انفارم نہیں کر سکتی تھی۔"

ممی نے حیرانی سے پوچھا۔ "ماریہ کیسی حالت میں تھی؟"

ڈیڈی پریشان ہو گئے۔ انہوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا' میں نے کہا۔ "ممی' ماریہ آنٹی کی ایک بوڑھی رشتے دار ہیں' وہ آنٹی سے شادی کے معاملے میں ڈسکس کر رہی تھیں۔"

ڈیڈی ڈش میں سے اپنی پلیٹ میں سالن لے رہے تھے۔ ان کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ گیا۔

ممی نے کہا۔ "تم سے چمچ بھی ٹھیک طرح پکڑا نہیں جاتا۔ ندا! اپنے ڈیڈی کو سالن دو۔ بائی دا وے' ماریہ جوان ہے' گڈ لکنگ ہے۔ کب تک بیوگی کی زندگی گزارے گی' اسے شادی کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "اچھا آئیڈیا ہے۔ آنٹی ماریہ پر ہمارے بڑے احسانات ہیں۔ اگر وہ شادی کریں اور بیٹا پیدا ہو تو وہ بیٹا ہم مانگ لیں گے۔"

ڈیڈی کچھ پریشان ہو کر مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

ممی نے غصے میں کہا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے' جب سے آئی ہو' ایک بیٹے اور بھائی کی بات کر رہی ہو۔ میں نے ابھی تمہیں سمجھایا ہے کہ ایسی باتیں نہ کرو۔ کیا آج تم نے مجھے غصہ دلانے کی قسم کھا رکھی ہے؟"

ڈیڈی ایک گہری سانس لے کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ اب وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ میں نے ان کی اور ماریہ کی تمام باتیں سن لی ہیں۔ ندا سالن اور روٹیاں ان کے آگے رکھ رہی تھی اور وہ چپ چاپ بیٹھے مجھے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے' میں ان سے نظریں چرا رہی تھی۔ جب کہ میں چور نہیں تھی۔ چوری تو وہ کر رہے تھے اور بری طرح پھنسنے والے تھے۔

ممی نے ان سے پوچھا۔ "آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں' کھاتے کیوں نہیں؟"

انہوں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں یونہی منہ جھوٹا کرنے بیٹھ گیا تھا' ورنہ پیٹ بھرا ہوا ہے۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ ممی بڑبڑانے لگیں۔ "ان کے رنگ ڈھنگ بدلتے جا رہے ہیں۔ آفس سے پتا چلا ہے کہ یہ دوپہر کے بعد دفتر میں نہیں رہتے ہیں۔ یہ ضرور کہیں گل کھلانے جاتے ہیں۔"

اس بات پر ندا نے مجھے اور میں نے اسے دیکھا۔ ہم دونوں بہنیں جانتی تھیں کہ ڈیڈی اکثر دوپہر کے بعد ماریہ آنٹی کے فلیٹ میں آتے ہیں۔ پتا نہیں ندا اس بات کو کتنی دور تک سمجھتی تھی۔ فی الحال اس کی نظروں میں معصومیت سے اتنا ہی سمجھ میں آیا کہ وہ باپ کے وہاں آنے جانے والی بات چھپا رہی ہے۔

میں کھانے کے بعد اپنے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ پہلے ہم دونوں بہنوں کا ایک ہی کمرا تھا' جب سے میں کالج جانے لگی تھی' تب سے ممی نے میرے لیے ایک الگ بیڈ روم سیٹ کر دیا تھا۔ میں بیڈ روم کی بالکنی میں آ کر ٹہلنے لگی۔ اس وقت میرے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ میں نے اسے کان سے لگایا پھر دوسری طرف سے شہزاد کی آواز سنتے ہی تھم سی گئی۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ مجھے فون پر مخاطب کرے گا۔ اس نے کہا۔ "ہیلو صدا! میں ہوں شہزاد۔"

میں اس کی آواز پہچان چکی تھی پھر بھی انجان بن کر بولی۔ "کون شہزاد؟"

"میں شہزاد امجد ہوں' کالج میں تم سے ایک سال سینئر ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "میرا موبائل نمبر کہاں سے معلوم کیا؟"

"تلاش کرنے والوں کو تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ بس یوں سمجھ لو' تم سے دو باتیں کرنے کے لیے کئی روز سے بھٹک رہا ہوں۔ کالج میں تمہیں دیکھتا ہوں لیکن تمہارے تیور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سمجھ کر مخاطب نہیں کرتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا فون پر مخاطب کرو گے تو تیور بدل جائیں گے؟"

"میں تمہارے چہرے پر غصہ نہیں' مسکراہٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی فون پر تمہیں غصہ ہوتے نہیں دیکھ رہا ہوں۔ شاید تم مسکرا رہی ہو۔"

میں کچھ سوچے سمجھے بغیر مسکرانے لگی پھر بولی۔ "تمہیں بڑی خوش فہمی ہے۔"

"خوش فہمی میں مبتلا ہونے کا حق مجھ سے نہ چھینو۔ کالج میں تمہاری بے رخی دیکھتا ہوں' مگر گھر آتا ہوں تو میرے خیالوں میں تم ہنسنے بولنے لگتی ہو۔"

"کیا یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟"

"کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔"

"فلمی اور افسانوی باتیں کرو گے تو فون بند کر دوں گی۔"

"میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں' کیا انسان کو اس کے اچھے اعمال کا اچھا نتیجہ ملتا ہے؟"

"ملتا ہے' یہ تو ہم بچپن سے سنتے اور پڑھتے آئے ہیں اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔"

"مجھے بھی اپنی بہتر کارکردگی کا انعام ملنا چاہیے۔ میں نے تمہاری خاطر آوارہ مزاج دوستوں کو چھوڑ دیا ہے۔ کالج میں ہر لڑکی کی عزت کرتا ہوں۔ تمہارے رویے نے سمجھا دیا ہے کہ محبت کرنے والوں کی زندگی میں صرف ایک چاہنے والی آتی ہیں۔ ہم اس سے دل لگی کر سکتے ہیں اور دل لگا سکتے ہیں۔ تم اس بات کی چشم دید گواہ ہو۔"

"ہاں' میں نے دیکھا ہے۔ تم بہت بدل گئے ہو لیکن یہ تبدیلی کتنے دنوں تک رہے گی؟"

"میں ساری زندگی ایسا ہی رہوں گا صرف یہ یقین ہو جائے گا کہ جسے میں چاہتا ہوں وہ بھی مجھے چاہتی ہے۔ کیا وہ مجھے چاہے گی؟"

"دل میں بے ایمانی نہ ہو' ارادے کمزور نہ ہوں' زبان سچی ہو تو محبت کا جواب ضرور محبت سے ملتا ہے۔"

"کل کالج آؤں گا تو سمجھنا چاہوں گا کہ تمہاری بات کس حد تک درست ہے۔"

"تم کبھی اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ کوئی شریف زادی فوراً ہی تمہارے پاس آ کر

اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں دے دے گی۔"

"جب میں اپنا اعتماد قائم رکھوں گا تو وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں ضرور دے گی۔"

"اور اعتماد ایک دو دن میں قائم نہیں ہوتا یا تو برسوں لگ جاتے ہیں یا پھر شادی کا بندھن اعتماد قائم کرتا ہے۔"

"تم بہت لمبے عرصے کی بات کر رہی ہو مگر میں تمہارے اعتبار پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے کہا۔ "تم پہلے اعتماد قائم کرنے والی باتیں کر رہے ہو اور یہ اچھی بات ہے۔ میں کالج میں آؤں گی' شب بخیر۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ اس سے باتیں کرتے وقت میں بڑی اپنائیت محسوس کر رہی تھی۔ وہ تو پہلے ہی سے اچھا لگتا تھا' اب اور اچھا لگنے لگا۔ میں اپنے گھریلو حالات کے پیش نظر اپنے چاہنے والے پر پہلے اعتماد کرنا چاہتی تھی اور یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ میری خاطر واقعی تبدیل ہو چکا ہے یا نہیں؟ یہ کبھی نہیں بھولنا چاہتی تھی کہ کوے ہنس کی چال چلتے ہیں۔

مجھے اندر سے نئی نئی مسرتوں کا احساس ہو رہا تھا۔ جلدی سونے کی عادی تھی مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں اپنے بیڈ روم سے نکل کر ممی کے پاس آ گئی۔ وہ اپنی الماری کھول کر دوسرے دن کے لیے اپنے لباس کا انتخاب کر رہی تھیں۔ انہیں نے مجھے دیکھ کر پوچھا۔ "جاگ رہی ہو؟"

"میں نے بیڈ کے سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"پوچھو مگر الٹی سیدھی باتیں نہ کرنا۔"

"ممی! ڈیڈی سے آپ کی شادی کیسے ہوئی تھی؟"

"جیسے سب کی ہوتی ہے۔"

"میرے پوچھنے کا مطلب ہے آپ نے ڈیڈی کو پسند کیا تھا یا انہوں نے آپ کو پرپوز کیا تھا؟"

"تمہارے ڈیڈی ہمارے ہیڈ آفس کے جنرل منیجر تھے۔ میں اکثر وہاں جاتی رہتی تھی۔ وہ بھی کسی نہ کسی کام سے ہماری کوٹھی میں آتے تھے' تمہارے نانا چاہتے تھے کہ مجھے ایک فرمانبردار مگر قابل شوہر ملے' کسی نااہل سے میرا رشتہ ہو گا تو وہ اپنی نااہلی کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باعث ہمارا اتنا بڑا کاروبار نہیں سنبھال سکے گا۔"

میں نے کہا۔ "اور میرے ڈیڈی بڑی ذہانت اور محنت سے آپ کا کاروبار سنبھال رہے تھے۔"

"ہاں' تم عمر کی ایسی منزل میں ہو' جہاں تمہیں بہترین مستقبل کے لیے کاروباری انداز میں سوچنے کا ڈھنگ آنا چاہیے۔ جوانی کی سب سے بڑی بھول یہ ہوتی ہے کہ انسان محبت اور جذبات میں الجھ جاتا ہے۔ جب زندگی کی ضرورتیں چیخنے لگتی ہیں۔ تب سمجھ میں آتا ہے کہ زندگی صرف جذبات سے نہیں گزرتی' مرد کو پہاڑ کاٹنے والا فرہاد بننا چاہیے اور عورت کو تین بار قبول کہنے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہیے کہ جسے وہ قبول کر رہی ہے' وہ اس کے لیے ساری زندگی پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر نکالتا رہے گا۔"

"بے شک' آپ نے سوچ سمجھ کر ڈیڈی کا انتخاب کیا تھا۔"

"اور یہی سوجھ بوجھ تم میں ہونی چاہیے۔ جوانی میں بہت سے چہرے اچھے لگتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو پیار کرنے اور پوجنے کو جی چاہتا ہے لیکن دانش مندی یہ ہوتی ہے کہ زندگی سنوارنے والے کا انتخاب کیا جائے جب شادی ہو جائے تب اس سے محبت کی جائے۔ شادی سے پہلے صرف نادان اور جذباتی لڑکیاں محبت کرتی ہیں۔"

ڈیڈی لان میں چہل قدمی کر کے واپس آئے اور بیڈ روم میں داخل ہوتے ہی مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ میں بچی نہیں رہی ہوں۔ ان کے بارے میں بہت کچھ جان چکی ہوں اور بات صرف جاننے کی حد تک نہیں ہے۔ ان کی طرح میں بھی ایک بھائی کی تمنا کر رہی ہوں اور کھانے کی میز پر ماریہ سے ہونے والے بیٹے کی بات کہہ کر گویا ان کی حمایت کر رہی ہوں۔ انہوں نے بڑی شفقت سے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ میں سر جھکا کر بیڈ روم سے باہر آگئی انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔

میں اپنی عادت سے مجبور تھی۔ کھڑکی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ ممی سے کہہ رہے تھے۔ "ہماری بیٹیاں ایک بھائی کے لیے ترس رہی ہیں۔ میں تم سے بات کرنے والا تھا۔ اگر تم ٹھنڈے دل سے سمجھوتا کرنا چاہو تو....."

وہ کہتے کہتے جھجک گئے۔ ممی پتھر مارنے کے انداز میں بولیں۔ "تو تم ایک بیٹے کے لیے دوسری شادی کرو گے' ایک بیٹا پیدا کرو گے؟"

"ہاں' مگر وہ تمہارے برابر کی نہیں ہو گی۔ صرف بیٹا پیدا کرنے کی حد تک اس کی

اہمیت ہو گی۔ اسے ہمارے گھر سے ہماری سوسائٹی سے بہت دور رکھا جائے گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ڈیڈی نے پوچھا۔ "تم اس طرح گھور کر کیا دیکھ رہی ہو؟"

"دیکھ رہی ہوں کہ باپ اور بیٹی کی زبان سے ایک ہی بات نکل رہی ہے۔ صدا بھی یہی کہہ رہی تھی کہ وہ دوسری بچہ سے کمتر ہو گی۔ اسے یہاں سے بہت دور کسی شہر میں رکھا جائے گا۔ اب میری سمجھ میں آرہا ہے' تم بیٹی کے ساتھ مل کر اندر ہی اندر کچھ کر رہے ہو۔ میں اسے معصوم بچی سمجھ رہی تھی اور وہ تمہارے ساتھ مل کر میرے خلاف کوئی کھیل' کھیل رہی ہے' کہاں ہے وہ؟ میں ابھی اس کا مزاج درست کرتی ہوں۔"

میں سمجھ گئی کہ اب وہ میرے پاس آئیں گی۔ میں وہاں سے بھاگ کر اپنے بیڈ روم میں جانا چاہتی تھی لیکن وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر آگئیں۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "اچھا' تو چھپ کر باتیں سن رہی ہو۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ باپ کے ساتھ کی ہوئی پلاننگ کے نتیجے میں میرا جواب کیا ہو گا؟"

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بیڈ روم میں لے آئیں اور بولیں۔ "میرے لیے میرے ہی پیٹ کی اولاد گڑھا کھود رہی ہے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "کلثوم! کیوں اس پر غصہ دکھا رہی ہو۔ یہ تو معصومیت سے ایک بھائی کی تمنا کر رہی ہے۔"

"اور تم اس کی معصومیت سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ تم نے اس بے وقوف لڑکی کو سمجھایا کہ پہلے یہ ندا کے ساتھ ماریہ کے گھر سے یہاں آئے اور یہاں آکر ایک بیٹے کی بات چھیڑے۔ اس کے بعد تم آگر اس بات کو آگے بڑھاؤ گے۔ تم دونوں کی یہ پلاننگ صاف سمجھ میں آرہی ہے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "تم کچھ نہیں سمجھ رہی ہو۔ اسے جانے دو' یہ ہمارا اور تمہارا معاملہ ہے۔"

ممی نے میرا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم ابھی نہیں جاؤ گی' یہیں رہو گی۔"

"دیکھو کلثوم' یہ ہمارا معاملہ ہے۔ ہم نمٹ لیں گے' اس بچی نے کچھ نہیں کیا ہے۔"

وہ ڈانٹ کر بولیں۔ "تم چپ رہو۔ صدا! تم کہہ رہی تھیں کہ تم میری دشمن نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو' میری بہتری کے لیے بول رہی ہو۔ اس وقت میں چپ رہی تھی۔ اب بتاؤ' میری بہتری کی بات تمہارے دماغ میں کس نے گھسائی ہے؟"

ڈیڈی نے میرے آگے ڈھال بن کر کہا۔ "میں نے..... میں تمہارا گناہ گار ہوں۔ مگر اپنی بچیوں کے حوالے سے ایک مجرم ہوں۔ میں جذبات میں اندھا ہو گیا تھا۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ جو حرکتیں کروں گا اس کا اثر میری اولاد پر کیا ہو گا؟ میں دنیا والوں سے چھپ کر ماریہ سے ملتا رہا' یہ بھول گیا کہ وہاں میری چھوٹی چھوٹی بیٹیاں پڑھتی لکھتی ہیں۔ ان کے کچے ذہنوں میں یہ بہت سی باتیں پکتی رہتی ہوں گی۔ میں اندھا ہو گیا تھا۔ میری بیٹیاں مجھے نظر نہیں آئیں۔ یہ بات ابھی معلوم ہوئی ہے کہ جو باتیں اس عمر کی لڑکیوں کو نہیں سمجھنی چاہئیں۔ وہ صدا سمجھ رہی ہے۔"

ممی تو جیسے آتش فشاں ہو گئیں۔ اِدھر سے اُدھر چیختی ہوئی جانے لگیں۔ جو چیز ہاتھوں میں آئی اسے اٹھا کر فرش اور دیواروں پر مارتی رہیں۔ ان پر جنون طاری ہو گیا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھیں۔ "اتنا بڑا دھوکا! میں آج تک اندھا اعتماد کرتی رہی' یہ سمجھتی رہی کہ ایک کیچڑ میں پڑے ہوئے آدمی کو پستی سے اٹھا کر بلندی پر پہنچایا ہے' یہ میرا احسان مند رہے گا۔ اس سے شادی کر کے اسے تاجر برادری میں عزت دی ہے۔ یہ میرا وفادار رہے گا لیکن کیسی احسان مندی؟ کہاں کی وفاداری؟ نالی کے کیڑے نالی میں ہی اچھے رہتے ہیں' کسی کم ظرف کو اس کی اوقات سے زیادہ عزت دو تو وہ عزت دینے والوں کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہو گی کہ ماریہ جیسی طلازمہ کو میری جگہ دے دی۔"

انہوں نے پیتل کا ایک گلدان اٹھا کر اسے فانوس کی طرف اچھال دیا۔ فانوس کے شیشے بکھر کر فرش پر آئے۔ پتا نہیں وہ اور کیسی توڑ پھوڑ کرنے والی تھیں۔ میں دوڑ کر ان لپٹ گئی۔ "نہیں ممی! غصہ نہ کریں۔ چپ ہو جائیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے' کوئی آپ کی جگہ نہیں لے سکتی۔ آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو گا۔"

"ہونے کے لیے اور کیا باقی رہ گیا ہے؟ چھوڑ دو مجھے' ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔ میں سب کچھ توڑ دوں گی سب کچھ برباد کر دوں گی۔ اس آدمی کی عیاشی کے لیے ایک تنکا نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے انہیں نہیں چھوڑا۔ اچھی طرح جکڑ کر رکھا۔ وہ بھی جیسے تھک گئی تھیں

اور ہانپنے لگی تھیں۔ انہوں نے ہانپتے ہوئے ڈیڈی سے کہا۔ "دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔ میں ابھی اپنے وکیل کو فون کروں گی۔ وہ نئے کاغذات تیار کرے گا۔ تمہیں میرے کاروبار سے بے دخل کرے گا۔ پر کٹنے کے بعد اونچی اڑان سے نیچے گرو گے تو کوئی تمہیں اٹھانے والا بھی نہیں ہو گا۔ صدا! اس آدمی سے کہہ دو' میرے سامنے سے چلا جائے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "میں باہر کا کوئی آدمی نہیں ہوں کہ تم دھکا دو اور میں نکل جاؤں۔ جس بات پر تم چیخ رہی ہو' یوں ہنگامے کر رہی ہو' اس سلسلے میں سہولت سے کسی نتیجے پر پہنچ سکتی ہو؟"

وہ پھر چیخ کر بولیں۔ "اب میں تم سے وکیل کے ذریعے بات کروں گی۔"

"ایسی کوئی قیامت نہیں آگئی ہے کہ تم یوں حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی ہو۔ یہ معاملہ جب گھر سے باہر جائے گا تو اس طرح چیخ چیخ کر نہیں بول سکو گی۔ وہاں تمہیں نارمل بولنا ہو گا۔ بہتر ہے یہاں نارمل رہ کر گھر کی بات گھر میں رہنے دو۔"

وہ کچھ دھیمی پڑ گئی تھیں۔ میں نے اپنی گرفت ڈھیلی کر کے انہیں ایک صوفے پر بٹھایا۔ پھر میں نے ڈیڈی سے کہا۔ "ممی نارمل رہیں گی' پلیز! آپ کسی دوسرے کمرے میں چلے جائیں۔"

وہ نہیں جانا چاہتے تھے۔ جب بھید کھل ہی گیا تھا تو وہ اس سلسلے میں کسی نتیجے پر پہنچنا چاہتے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑا پھر کہا۔ "یہاں سے چلیں۔ آپ نے میری ممی کا دل دکھایا ہے' آپ انہیں اور پریشان نہ کریں۔"

میں انہیں لے کر بیڈ روم سے باہر آئی پھر ٹھٹک گئی۔ سامنے نیم روشنی میں ندا سر جھکائے کھڑی تھی اور رو رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ مجھ سے لپٹ کر سسک سسک کر رونے لگی۔ میں نے تو یونہی پوچھا تھا کہ کیوں رو رہی ہے؟ ورنہ سمجھ میں آنے والی بات تھی' ممی نے چیخ چیخ کر سارا گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔ توڑ پھوڑ مچا رکھی تھی پھر ڈیڈی کے خلاف جو کچھ بولتی رہی تھیں۔ وہ سب کچھ سن کر اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ ڈیڈی کی چوری پکڑی گئی ہے۔ اس چوری سے ماں کا دل دکھ رہا ہے۔ اسے رلانے کے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔

میں اس کے آنسو پونچھ کر اسے اس کے کمرے میں لے آئی۔ ڈیڈی وہیں کھڑے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہے' بیوی کی طرف نہیں جا سکتے تھے۔ وہاں اپنا اعتماد کھو دیا تھا۔ بیٹیوں کی طرف نہیں آ سکتے تھے۔ یہاں ہم سے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ کہنے اور کرنے کی جتنی باتیں تھیں' وہ بچوں سے نہیں کی جا سکتی تھیں۔

میں تقریباً ایک گھنٹے تک ندا کے پاس رہی۔ جب وہ سو گئی تو اپنے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ ڈرائنگ اور ڈائننگ روم کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ تاریکی میں ڈیڈی سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے ان پر ترس آ رہا تھا۔ میں عجیب الجھن میں تھی کیونکہ ممی سے بھی ہمدردی تھی۔ میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ میری ماں سے ان کے حقوق چھینے جائیں۔

ایک طرف ماں سے ناانصافی ہو رہی تھی' دوسری طرف باپ اپنی جائز ضرورت پوری کرنے کا حق رکھتا تھا۔ دین کے اور دنیا کے قوانین کے مطابق ممی کو ان کا یہ حق تسلیم کرنا چاہیے تھا مگر وہ تسلیم نہیں کر رہی تھیں اور نہ ہی آئندہ ان سے ایسی توقع کی جا سکتی تھی۔

میں نے کمرے میں آ کر بیڈ کی طرف دیکھا۔ وہاں سونے کو تو کیا لیٹنے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔ میں ایک جگہ بیٹھ گئی' سر جھکا کر سوچنے لگی۔ میری طرح ڈرائنگ روم کی تاریکی میں ڈیڈی کا بھی سر جھکا ہوا تھا اور بیڈ روم کی تنہائی میں ممی کا بھی سر جھکا ہوا ہو گا۔

شاید ممی سر جھکا کر اپنی غلطیوں کا حساب کر رہی ہوں گی کہ انہوں نے ڈیڈی جیسے شخص سے کیوں شادی کی؟ ادھر ڈیڈی گناہ گار تھے' ان کا سر تو جھکنا ہی چاہیے تھا لیکن ماں کی غلطیوں اور باپ کے گناہوں سے میرا سر جھک گیا تھا۔ پتا نہیں اب ان کے درمیان کیا فیصلہ ہونے والا تھا۔ وہ سمجھوتا کرنے والے تھے یا ایک دوسرے سے ٹوٹ کر الگ ہو جانے والے تھے۔ پتا نہیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا تھا۔

میں ماریہ کے بارے میں نہیں سوچ رہی تھی' مجھے تو اپنی ماں سے محبت تھی۔ جس سے گہرا رشتہ ہوتا ہے' دلی لگاؤ ہوتا ہے' دل اسی کے لیے تڑپتا ہے۔ ماریہ کا خیال آیا تو ایک ناگواری کا احساس ہوا۔ وہ ہمارے گھر کا سکون برباد کر رہی تھی جبکہ ایسا نہیں تھا۔

میں ماں کے معاملے میں جذباتی ہو کر یہ بھول رہی تھی کہ ماریہ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا' وہ ڈیڈی سے دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ انہیں سمجھاتی رہی تھی کہ وہ اپنی طلب میں آگے بڑھنے سے پہلے شادی کریں۔

اگر ڈیڈی اس کی بات مان لیتے اور پہلے شادی کرنے کے سلسلے میں اقدامات کرتے تو اسی وقت ممی کی تند مزاجی اور مخالفت سے بات ختم ہو جاتی۔ ماریہ پر کوئی بات نہ آتی اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ماریہ عزت آبرو کے ساتھ رہتی۔ اب تو وہ بے آبرو بھی ہوئی تھی اور طرح طرح کی بدنامیاں بھی مول لینے والی تھی۔ جس سوسائٹی میں اس کی کچھ عزت تھی' وہیں ایک ناجائز بچے کا بوجھ اٹھا کر گھومنے والی تھی۔ اس پر جو ظلم ہو رہا تھا اور ہونے والا تھا' اس کے پیش نظر ممی کا دکھ اور ان کی شکایات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

ان سب کے ذمے دار ڈیڈی تھے اور اب ممی بھی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے ماریہ پر ظلم کرنے والی تھیں۔

☆=========☆=========☆

وہ رات کیسے گزر گئی' کچھ پتا نہ چلا۔ صبح ناشتے کی میز پر کوئی نہیں آیا۔ میں نے ندا کو اسکول جانے کے لیے تیار کیا اور اسے ناشتا کرانے کے بعد رخصت کر دیا۔ ڈیڈی رات کو ڈرائنگ روم میں تھے۔ صبح نظر نہیں آئے۔ ایک ملازم نے بتایا کہ وہ صبح ہوتے ہی اپنی کار میں چلے گئے ہیں۔ میں نے بیڈ روم میں آ کر دیکھا' ممی گہری نیند سو رہی تھیں۔

پچھلی رات جو باتیں ہوئی تھیں' ان کا ممی پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا وہ تو چیخ چیخ کر اپنی امارت اور بلند مرتبت کا رعب جما رہی تھیں' یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ ایک پل میں ڈیڈی کو بلندی سے پستی میں پھینک سکتی ہیں۔ ان پر دھونس جمائی تھی کہ پچھلی رات بیڈ روم سے انہیں نکالا ہے' آئندہ انہیں گھر سے اور اپنی زندگی سے بھی نکال سکتی ہوں کیونکہ خود پر مکمل اعتماد تھا اس لیے گہری نیند سو رہی تھی۔

میں نے اپنے بیڈ روم میں آ کر شاور لیا' لباس تبدیل کیا پھر ناشتہ کرنے بیٹھ گئی۔ ممی کی گہری نیند بتا رہی تھی کہ وہ ڈیڈی کو کہیں کا نہیں رہنے دیں گی۔ پتا نہیں صبح ہوتے ہی ڈیڈی کہاں چلے گئے تھے؟

پھر میں نے سوچا اور کہاں جائیں گے' ماریہ کے پاس ہوں گے۔ میں نے فون کے ذریعے رابطہ کیا' دوسری طرف سے ماریہ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' کون؟"

"میں صدا ہوں' کیا ڈیڈی وہاں ہیں؟"

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر ماریہ نے کہا۔ "ہاں' وہ واش روم میں ہیں۔ ابھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آ رہے ہیں۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی' اچھا ہوا تم نے فون کر لیا۔"

"آپ کیا باتیں کریں گی' آپ نے تو میری ممی کی زندگی میں زہر گھول دیا ہے۔"

"صدا' میں نے تمہیں تعلیم دی' اچھے برے کی تمیز سکھائی' کسی بھی معاملے میں ذہانت سے سوچنا سکھایا اور تم ماں کے لیے جذباتی ہو کر یہ بھول رہی ہو کہ مجھ پر کس طرح ظلم ہو رہا ہے' کیا تم نہیں جانتیں۔ میں پہلے دن سے تمہارے ڈیڈی کو ایسی غلطیاں کرنے سے روکتی آئی ہوں مگر میں بھی ایک انسان ہوں' تنہا عورت ہوں۔ کوئی اس کی تنہائی میں روز آتا رہے اور ورغلاتا رہے تو وہ تنہا بیوہ عورت کب تک اپنا دامن بچاتی رہے گی۔"

ماریہ کی یہ باتیں سن کر مجھے اس کی پچھلی تمام باتیں یاد آگئیں۔ واقعی' وہ خود کو بچانے کی کوششیں کرتی رہی تھی اور ڈیڈی فلیٹ میں آکر لڑتے جھگڑتے رہتے تھے' اس سے ناراض ہو جاتے تھے' یہ میں نہیں جانتی کہ ڈیڈی تنہائی میں کس طرح روٹھنے' منانے اور جذبوں کو بھڑکانے کے کیا کیا انداز اختیار کرتے ہوں گے۔ بات کچھ بھی ہو' ایسے وقت تو یہی کہا جاتا ہے کہ دونوں بے قصور ہوتے ہیں' شیطان انہیں بہکاتا ہے۔

ماریہ کو ڈیڈی اپنے فلیٹ میں نہیں لائے تھے' شیطان لایا تھا۔ روز دوپہر کے بعد ماریہ کے پاس ڈیڈی نہیں آیا کرتے تھے بلکہ شیطان آیا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ نہ آتے تو شیطان کبھی نہ آتا۔

میں ماریہ کے حق میں قائل ہو گئی۔ وہ بے قصور تھی۔ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی' اور اس قدر زیادتی ہوئی تھی کہ وہ اب بدنامی کا کھلا اشتہار بننے والی تھی۔

میں ماریہ کی آواز سن کر چونک گئی تھی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "چپ کیوں ہو؟ کیا انصاف سے کوئی رائے قائم نہیں کرو گی۔ ہمارے ان معاملات میں تم محض ایک بچی ہو' میری حمایت میں اچھی رائے قائم کرو گی تو میرا بھلا نہیں ہو گا۔ کوئی تمہاری جائز باتوں کو تسلیم نہیں کرے گا لیکن اتنا تو ہو گا کہ مجھے آنسو پونچھنے کے لئے ایک چھوٹا سا رومال مل جائے گا۔"

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مجھے کیا کہنا چاہئے جبکہ میں ماریہ کی مظلومیت کو سمجھ چکی تھی لیکن اس سے ہمدردی کرتے وقت احساس ہوتا کہ میں اپنی ماں کے حق میں ووٹ نہیں دے رہی ہوں۔

میں نے کہا۔ "آنٹی' اس وقت میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا ہے۔ آپ کا قصور ہو یا

نہ ہو' قدرتی طور پر میرا لگاؤ ممی سے ہے' میں ان کے لئے بہت پریشان ہوں۔"

"میں تمہاری پریشانیوں کو سمجھ رہی ہوں' پچھلی رات جو کچھ ہوا' اس کے بارے میں تمہارے ڈیڈی نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"پلیز' ڈیڈی سے کہیں جب بات بڑھ گئی ہے تو اسے آگے بڑھائیں اور کسی نتیجے پر پہنچائیں۔ میدان چھوڑ کر آپ کے پاس نہ آئیں۔ بس میں ڈیڈی سے یہی کہنا چاہتی تھی' آپ یہ بات خود ان سے کہہ دیں۔"

میں نے فون بند کر دیا' میں واقعی یہی چاہتی تھی کہ بات کسی نتیجے پر پہنچ کر ختم ہو جائے ورنہ روز بات بڑھتی رہے گی اور الجھنیں پیدا ہوتی رہیں گی۔ تھوڑی دیر بعد فون کا بزر سنائی دیا۔ میں نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو شہزاد کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو صدا' میں تمام رات جاگتا رہا' تمہارے بارے میں سوچتا رہا۔ صبح ہوتے ہی کالج کے گیٹ پر آگیا تھا۔ یہاں تین گھنٹے سے ٹہل رہا ہوں۔ اب اسٹوڈنٹس آنے والے ہیں' تم آرہی ہو نا؟"

وہ پچھلی رات جاگتا رہا تھا۔ میں کہتی کہ میں بھی جاگتی رہی ہوں تو وہ میرے جاگنے کو رومانوی انداز میں لیتا اور اس سے ایسی اپنائیت نہیں تھی کہ اسے اپنے گھر کے حالات بتا دیتی۔ میں نے کہا۔ "میں نہیں آؤں گی' سو سوری!"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا کہہ رہی ہو' میں یہاں صبح سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ کیا تمہیں میری بے چینی اور محبت کا احساس نہیں ہے؟"

"میں بہت مجبور ہوں' میری ممی بہت بیمار ہیں۔ ان کے پاس رہنا ضروری ہے۔"

اس نے کہا۔ "ابھی نہ سہی' دوپہر کو آجاؤ۔"

"دوپہر کو کالج کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ ہم لڑکیوں کو بے وقت گھر سے نکلنے نہیں دیا جاتا ہے۔"

کسی اور کا فون ہوتا تو میں بیزار ہو جاتی۔ موجودہ الجھنوں کے باعث کبھی کسی سے بات نہ کرتی لیکن اس سے باتیں کرتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا جیسے کڑی دھوپ میں گزرتے ہوئے بادل کا سایہ مل گیا ہو۔ جب پریشانی ہو۔ مسائل الجھ رہے ہوں تو عارضی سکون کے لئے حسب حال کوئی درد بھرا گیت سنا جاتا ہے' **لوگ تو شراب سے غم غلط کرتے** ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں بھی غم غلط کر رہی تھی۔ اس کی آواز نشے کی طرح میرے اندر اتر رہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "دوپہر کو نہ سہی' شام کو کسی سہیلی سے ملنے کے بہانے آجاؤ۔"

"کیا تم بزرگوں دھوکا دینا سکھا رہے ہو۔ میں سہیلیوں کا بہانہ کروں؟ والدین سے جھوٹ بولوں؟ یہ تم مجھے کیا سکھا رہے ہو؟"

وہ گڑبڑا کر بولا۔ "نہیں' یہ بات نہیں ہے۔ وہ تو میں تمہاری ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہا ہوں۔ اس لئے ایسی بات کہہ دی اچھا ہوا۔ تم نے مجھے احساس دلا دیا' آئندہ محتاط رہوں گا۔"

میں نے مسکرا کر چھیڑنے کے انداز میں کہا۔ "محتاط رہو گے یعنی جھوٹ کو اپنے اندر چھپا کر رکھو گے اور مجھ پر ظاہر نہیں کرو گے۔"

"محتاط رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے' میں تو یہ کہہ رہا تھا..... یہ کہہ رہا تھا..... کیا کہہ رہا تھا؟ تم سے باتیں کرنے کے لئے تو پورے ہوش و حواس میں رہنا ہو گا۔ محبت کے جنون میں بولوں گا تو غلطیاں ہوتی رہیں گی۔"

وہ میرے سامنے نہیں تھا۔ مگر میں اس کی بوکھلاہٹ کو سمجھ رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ بڑا مزہ آرہا تھا۔ گھر کے مسائل کو تھوڑی دیر کے لیے بھول گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "نادان بچے بولتے وقت غلطیاں کرتے ہیں' تم نادان تو نہیں ہو؟"

"میں کیا بتاؤں میں' کالج میں دور دور سے دیکھتا ہوں یا فون پر باتیں کرتا ہوں تو بہکنے لگتا ہوں۔ اپنا حال دل یوں بیان کر سکتا ہوں۔

دل نہ دے ساتھ تو اوسان بسک جاتے ہیں
ایک ٹھوکر بھی جو لگتی ہے تو تھک جاتے ہیں
کیا کہیں شدت جذبات کا مطلب کیا ہے
لب تک آئے ہوئے الفاظ اٹک جاتے ہیں

میں نے کہا۔ "اچھا تو جناب شاعر بن رہے ہیں؟"

"میں بھلا ایسی جذبات نگاری کیسے کروں گا۔ یہ میرے پسندیدہ شاعر محمود حسن کے اشعار ہیں۔ میں نے سوچا کہ شاید اس طرح تمہیں میری محبت اور گھبراہٹ معلوم ہو سکے گی۔"

"تم نے اپنی کیفیت اچھی طرح بیان کی ہے' شاعری بولنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔"

وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں بولا۔ "صدا! تمہاری صدا سنائی دے رہی ہے۔

صورت نہیں دکھائی دے رہی ہے۔ کچھ ملنے کی صورت ہو تو صورت دکھائی دے گی۔"

"میں آج کالج نہ آسکی' کل آؤں گی۔"

"کل بہت دور ہے۔ آج کا دن کیسے گزرے گا؟"

"تم نہ گزارو۔ دن خود گزر جائے گا۔ پہاڑ جیسی زندگی گزر جاتی ہے' ایک دن کا حساب نہ کرو۔"

"پتا نہیں ایسے کتنے دن آئیں گے جب تم کسی نہ کسی مجبوری کے باعث دکھائی نہیں دو گی۔ اگر کبھی تم نظر نہ آئیں تو تمہاری تصویر سے دل بہلاؤں گا۔ تم اپنی ایک تصویر تو دے سکتی ہو؟"

"کس رشتے سے تصویر دوں؟"

"محبت کا رشتہ سب سے گہرا اور اٹوٹ ہوتا ہے۔ اسی رشتے سے مانگ رہا ہوں۔"

"تم جذباتی مکالمے بول رہے ہو۔ محبت کرنے والوں کو لڑکی سے نہیں' لڑکی کے ماں باپ سے اس کی تصویر مانگنی چاہئے۔ اگر گہری اور اٹوٹ محبت کا دعویٰ ہے تو میرے باپ سے میری تصویر مانگو۔"

"تمہارے والد سے کیسے مانگ سکتا ہوں۔ میرا مطلب ہے' وہ کیا سوچیں گے؟ مجھ سے پوچھیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں؟ اور ابھی تو میرے پاس کچھ نہیں ہے' ابھی تو میں پڑھ رہا ہوں۔"

"تو پھر پڑھنے میں دل لگاؤ' جب ہاتھ اٹھا کر درخت کی اونچائی سے پھل توڑنے کے قابل ہو جاؤ گے تو تمہیں تصویر بھی مل جائے گی اور تصویر والی بھی۔"

"محبت کا انجام شادی ہوتا ہے اور شادی سے پہلے ایک دوسرے کو سمجھنے والی محبت کی جاتی ہے۔ کیا تم محبت پر یقین نہیں رکھتی ہو؟"

"یقین رکھتی ہوں مگر اپنی تصویر کسی کے پاس نہیں رکھتی۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے تصویر کی نہیں' ذہانت کی ضرورت ہے۔ محبت کرنی چاہئے لیکن محتاط انداز میں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کر سکوں گا۔ صبر کروں گا اور کل تک کالج کھلنے کا انتظار کروں گا۔"

"میں بھی مجبور ہوں۔ تم بھی مجبور ہو۔ انتظار تو کرنا ہی ہو گا۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ ذہن کو بڑا سکون ملا تھا۔ اتنی دیر میں ساری دنیا میرے حافظے سے نکل گئی تھی۔ انسان کی زندگی میں محبت ضروری ہے' یہ نہ ہو تو نفرت اور عداوت کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ میں نے شہزاد کے سحر سے نکل کر دیکھا تو نفرت تھی' ماریہ سے ممی کی عداوت تھی ماریہ سے انصاف نہ کرنے کے لئے' ڈیڈی کا ظلم تھا ماریہ سے ایک بیٹے کا باپ بننے کے لئے۔

میں ممی کے پاس آئی۔ وہ نیند سے بیدار ہو گئی تھیں اور غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر کے باہر جانا چاہتی تھیں۔ میں نے کہا۔ "آپ نے کچھ کھایا نہیں ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "غم کھا رہی ہوں۔ کیا اب باپ کے ساتھ مل کر زہر کھلاؤ گی؟"

"آپ کیوں ایسی باتیں کر رہی ہیں؟ کیوں مجھے دشمن سمجھ رہی ہیں؟"

"تم دشمن ہو۔ اپنے باپ کی بدمعاشیوں کو جان بوجھ کر مجھ سے چھپاتی رہی ہو۔"

میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پھر چپ ہو گئی۔ فون کی گھنٹی مداخلت کر رہی تھی۔ میں ٹیلی فون کی طرف جانے لگی۔ انہوں نے کہا۔ "ٹھہرو! وکیل کا فون ہو گا۔ میں نے کل رات اسے کہا تھا کہ نئے کاغذات تیار کرے۔" یہ کہہ کر وہ فون کے پاس آئیں اور ریسیور اٹھا کر بولیں۔ "ہیلو' میں مسز کلثوم ربانی بول رہی ہوں۔"

پھر وہ دوسری طرف کی آواز سن کر غصے میں بولیں۔ "تم؟ میں فون پر بھی تمہاری آواز سننا نہیں چاہتی۔ اب میرا وکیل تم سے بات کرے گا۔"

میں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "ممی! پلیز بات کریں۔ ہو سکتا ہے' باتوں سے یہ مسئلہ حل ہو جائے' یہ تو آپ سمجھتی ہی ہیں' دوسروں کے سامنے یا عدالت میں غصہ نہیں دکھا سکیں گی تو پھر وہ غصہ یہیں تھوک دیں۔"

میں اِدھر سمجھا رہی تھی' اُدھر ڈیڈی اپنی باتیں کہہ رہے تھے اور جو کچھ انہوں نے کہا' اسے سنتے ہی اور زیادہ غصے سے چیخ پڑیں۔ "کیا..... کیا کہا تم نے؟ باپ بننے والے ہو؟ نہیں..... نہیں' تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم غصہ دلانے اور میرا صبر آزمانے کے لئے ایسا کہہ رہے ہو۔"

میں ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ ڈیڈی نے فائنل دھماکا کیا تھا۔

میں کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ اب توڑنے پھوڑنے کے لیے کتنا سامان رہ گیا ہے؟ ادھر وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھیں۔ "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم کیا

سمجھتے ہو' اس حرام کے تخم کو میرے گھر میں اور میرے خاندان میں جگہ ملے گی؟ میں اس بچے کو اور اس کی ماں کو گولی مار دوں گی۔"

انہوں نے دوسری طرف سے کچھ سنا' پھر بولیں۔ "اگر تم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو ابھی ماریہ کو اس فلیٹ سے دھکے دے کر نکالو اور مجھے یہ لکھ کر دو کہ ماریہ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ ایک بے حیا اور بدکار عورت ہے۔ ایک ناجائز بچے کو جنم دینے والی ہے۔ تم فوراً یہاں آؤ' میں اپنے وکیل کو بلا رہی ہوں۔ تم اس کے سامنے یہ سب کچھ لکھ کر دو گے۔ میں بدکاری کے الزام میں ماریہ کو عبرت ناک سزا دلواؤں گی۔ اگر تم نے یہ لکھ کر نہ دیا اور اس بچے کا باپ ہونے کا دعویٰ کیا تو پھر جانتے ہو کہ سراسر گناہگار ہونے کا اعتراف کرو گے اور یہاں گناہگار کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔"

انہوں نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ممی کو دیکھ رہی تھی۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ ڈیڈی کو کوڑوں کی سزا دلانے کی باتیں کریں گی۔ وہ زخمی شیرنی کی طرح ہانپ رہی تھیں۔ کبھی اِدھر آ رہی تھیں' کبھی اُدھر جا رہی تھیں۔ وہ پھر فون کے پاس آئیں۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگیں..... رابطہ ہونے پر بولیں۔ "ہیلو' میں مسز کلثوم ربانی بول رہی ہوں۔ میر سٹرا کبر علی سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد انہوں نے دوسری طرف سے اپنے وکیل کی آواز سنی پھر کہا۔ "میں نے کل رات اپنے میاں کے بارے میں بتایا تھا۔"

وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگیں پھر بولیں۔ "آپ مجھے صبر کرنے اور اس معاملے کو سہولت سے نمٹانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ یہ معاملہ تو بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ ابھی معلوم ہوا ہے کہ ان کی داشتہ بچے کی ماں بننے والی ہے۔ میں فوراً رپورٹ درج کرانا چاہتی ہوں ورنہ وہ پچھلی کسی تاریخ میں نکاح نامہ بنوا کر اس بچے کو جائز قرار دیں گے۔"

وہ پھر چپ ہو کر سننے لگیں' اس کے بعد بولیں۔ "ہاں ہاں' میں جانتی ہوں۔ رپورٹ درج کراتے ہی ربانی کو ایک گناہگار کی حیثیت سے گرفتار کیا جائے گا۔ پھر سزا کے طور پر اس عیاش گناہگار کو کوڑے مارے جائیں گے۔"

میں ایک دم سے تڑپ گئی۔ کون بیٹی چاہے گی کہ جس باپ نے عزت کمائی ہے۔ اسے ہتھکڑیاں پہنائی جائیں۔ میں برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ ممی محض اپنی ضد کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باعث میرے ڈیڈی کو ذلیل کریں اور میں تو یہ سن کر ہی کانپ گئی تھی کہ انہیں کوڑے مارے جائیں گے۔

میرے اندر جیسے بجلی بھر گئی تھی۔ میں نے لپک کر ممی سے ریسیور چھین لیا۔ پھر اسے کان سے لگا کر چیختے ہوئے کہا۔ "مسٹر اکبر علی' ممی از گوئنگ ٹو بی میڈ۔ ابھی اس دنیا میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو میرے ڈیڈی کو سزا دلا سکے۔ آپ اس معاملے سے دور رہیں۔ یہ گھر کی بات ہے' گھر تک ہی رہے گی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ مجھے گھور کر دیکھ رہی تھیں' کہنے لگیں۔ "میں پہلے ہی جانتی تھی۔ تم باپ سے ملی ہوئی ہو۔ ماریہ تمہیں کتابیں نہیں پڑھاتی تھی۔ یہ پکی پکی باتیں سکھاتی تھی۔ اس فاحشہ نے تمہیں کچھ گھول کر پلا دیا ہے اسی لیے ماں سے دشمنی کر رہی ہو۔"

"بہت ہو چکا ممی! آپ میرے بارے میں جو بھی رائے قائم کریں۔ میں صرف ایک بات جانتی ہوں۔ میرے ڈیڈی پر ایک ذرا سی آنچ نہیں آئے گی۔ آپ ان سے دشمنی کریں گی تو صرف میں ہی نہیں' خدا بھی آپ کی دشمن بن جائے گی۔ بیٹیوں کے سامنے باپ کو ذلیل کرنے کی نادانی نہ کریں۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہی ہو؟"

"آپ کو سمجھا رہی ہوں۔ اگر آپ ڈیڈی سے دشمنی نہیں کریں گی تو پھر آپ جو چاہیں گی وہ ہو گا میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ڈیڈی ماریہ سے شادی نہیں کریں گے اور نہ ہی بچے کو ہمارے گھر میں اور ہمارے خاندان میں لایا جائے گا۔"

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ ان کی خاموشی بتا رہی تھی کہ یوں سمجھوتا کرنے سے بات بنے گی سوکن اور سوتیلے بیٹے کی مصیبتیں ٹل جائیں گی۔

ایک گھنٹے کے بعد ڈیڈی آ گئے۔ ممی نے کوڑوں کی سزا دلانے والی بات کی تھی۔ انہیں تو آنا ہی تھا کیونکہ وہ ایک بچے کے کھلے ثبوت کے ساتھ گناہ گار ثابت کیے جانے والے تھے۔ میں نے کہا۔ "ممی! پلیز سہولت سے باتیں کریں۔ میں جا رہی ہوں۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "تم نہیں جاؤ گی۔ ایک تم ہی ہو جو ہمارے درمیان انصاف کی بات کرو گی۔"

"انصاف تو یہی ہے جو ممی چاہتی ہیں' کسی بھی خطا وار کو سزا ضرور ملتی ہے۔ آپ

کی بیٹیاں کبھی نہیں چاہیں گی کہ آپ کو سزا ملے۔ اس کی ایک ہی صورت ہے۔ آپ ماریہ آنٹی کو اپنی زندگی سے دور کر دیں۔ یہ بھول جائیں کہ ہمارے گھر میں ایک بیٹا آسکتا ہے۔"

"تمہاری ممی کی دھمکی سن کر میں پریشان ہو گیا ہوں۔ ماریہ بھی رو رہی ہے۔ وہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس عمر میں مجھے گناہگار کی حیثیت سے جیل جانا پڑے اور کوڑے کھانے پڑیں۔ میں خود اپنی ذلت برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ اس سے پہلے ہی اپنی جان دے دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "جان دیں آپ کے دشمن۔ چپ چاپ سمجھوتا کر لیں۔ میں جانتی ہوں کہ ماریہ آنٹی کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ مگر کیا' کیا جا سکتا ہے؟ میں ممی کی طرف سے وعدہ کرتی ہوں کہ آنٹی کو ہرجانہ دیا جائے گا۔"

ممی نے کہا۔ "میں اس بدکار عورت کو ایک پھوٹی کوڑی نہیں دوں گی۔"

"ممی! پلیز' میں آپ کے سامنے ماریہ آنٹی کے گن گاتا نہیں چاہتی مگر آپ انہیں بدکار نہ کہیں۔ یہاں سے دور کسی شہر میں آنٹی کو ایک فلیٹ خرید کر دیا جائے گا۔ یہاں جو ماہانہ رقم انہیں دی جاتی ہے۔ وہی رقم انہیں ہر ماہ دی جائے گی۔ آپ سمجھوتا کریں' جھگڑا نہ کریں۔"

وہ ناگواری سے بولیں۔ "ٹھیک ہے۔ اس طرح بلا ٹلتی ہے تو میری ایک شرط پوری کی جائے۔ اپنے باپ سے کہو' ابھی یہ لکھ کر دیں کہ ماریہ کے ساتھ ان کا جائز یا ناجائز تعلق نہیں رہا ہے اور اس کے ہونے والے بچے سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

ڈیڈی نے ممی سے پوچھا۔ "ایسی باتیں لکھوانے سے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟"

ممی نے کہا۔ "میرے تمام اندیشے ختم ہو جائیں گے۔ اس تحریر کی موجودگی میں تم کبھی اس بچے کا باپ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکو گے۔"

ہمارا گھرانا مہذب ہے لیکن اکثر مہذب گھرانوں میں اخلاق اور تہذیب کے تقاضے کماحقہ ادا نہیں کیے جاتے۔ یہ بڑی شرمناک بات تھی کہ بیٹی کے سامنے ایک باپ کے گناہوں کا حساب کیا جا رہا تھا اور ایسے معاملے میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے بیٹی کو شریک کیا جا رہا تھا۔ کوئی مانے یا نہ مانے' ایسا بے شمار گھرانوں میں ہوتا ہے۔ ماں باپ اور خاندان کے دوسرے بزرگوں سے ایسے ایسے گناہ سرزد ہوتے ہیں کہ بڑی اور چھوٹی عمر کے بچے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ تماشے دیکھتے رہتے ہیں اور ایسی کچی پکی باتیں سنتے سنتے ہڑبڑا کر جوان ہو جاتے ہیں۔

اب ڈیڈی کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ ماریہ سے لاتعلقی کا اعتراف نامہ لکھ کر دے دیں۔ میں اس کمرے سے چلی آئی۔ تقریباً فیصلہ ہو چکا تھا۔ رات کے کھانے میں ممی ہمارے ساتھ تھیں۔ سمجھوتے کے مطابق ڈیڈی ندا کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔ تاکہ پھر وہی پہلے جیسا فیملی ماحول بحال ہو جائے۔

ڈیڈی نے ممی کی مرضی کے مطابق تحریر لکھ دی تھی۔ برسوں سے ایک بیٹے کے لیے ترس رہے تھے اور جب بیٹا ملنے والا تھا تو اب ایک باپ بننے کے حق سے دستبردار ہو گئے تھے۔ پتا نہیں ڈیڈی نے کتنے کرب سے اپنے ہونے والے بیٹے کو اپنے اندر قتل کیا ہو گا؟

☆======☆======☆

ایک بہت بڑا مسئلہ کسی طرح حل ہو گیا۔ جب کوئی فیصلہ کیا جاتا ہے یا حل پیش کیا جاتا ہے تو وہ ایک کے حق میں ہوتا ہے اور دوسرے کی مخالفت میں اور اس سلسلے میں سراسر ماریہ کی مخالفت ہوئی تھی۔

اگر ماریہ چاہتی تو قانونی طور پر اپنے حقوق حاصل کر سکتی تھی۔ اگر اسے گناہگار کے طور پر سزا ملتی تو وہ اپنے بچے کو اس کے حقوق دلانے کے لیے خود سزا بھگت لیتی پھر یہ کہ وہ کرسچن تھی۔ اس کی طرف سے چرچ والے مذہبی لڑائی لڑنے پر آمادہ ہو جاتے۔ اسے بہت بڑی حمایت حاصل ہو سکتی تھی لیکن پیار اگر دل سے ہو تو دل کا خون نہیں کیا جاتا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ ڈیڈی کو سزا ملے اور وہ لوگوں کی نظروں سے گر جائیں۔ ڈیڈی کا پورا کیریئر تباہ ہونے والا تھا۔ اس نے چپ چاپ سزا پالی تھی۔ وہ فلیٹ چھوڑ کر کہیں چلی گئی تھی۔

میں اپنی تعلیم کے سلسلے میں مصروف ہو گئی۔ شہزاد سے ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ان دنوں میں اٹھارہ برس کی تھی۔ اتنی سی عمر میں ماریہ کو ٹھوکریں کھاتے دیکھ کر بہت محتاط ہو گئی تھی۔ ایسی ویسی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ شہزاد سے ملتے ہمیشہ فاصلہ رکھتی تھی۔ وہ لچھے دار باتیں کرتا تو میں ایسے کڑوے بول بولتی تھی، جن سے زندگی کی سچائیاں ظاہر ہوتی تھیں، محبت کے نشے میں ایسی سچائیوں کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔

شہزاد ابتدا میں مجھے سمجھاتا تھا۔ عاجزی کرتا تھا کہ میں ابھی محبت میں پیش آنے والے حالات کی باتیں نہ کیا کروں۔ جب وہ تعلیم حاصل کر لے گا تو کوئی اچھی ملازمت کرے گا۔ ویسے میں نے اپنی ممی سے جو سیکھا تھا۔ اس کے مطابق یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کاروبار کے سلسلے میں خود کو اہل ثابت کرے گا تو میں ممی اور ڈیڈی سے کہہ کر اسے کاروبار سنبھالنے کی ٹریننگ دلواؤں گی۔ میری ممی کو تو کبھی اعتراض

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں ہو گا۔ انہوں نے ایسا ہی شوہر پسند کیا تھا اور ایسا ہی داماد چاہیں گی۔

لیکن شہزاد فلمی اور کتابی محبت کا مارا تھا۔ میرے قریب سے قریب تر ہونا چاہتا تھا اور کالج میں ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ کسی تفریح گاہ میں یا تنہائی میں کہیں ملنا چاہتا تھا اور میں صاف انکار کر دیتی تھی۔

پھر وہ مجھ سے ناراض ہونے لگا۔ خود ہی روٹھنے لگا۔ خود ہی ماننے لگا۔ مجھے اس کا روٹھنا بھی اچھا لگتا تھا اور اس کے مان جانے کے انداز سے بھی مزہ آتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ وہ اس طرح میرے مزاج کو سمجھے گا اور زندگی میں کچھ کرنے اور مجھے پانے کے لیے مردانہ جدوجہد کرتا رہے گا۔

ایک دن میری تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ کالج میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ شہزاد نے ہمارے کالج کی ایک طالبہ شہناز سے زیادتی کی ہے۔ شہناز کے والدین نے آکر پرنسپل سے شکایت بھی کی تھی۔ اسے کالج سے نکالنے کا مطالبہ کیا تھا۔ پرنسپل نے بند کمرے میں شہناز کا بیان لیا تھا۔ بیان راز میں رکھا گیا تھا تاکہ شہناز کی بدنامی نہ ہو۔

کالج میں شہزاد سے سامنا ہوا تو وہ میری طرف آنے لگا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "دور رہو۔ ابھی پرنسپل کے کمرے میں تمہارا بھی محاسبہ ہونے والا ہے۔"

وہ بولا۔ "صدا' دنیا مجھے گناہگار کہہ رہی ہے' تم تو ایسا نہ سمجھو۔"

"کیوں نہ سمجھوں؟ شہناز بند کمرے میں کیا بیان دے رہی ہے' یہ ہم نہیں جانتے مگر تمام طلبا و طالبات کی سمجھ میں آگیا ہے کہ تم نے اس سے نازیبا حرکتیں کی ہیں۔"

"یہ بالکل جھوٹ ہے۔ شہناز مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہی ہے۔ تم نہیں جانتیں کہ وہ تم سے جلتی اور حسد کرتی ہے۔ وہ مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوششیں کرتی رہتی تھی اور طعنے دیتی رہتی تھی کہ میں تمہارے جیسی رئیس زادی کو پھانس رہا ہوں۔ مجھ سے لفٹ نہ ملنے کے باعث وہ اپنی توہین کا بدلہ لے رہی ہے۔ پتا نہیں کتنوں کے ساتھ اس کے افیئرز ہیں۔ ان میں سے کسی نے اس سے زیادتی کی ہے اور وہ اس کا الزام مجھے دے رہی ہے۔"

"سچائی کبھی چھپتی نہیں ہے جو سچ ہے وہ سامنے آنے والا ہے۔ بائی دا وے' شہناز میری کلاس فیلو ہے۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتی کہ وہ اندر سے کیسی ہے لیکن اس کے مزاج' اس کے انداز اور اس کی گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فلرٹ کرنے والی

لڑکی نہیں ہے۔"

میں اس سے منہ پھیر کر دوسری سہیلیوں کے پاس چلی گئی۔ کئی طلبا شہزاد کو گھیر کر اس سے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے آوارہ قسم کے طلبا بھی تھے جو پہلے اس کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ وہ اس کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے اور بھنگڑا ڈال رہے تھے کہ اس نے شہناز کی ایسی کی تیسی کر کے مردانگی دکھائی ہے۔

آدھے گھنٹے کے بعد شہزاد کو پرنسپل کے کمرے میں طلب کیا گیا کتنے ہی طلبا و طالبات کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ شہناز کی حمایت کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ میرا دل ڈوب رہا تھا۔ پہلی بار کسی کو چاہا تھا اور وہ جھوٹا اور فریبی ثابت ہو رہا تھا۔

میں اس بھیڑ سے دور ہو کر سر جھکا کر سوچتی ہوئی برآمدے کے آخری سرے پر آگئی۔ وہاں سے پرنسپل کے کمرے کا دروازہ اور اسٹوڈنٹس کی بھیڑ نظر آرہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا شہناز سر جھکا کر اپنے والدین کے ساتھ باہر آئی۔ اگر وہ تنہا ہوتی تو سہیلیاں اس سے کچھ نہ کچھ ضرور پوچھتیں۔ خود میں اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے والدین کی موجودگی میں کسی نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ جب وہ میرے قریب سے گزرنے لگی تو میں نے کہا۔ "شہناز! میرا فون نمبر تمہارے پاس ہے' مجھ سے بات کرو گی نا؟"

اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے زہریلی سچائیوں کا دکھ جھلک رہا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ اپنے والدین کے ساتھ چلی گئی۔

اسے دیکھنے کے بعد میرا دکھ بڑھ گیا۔ پتا نہیں یہ ہماری دنیا کیسی ہے۔ یہاں پیار ملتا ہے۔ اعتماد نہیں ملتا کس سے پیار کریں؟ کسے سہارا بنائیں؟ جو سہارا ملتا ہے' وہ آگے جا کر ٹوٹ جاتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد پرنسپل کے کمرے کا دروازہ پھر کھلا۔ دروازہ کھلتے ہی شہزاد کی آواز سنائی دی۔ وہ غصے سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "آپ پرنسپل ہیں۔ میں آپ کا احترام کر رہا ہوں۔ مگر آپ انصاف نہیں کر رہے ہیں۔ میری کسی غلطی میرے کسی گناہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مگر آپ ایک جھوٹی اور مکار لڑکی کی باتیں مان کر مجھے کالج سے نکال رہے ہیں۔ آئی ڈیم کیئر فار دس انسٹیٹیوشن۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ گرجتا ہوا بولتا ہوا سٹوڈنٹس کی بھیڑ سے گزرتا ہوا میرے سامنے آکر رک گیا پھر میری طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"تم بھی مجھے گناہگار سمجھتی ہو۔ میرے چیخنے چلانے اور قسمیں کھانے سے بھی مجھ پر بھروسا نہیں کرو گی' نہ کرو مگر یاد رکھو' میں تمہیں چاہتا ہوں۔ ایک دن تمہیں حاصل کر کے رہوں گا۔"

وہ میری طرف ایک قدم بڑھا' میں نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "خبردار مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

وہ رک گیا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ کئی طلبا اور طالبات ہماری طرف آرہے تھے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو شاید مجھے پکڑ لیتا۔ پتا نہیں جنون میں کیا کرتا' ویسے وہ جنون میں مبتلا ہونے والی جگہ نہیں تھی۔ وہ گھوم کر غصے سے پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

اس کے غصے سے اور اس کی حرکتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ میرا دیوانہ ہے۔ اس نے ایسے جنون میں کسی لڑکی سے کچھ نہیں کہا تھا۔ صرف مجھے چیلنج کیا تھا۔ جاتے جاتے بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ جیسے میں اس کی کچھ لگتی ہوں اور وہ میرے ساتھ بھی کوئی ایسی ویسی حرکتیں کرنے والا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ میں کبھی اس سے محبوبانہ انداز میں نہیں ملی تھی۔ ایسی سنجیدہ اور محتاط رہتی تھی کہ میرے بارے میں کبھی اسکینڈل نہیں پھیلا تھا۔ اسٹوڈنٹس یہ جانتے ہوں گے کہ وہ میرا عاشق تھا لیکن میری طرف سے ہمیشہ بے حسی اور بے پروائی رہی تھی' کسی کو پتا نہیں تھا کہ فون پر کئی بار روبائی گفتگو ہو چکی ہے۔ سب یہی جانتے تھے کہ میں رومانس کرنے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔

چند لڑکوں کے سوا باقی سب ہی لڑکے اور لڑکیاں اس کے خلاف کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ اس وقت مجھے دھوکا کھانے کا صدمہ تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایک بہت بڑی غلطی کا احساس ہوا تھا اور یہ اچھا ہی ہوا۔ میں آئندہ کے لیے پتھر بن گئی۔

شام کو شہناز نے فون کیا۔ میں نے کہا۔ "مجھے تمہارا انتظار تھا۔ پھر سوچ رہی تھی کہ ان حالات میں تم کسی سے بات نہیں کرو گی' مجھ سے بھی نہیں۔"

وہ بولی۔ "میری امی اور ابو نے سختی سے منع کیا ہے۔ فون کو لاک کر دیا ہے تاکہ میں کسی سے بات نہ کروں لیکن میرے پاس دوسری چابی ہے۔ لاک کھول کر تم سے باتیں کر رہی ہوں۔"

"تھینک یو شہناز! میں سچ جاننے کے لیے بہت بے چین ہوں۔"

"مجھے سچ کہنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں میری ہی بدنامی ہے۔ بات پھیلے گی تو میرا رشتہ کہیں سے نہیں آئے گا۔ اس لیے پرنسپل نے بند کمرے میں صرف والدین کے سامنے بات کی تھی۔"

میں نے کہا۔ "شہزاد کو کالج سے نکال دیا گیا ہے۔ کیا پرنسپل نے درست فیصلہ کیا ہے؟"

"ہاں' میرے بس میں ہوتا تو میں اسے دنیا سے نکال دیتی۔ میں نے اس لیے تمہیں فون کیا ہے کہ میں نے ہی اس کا پہلا خط تمہیں لا کر دیا تھا۔ اپنی حماقت کا اعتراف کرتی ہوں کہ میں اسے چاہتی تھی' وہ بھی مجھے محبت کے سبز باغ دکھاتا رہتا تھا۔"

"تعجب ہے' جب تم اسے چاہتی تھیں تو اس کا خط لا کر مجھے کیوں دیا تھا؟"

"شہزاد نے کہا تھا کہ وہ تمہیں اُلو بنا رہا ہے۔ تم بہت مغرور ہو۔ وہ تمہارا غرور توڑنا چاہتا ہے۔"

"اور تم اس کا ساتھ دے رہی تھیں؟"

"صرف ایک ہی بار تمہیں وہ خط لا کر دیا تھا۔ اس کے بعد میں یہی دیکھتی آرہی تھی کہ تم نے اسے لفٹ نہیں دی ہے۔ کالج میں ایک آدھ بار تمہیں اس سے دور ہی دور رہ کر باتیں کرتے دیکھا تھا۔ کبھی تمہارا انداز محبوبانہ نہیں رہا۔ اس لیے میں سمجھ گئی کہ وہ تمہیں بے وقوف بنانے میں ناکام رہا ہے۔ اس ناکامی پر میں اسے چڑایا کرتی تھی۔ تم واقعی بہت سمجھ دار اور محتاط لڑکی ہو۔"

"پلیز! میری نہیں' اپنی بات کرو۔"

"تم ایک آئینہ ہو۔ تمہیں دیکھ کر میں اپنی نادانیوں کو تسلیم کرتی ہوں۔ اس نے پہلی بار مجھے کالج سے باہر ملنے کو کہا۔ میں نے پہلے اعتراض کیا پھر مان گئی۔ دوسری بار ایک گارڈن میں ملاقات ہوئی۔ میں اس پر بھروسا کرنے لگی تھی۔ وہ بڑی اچھی باتیں کرتا تھا۔ مجھے متاثر کرتا رہتا تھا۔ پبلک پلیس میں وہ زیادہ سے زیادہ میرا ہاتھ پکڑ سکتا تھا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ وہ محبت میں اس سے آگے نہیں بڑھے گا۔"

میں نے کہا۔ "کسی کو انگلی پکڑنے دو تو وہ پہنچے تک پہنچ جاتا ہے' تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیے تھا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ بولی۔ "ایک دن شہر میں ہڑتال تھی۔ میں کسی طرح کالج پہنچ گئی۔ وہاں چند طلبا اور طالبات آئے تھے۔ لائبریری کھلی تھی۔ مگر ویران تھی۔ وہیں شہزاد نے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے خود کو چھڑانا چاہا مگر وہ مجھے محبت سے سمجھاتا رہا۔ مناتا رہا۔ میں نے کہا۔ "نہیں' پہلے شادی کی بات کرو۔"

اس نے کہا۔ "اگر تم یہی چاہتی ہو تو آج شام میرے گھر آؤ۔"

میں نے کہا۔ "میں اپنی امی اور ابو کے ساتھ آؤں گی۔"

وہ بولا۔ "بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ رشتہ مانگنے کے لیے لڑکے والے آتے ہیں۔ میں اپنے والدین کے ساتھ آؤں گا لیکن چاہتا ہوں کہ میرے والدین تمہیں دیکھ لیں اور پسند کرلیں۔ اس لیے تمہیں تنہا آنا چاہیے۔"

"اس کے والدین سے ملنے کی بات تھی اس لیے میں اس کے گھر چلی گئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا' وہ اکیلا تھا۔ اس نے پہلے محبت سے مجھے زیر کرنا چاہا پھر جبر کیا۔ کچھ میری بھی غلطیاں تھیں۔ اس کے وعدوں اور قسموں سے پگھل رہی تھی' وہ جس حد تک قریب آچکا تھا' اس کے بعد دور نہ ہو سکی۔"

میں فون پر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ چپ ہو گئی پھر اس کی سسکیاں سنائی دیں۔ میں نے کہا۔ "کیوں رو رہی ہو' اس میں تمہاری بھی غلطی ہے۔"

"میں نے اس کی محبت میں آکر غلطی کی تھی۔ وہ محبت کا فریب دے کر مجھے بہلا رہا تھا۔ میں نے اس سے دوسری بار' تیسری بار بھی تنہائی میں ملاقات کی۔ وہ قسمیں کھا کر مجھے اپنی طرف مائل کرتا رہا۔ ایک دن میں نے سپر مارکیٹ میں اسے ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا۔ وہ لڑکی اسے کوئی تحفہ خرید کر دے رہی تھی۔ ایسا تو میں نے بھی کیا تھا۔ پہلی بار اسے گھڑی خرید کر دی تھی۔ ایک بار سونے کی چین خرید کر دی۔ اس کے لاکٹ میں اپنی تصویر رکھی۔ ایک دن اس نے کہا۔ اس کی بہن کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ بہن کے لیے کوئی مہنگا تحفہ خریدنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے دس ہزار روپے دیے تھے۔"

میں اس کی باتیں بڑے دکھ سے سن رہی تھی۔ ایسے خوبرو پرکشش اور اسمارٹ لڑکے ہوتے ہیں۔ جن کی طرف لڑکیاں کھنچی چلی جاتی ہیں۔ پہلے محبت کرنے والے تحفے دیتے تھے۔ اب لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈ کے لیے کچھ نہ کچھ خریداری کرتی ہیں اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے نقد رقمیں بھی دیتی رہتی ہیں۔

میں تجربات سے بھرپور پختہ عمر کو پہنچ کر یہ باتیں کہہ رہی ہوں۔ ہمارے معاشرے میں ایسے مرد ہیں جو بوڑھے ہونے تک شادیاں نہیں کرتے۔ جوان لڑکیوں سے محبتیں کرتے ہیں۔ ایسی لڑکیاں ملازمتیں کرتی ہیں۔ اپنی ساری تنخواہ اس امید پر لٹاتی ہیں کہ وہ خوبرو شخص ایک دن ان سے شادی کرے گا۔ کچھ رئیس زادیاں بھی ایسے اسمارٹ جوانوں کو ماہانہ تنخواہ دے کر ان سے محبت کرتی رہتی تھی۔ بیزار ہو جاتی ہیں تو دوسرا بوائے فرینڈ بنا لیتی ہیں۔ پہلا بوائے فرینڈ کسی دوسری گرل فرینڈ کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ دنیا کے بازار میں ہر چیز ملتی ہے اسی لیے محبت کی بھی مارکیٹنگ ہونے لگی ہے۔

شہناز اس سے تقاضا کر رہی تھی کہ وہ اس کے والدین کے پاس آکر شادی کی بات کرے لیکن شہزاد ٹالتا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت شہناز نے اسے دوسری لڑکی کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ وہ سیدھی اس کے پاس آکر بولی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم اس لڑکی کی خاطر مجھ سے بیزار ہو رہے ہو؟"

شہزاد نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اس کی نئی گرل فرینڈ نے کہا۔ "اپنا وقت ضائع نہ کرو' جب تک انجوائے کرنا تھا کر چکیں' اب کوئی دوسرا دیکھو۔"

شہناز اس بات پر دنگ رہ گئی۔ شہزاد اس گرل فرینڈ کے ساتھ ہنستا ہوا چلا گیا۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ وہ بھرے بازار میں اس سے جھگڑا نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے فون پر جھگڑا کیا۔

شہزاد نے کہا۔ "میں ہمیشہ ایک ہی برتن میں نہیں کھاتا۔ کبھی کبھی تم سے مل لیا کروں گا۔ ابھی مجھے تعلیم حاصل کرنی ہے۔ اپنا کیریئر بنانا ہے۔ وہ بے وقوف ہوتے ہیں جو شادی کے جھمیلے میں پڑتے ہیں۔"

شہناز کے لکھے ہوئے کچھ خطوط اور تصویریں شہزاد کے پاس تھیں' وہ بولا۔ "کسی کی دلہن بن کر عزت سے رخصت ہو جاؤ' میں جانتا ہوں تمہارا باپ بہت بڑا بزنس مین نہیں ہے۔ مگر تم اپنے خطوط اور تصویروں کے پچاس ہزار تو دے سکو گی۔"

وہ اپنی اور اپنے خاندان کی عزت رکھنے کے لیے پچاس ہزار دے سکتی تھی لیکن اسے بڑی شدت سے اپنی توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ شہزاد اس کا سب کچھ لوٹ کر اس کی عزت اور اس کے والدین کی غیرت کا مول تول کر رہا تھا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی۔ اس نے اپنی ماں کو صاف صاف بتا دیا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے والدین پریشان ہو گئے۔ وہ شہزاد کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔ اپنی ہی بیٹی کی بے آبروئی کا چرچا ہونے لگتا۔ انہوں نے کالج کے پرنسپل کو اپنے اعتماد میں لے کر کہا' وہ بڑی رازداری سے شہزاد کو سمجھائیں کہ وہ شہناز کے تمام خطوط اور تصویریں واپس کر دے۔ وہ راضی نہیں ہو گا تو اسے پچاس ہزار روپے دے دیے جائیں گے۔

پرنسپل نے یہی کیا تھا۔ پہلی بار اسے اپنے آفس میں بلا کر سمجھایا تھا لیکن اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ شہناز سے اس کے کبھی ایسے تعلقات نہیں رہے ہیں اور نہ ہی اس کے خطوط اور تصویریں اس کے پاس ہیں۔

پرنسپل نے کہا۔ "شہزاد! میں ایک لڑکی کی عزت کی خاطر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ جھوٹ نہ بولو۔ میں اس لڑکی کی عزت رکھنے کی خاطر تنہائی میں تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ وہ ایک جھوٹا الزام نہیں دے گی۔ تمہیں کوئی سزا نہیں دی جا رہی ہے۔ اس معاملے کو خاموشی سے دبایا جا رہا ہے۔ گھر جاؤ اور شہناز سے تعلق رکھنے والی تمام چیزیں لے آؤ۔"

وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ سچ بول رہا ہے۔ شہناز سے نہ اس کا تعلق ہے اور نہ اسے بدنام کرنے والی چیزیں اس کے پاس ہیں۔ پرنسپل نے شہزاد کے والدین سے بھی رابطہ کرنا چاہا تھا۔ پتا چلا کہ اس کے والدین کسی دوسرے شہر میں رہتے ہیں وہ چند دوستوں کے ساتھ ایک کرائے کے مکان میں رہتا ہے۔

پرنسپل نے دوسرے دن شہناز اور اس کے والدین کو بلا کر کہا۔ "وہ آپ کی بیٹی کے معاملے سے انکار کر رہا ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں اس کی انہی حرکتوں کے باعث اسے کالج سے نکال رہا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکوں گا۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔"

پھر یہی ہوا اسے کالج سے نکال دیا گیا لیکن اس سے مسئلہ حل نہیں ہوا۔

ماریہ کو ڈیڈی کی زندگی سے نکال دیا گیا' یہ مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکتا تھا۔

شہزاد آئندہ جارحانہ انداز اختیار کر سکتا تھا' ان تصاویر اور خطوط کے ذریعے شہناز کو بدنام کر سکتا تھا۔

ڈیڈی نے بظاہر جارحانہ انداز اختیار نہیں کیا تھا لیکن ماریہ جہاں بھی تھی۔ وہاں بدنام ہو رہی تھی۔ مرد ہوس کے اگالدان میں تھوک کر چلا جاتا ہے۔ اس کا کچھ نہیں بگڑتا

کیوں کہ اس کی نہ پیٹھ دکھائی دیتی ہے اور نہ پیٹ جبکہ عورت کا پیٹ اشتہار بن جاتا ہے۔

شہناز کی کبھی شادی ہو سکے گی یا نہیں' یہ وہ خود نہیں جانتی تھی البتہ بلیک میلنگ کی دو دھاری تلوار اس کے سر پر لٹکتی رہے گی۔

بلیک میلنگ سے آگے بھی بہت کچھ ہوتا ہے اور آگے ماریہ کا وہ ہونے والا بچہ تھا۔ صرف ایک بچہ نہیں تھا' میرے عزت دار ڈیڈی کی اولاد تھی۔ وہ بن ہوتی یا بھائی ہوتا' ڈیڈی کے حوالے سے میرا سگا ہوتا۔ میرا ضمیر مجھے کچوکے لگاتا رہتا تھا۔ ایک تو وہ میرا اپنا ہو گا' دوسرے یہ کہ شہناز کے حوالے سے ماریہ کی مظلومیت مجھے اور زیادہ حساس بنا رہی تھی۔

ان احساسات نے مجھے ماریہ سے بہت قریب کر دیا۔ میں اس کے دکھ اور اس کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو اپنے اندر سلگتے ہوئے محسوس کرنے لگی۔ ڈیڈی بظاہر پہلے کی طرح کاروبار سنبھالنے اور فیملی لائف گزارنے لگے تھے لیکن میں محسوس کر رہی تھی کہ وہ چپ چپ سے رہتے ہیں۔ ہم بیٹیوں کی خاطر مسکراتے ہیں۔ ورنہ اندر ہی اندر بڑے عذاب میں مبتلا ہیں۔

میں نے ایک دن دفتر میں ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا۔ "آج یہاں کیسے آئی ہو؟"

میں میز کے دوسری طرف سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ مجھے اور ندا کو دیکھ کر مسکرانے لگتے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی مسکراتے ہیں؟"

ایک دم سے ان کی مسکراہٹ بجھ گئی۔ انہوں نے گہری سنجیدگی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بہت بڑی ہو گئی ہو۔ میری مسکراہٹوں کا حساب لے کر کیا کرو گی؟"

میں نے سر جھکا کر کہا۔ "جو ہوا اچھا نہیں ہوا۔ میں سوچتی رہتی ہوں اور پریشان ہوتی رہتی ہوں۔"

"تم کیوں سوچتی ہو؟ تمہیں اپنی تعلیم کی طرف توجہ دینی چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "بڑے یہ بھول جاتے ہیں کہ بچے نہ صرف اسکولوں اور کالجوں میں پڑھتے ہیں بلکہ پڑھنے سے زیادہ گھروں میں سیکھتے ہیں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ تعلیم پر توجہ دوں لیکن توجہ کے بغیر ہم لاشعوری طور پر اپنے گھروں میں بالغ ہو جاتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈیڈی کا سر ندامت سے جھک گیا۔ میں نے کہا۔ "میں آپ کو شرمندہ کرنا نہیں چاہتی' صرف اتنا پوچھنے آئی ہوں کہ ماریہ آنٹی کیسی ہیں؟"

انہیں توقع نہیں تھی کہ میں ماریہ کی خیریت پوچھوں گی' انہوں نے کہا۔ "مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔ اسے تو ہم سب نے کہیں کچرے میں پھینک دیا ہے۔"

"جی ہاں۔ دیکھا جائے تو یہی کیا ہے لیکن کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو غلطی سے کچرے میں پھینک دی جاتی ہیں۔ بعد میں غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ ہم انہیں ڈھونڈنے اور پانے کے لیے دوبارہ کچرے میں جا سکتے ہیں۔ آپ مجھے آنٹی کا ایڈریس اور فون نمبر بتائیں۔"

"تم ماریہ سے کیا کہو گی؟ اس کے لیے کیا کر سکو گی؟ وہ پہلے کی طرح پھر ایک پس ماندہ علاقے میں رہنے لگی ہے۔"

"ڈیڈی' بڑے افسوس کی بات ہے۔ آنٹی کے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے۔ وہ ایک اچھے علاقے میں رہنے لگی تھیں' ان کی زندگی سنورنے لگی تھی۔ ہم سب نے مل کر انہیں پھر اس علاقے میں پہنچا دیا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "سارا قصور میرا ہے۔ وہ میری وجہ سے برباد ہو رہی ہے۔ اس بات کا میں بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں کہ وہ ایک بچے کا بوجھ اٹھائے کس قدر بدنام ہو رہی ہو گی۔"

"کیا آپ اس کا سہارا بننے کے لیے اس کا دکھ کم کرنے کے لیے وہاں نہیں جاتے ہیں؟"

وہ ریوالونگ چیئر پر دوسری طرف گھوم گئے۔ اس طرح مجھ سے منہ چھپا لیا' کہنے لگے۔ "کس رشتے سے جاؤں گا' اس نے مجھے اپنے گھر آنے سے منع کیا ہے۔ وہاں کوئی بھی مر جائے گا تو محلے پڑوس والے اسے ماریہ کے بچے کا باپ کہیں گے۔ وہ نہیں چاہتی کہ لوگ مجھ سے کوئی سوال کریں۔"

"کچھ ہم نے' کچھ حالات نے اسے بالکل تنہا کر دیا ہے۔ آپ وہاں نہیں جا سکتے' میں ایک اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے جا سکتی ہوں۔"

"بیٹی' تم بہت بڑی بات کہہ رہی ہو۔ ڈوبتے وقت بہت بڑا سہارا بن رہی ہو' یہ سچ ہے کہ آزمائش کی گھڑیوں میں بیٹیاں ہی باپ کے کام آتے ہیں۔"

وہ ریوالونگ چیئر پر گھوم گئے۔ ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کرنے لگے پھر بولے۔ "ہیلو ماریہ' میں ہوں۔"

انہوں نے دوسری طرف ماریہ کی باتیں سنیں پھر کہا۔ "میں دفتر میں ہوں۔ میرے سامنے صدا بیٹھی ہوئی ہے۔ تم سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔"

انہوں نے ریسیور میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو آنٹی' میں صدا بول رہی ہوں' آپ کیسی ہو؟"

"تم میری خیریت پوچھ رہی ہو' اتنا ہی کافی ہے' میں اسپتال میں ہوں۔"

"اوہ گاڈ! آپ کس اسپتال میں ہیں؟ میں ابھی آؤں گی۔"

"تمہارا آنا مناسب نہیں ہے' پھر تمہارے گھر کے در و دیوار ہلنے لگیں گے۔"

"آنٹی' زلزلے تو آتے ہی رہتے ہیں جب کوئی زلزلہ آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ آپ اسپتال کا نام بتائیں۔"

ماریہ نے اسپتال کا نام اور پتا بتایا' میں نے ریسیور رکھ کر ڈیڈی سے کہا۔ "مجھے پچاس ہزار روپے دیں' آپ آنٹی کے لیے بہت کچھ کر رہے ہوں گے' مجھے بھی کچھ کرنا ہے۔"

انہوں نے اٹھ کر سیف سے نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی نکالی اور کہا۔ "یہ پچاس سے زیادہ ہیں' یو آر مائی ونڈر فل بے بی۔"

میں نے وہ رقم لے کر اپنے ہینڈ بیگ میں رکھی پھر وہاں سے نکل کر اسپتال پہنچ گئی۔ ماریہ استقبالیہ کاؤنٹر کے پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی جسمانی ساخت بتا رہی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔ "خوش رہو' میں نہیں جانتی' کیوں ملنے آئی ہو۔ مگر مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ اتنے عرصے کے بعد ڈاک خانے میں پڑا ہوا خط آج مجھے مل رہا ہے۔"

"آنٹی' میں بہت کچھ سمجھتے ہوئے بھی سمجھ نہیں پاتی' یہ میری نادانی ہے کہ میں نے آپ کو بھلا دیا تھا۔ میری اس نادانی کو معاف کر دیں۔"

اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ ہم بڑی عمر والے نادانیاں کر رہے ہیں۔ تمہارے ڈیڈی اس بات سے شرمندہ ہیں کہ ان کی غلطیوں کے باعث بیٹیوں کے ذہنوں پر برا اثر پڑا ہے۔ میں نے سنا ہے' ندا پڑھنے لکھنے میں دل نہیں لگا رہی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوہ آنٹی' میں آپ سے باتیں کرنے آئی ہوں' آپ ہماری باتیں کرنے لگی ہیں۔ اس وقت کیا چیک اپ کے لیے آئی ہیں؟"

"چیک اپ ہو چکا ہے' الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ ہے کہ بیٹا ہونے والا ہے۔"

ایسا کہتے وقت وہ خوشی سے کھلی جا رہی تھی۔ میں تو خوشی کے مارے لپٹ گئی پھر اسے چوم کر بولی۔ "میرا بھائی آنے والا ہے۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "ہاں بھائی تو ہو گا لیکن اسے بھائی کہہ سکو گی؟"

خوشی میں مگن ہو کر ناچتی ہوئی مورنی کو جب اپنے بھدے پاؤں نظر آتے ہیں تو وہ ناچنا بھول جاتی ہے۔ میرے چہرے سے خوشیاں جیسے بھاپ بن کر اڑ گئیں' میں پریشان ہو کر سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ میرے ہاتھ کو تھپتھپا کر بولی۔ "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تم دنیا والوں کے سامنے نہ سہی' چھپ کر تو اسے بھائی کہہ سکوں گی۔"

"کیوں چھپ کر کہوں گی' کیا یہ چوری کا مال ہے جو اسے چھپایا جائے گا۔ آپ کو اور ڈیڈی کو چور کہہ سکتے ہیں۔ میرے بھائی کو نہیں کہہ سکتے۔"

"اس بچے کے لیے تمہارے جذبات دیکھ کر مجھے بڑا اطمینان ہو رہا ہے۔ میں بھری دنیا میں تمہارہ گئی' شاید تم میرے بچے کو تنہا نہیں رہنے دو گی۔"

"جب ممی آپ پر اور ڈیڈی پر غصہ دکھا رہی تھیں اور ڈیڈی سے کاغذ لکھوا رہی تھیں کہ آپ سے اور اس بچے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے' اس وقت میں یہی سمجھوتا اور گھر کا سکون چاہتی تھی۔ ڈیڈی کو ممی کی عداوت سے اور قانوناً ملنے والی سزاؤں سے بچانا چاہتی تھی۔ ان سارے معاملات نے ایسا الجھایا تھا کہ میں اس بچے کو نہ سمجھ سکی۔"

پھر میں نے آہستگی سے پوچھا۔ "بائی دا وے' ڈیلیوری کب تک ہو گی؟"

"ڈاکٹر نے کہا ہے' آج رات تک ہو سکتی ہے۔ مجھے اسپتال میں ہی رہنا ہو گا۔ میں نے یہاں ایک بیڈ لے لیا ہے۔"

"آپ کو ایک بیڈ نہیں' ایک اسپیشل کمرا لینا چاہیے' میں ابھی ارینج کرتی ہوں۔"

میں نے کاؤنٹر کے پاس آکر اسپیشل کمرا ریزرو کروایا۔ آدھے گھنٹے کے اندر ماریہ کو اس کمرے میں لے آئی پھر بولی۔ "کیا ڈیڈی آپ کے اخراجات برداشت نہیں کرتے

ہیں؟ آپ جنرل وارڈ میں جا رہی تھیں' کیا آپ کی مالی حالت اتنی کمزور ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تمہارے ڈیڈی مجھے بے حساب رقم دیتے رہتے ہیں لیکن میں اب ایک ماں بن کر سوچتی ہوں اور اپنے بچے کے مستقبل کے لیے رقم بچاتی ہوں۔ پھر یہ بھی کہ جنرل وارڈ میں رہوں گی تو نرسوں کے علاوہ آس پاس کی دوسری عورتوں کی توجہ بھی ملتی رہے گی' اس کمرے میں تو تنہا رہنا پڑے گا۔"

"اب آپ تنہا نہیں رہیں گی' میرا بھائی آنے والا ہے۔ میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"تمہیں تو جانا ہی ہو گا۔ یہاں رات کو کیسے رہو گی؟ تمہاری ممی چیختی چلاتی چلی آئیں گی۔"

"آج میں ممی کا سامنا نہیں کروں گی۔ ان سے فون پر کہہ دوں گی کہ میں جہاں بھی ہوں' خیریت سے ہوں۔ دوسرے دن آؤں گی۔"

"نہیں صدا! یہ مناسب نہیں ہے۔ ایسے وقت میرے پاس کسی بیاہتا کو ہونا چاہیے' یہاں تمہارے رہنے کی عمر نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر میں یہاں نہ رہ سکی تو آپ کو بھی تنہا نہیں رہنے دوں گی۔ آپ کے پاس کسی عورت کی موجودگی بہت ضروری ہے۔ کیا آپ نے ڈیڈی کو ڈیلیوری کے بارے میں بتایا ہے؟"

"میں نے انہیں بیٹے کی خوشخبری ابھی نہیں سنائی ہے۔ ذرا شش و پنج میں ہوں۔"

"الجھن کیا ہے؟ اتنی بڑی خوش خبری تو فوراً سنانا چاہیے۔"

"ذرا سمجھو صدا' بیٹے کی خوشخبری سنتے ہی محرومیت کا احساس بڑھ جائے گا۔ کیا یہ صدمہ کم ہے کہ وہ اسے فخریہ اپنا بیٹا نہیں کہہ سکیں گے۔ اب تک بیٹا ایک خیال و خواب تھا۔ اب تعبیر بن کر آ رہا ہے۔ ان کی راتوں کی نیند اڑ جائے گی۔ ان کی بھوک مر جائے گی۔ وہ ذہنی انتشار میں رہیں گے۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں لیکن یہ خبر تو سنانی ہی ہو گی۔ میں ابھی ان سے بات کرتی ہوں۔" میں نے اپنے موبائل پر انہیں فون کیا پھر کہا۔ "ڈیڈی میں آنٹی کے پاس ہوں اور اسپتال سے بول رہی ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے' آج رات تک ڈیلیوری ہو سکتی ہے۔ کیا ایسی حالت میں آنٹی تنہا رہیں گی۔ یہاں کسی تجربہ کار عورت کا رہنا ضروری ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب تک یہاں دیکھ بھال کے لیے کوئی نہیں آئے گا' میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

"انہوں نے کہا' تم فکر نہ کرو۔ میرے دوست کی وائف اور ان کے گھر کی دوسری خواتین نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس وقت ماریہ کے پاس رہیں گی۔ میں انہیں فون کر رہا ہوں' وہ وہاں پہنچ جائیں گی۔"

"ڈیڈی' ایک خوشخبری ہے' الٹراساؤنڈ کی رپورٹ کے مطابق آپ کو ایک بیٹا ملنے والا ہے۔"

وہ خوشی سے چیخ کر بولے۔ "بیٹا! سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے بیٹا ملنے والا ہے؟"

"ہاں ڈیڈی! آپ یہاں آئیں اور آنٹی کو حوصلہ دیں۔ یہ بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ مجھے بتا رہی تھیں' بدن میں خون نہیں ہے۔ ڈاکٹر خون پیدا کرنے والی دوائیں کھلاتے رہے ہیں۔ مگر مجھے کوئی فرق نظر نہیں آرہا ہے' آپ نے توجہ سے علاج نہیں کرایا ہے۔"

"بیٹی' چوری چھپے ہی سہی' میں نے بھرپور توجہ دی ہے۔ اچھا کھلانے پلانے اور علاج کرانے میں کمی نہیں کی ہے۔ مگر صدمات ایسے ہیں کہ اس بے چاری کو اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں بہرحال تم گھر جاؤ' میں اسپتال آرہا ہوں۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ ماریہ نے کہا۔ "تم میرے لیے اپنے ڈیڈی سے لڑ رہی تھیں۔ مجھے ایسی اپنائیت کبھی نہیں ملی۔ وہ میرے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ ان سے پھر کبھی نہ لڑنا۔"

"اگر وہ بہت کچھ کر رہے ہیں تو آپ ایک پس ماندہ علاقہ میں کیوں رہتی ہیں۔ کیا ہمارے پاس کسی چیز کی کمی ہے۔ وہ کسی بہت اچھے علاقے میں آپ کے نام سے مکان خرید سکتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم پھر لڑ رہی ہو۔ انہوں نے چھوٹی سی کوٹھی میرے نام سے خریدی ہے۔ کوٹھی کا قبضہ مل جائے گا تو میں وہاں چلی جاؤں گی۔ میرے کرائے کے مکان میں ٹیلی فون نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے یہ موبائل خرید کر دیا ہے۔ دن رات مجھ سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ڈیڈی' بہت اچھے ہیں۔ ممی نے گڑبڑ کی ہے ورنہ ایسے نہ ہوتے' اچھا اب میں چلوں گی۔ ڈیڈی یہاں آنے والے ہیں۔ فون پر آپ سے باتیں کرتی رہوں گی' آپ کے لیے اور اپنے بھائی کے لیے دعائیں کرتی رہوں گی۔"

میں اس سے مصافحہ کر کے چلی آئی۔ گھر پہنچتے ہی ممی نے پوچھا۔ "کہاں گئی تھیں؟"

پوچھنے کا انداز ایسا تھا جیسے میرے پیچھے جاسوسی کرتی رہی ہوں اور ماریہ سے ملاقات کرنے کی بات انہیں معلوم ہو چکی ہو۔ میں نے کہا۔ "کالج گئی تھی۔"

"تم جھوٹ کب سے بولنے لگی ہو۔ میں نے فون کیا تھا' تم کالج میں نہیں تھیں۔ تم تو دن بہ دن باپ کی طرح جھوٹی اور مکار ہوتی جا رہی ہو۔"

"جب مجھے اچھی باتوں سے روکا جاتا ہے تبھی میں جھوٹ بولتی ہوں۔ پہلے میں ماریہ آنٹی کے لیے جھوٹ بولتی رہی کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا تھا اور میں ان کی بہتری چاہتی تھی۔"

"یہ ماریہ کی بات بیچ میں کیوں لا رہی ہو؟"

"آپ میرے سچ کو جھوٹ کہتی ہیں تو پھر جھوٹ ہی سہی' یہ جھوٹ ماریہ آنٹی کے سلسلے میں شروع ہوا تھا' یہ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ ماریہ کے لیے جھوٹ کہنے کو اب کیا رہ گیا ہے؟"

میں باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ "بہت کچھ رہ گیا ہے۔ سوری' میں شاور لے کر ذرا فریش ہونا چاہتی ہوں۔"

میں دروازہ کھول کر باتھ روم میں جانا چاہتی تھی۔ وہ لپک کر آئیں اور میرے بازوؤں کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیتے ہوئے بولیں۔ "مجھے الجھن میں ڈال کر فریش ہونے جا رہی ہو۔"

میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے ہرٹ کر رہی ہیں۔ آپ نے ماریہ کو بھی بری طرح ہرٹ کیا تھا اور یہ سمجھ رہی تھیں کہ ایک بہت بڑے مسئلے کو حل کر چکی ہیں۔ یہ اس طرح حل ہونے والا مسئلہ نہیں ہے ممی!"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میری باتیں کچھ سمجھ رہی تھیں اور بہت کچھ سمجھنا چاہتی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "اگر کوئی آپ کی بیٹی کی عزت سے کھیلے گا تو آپ کیا کریں گی؟"

"کیسی بے تکی باتیں کر رہی ہو؟ ماں کے سامنے ایسی باتیں کرتے ہوئے تمہیں شرم آنا چاہیے۔"

"کیا میرے ساتھ آپ کو بھی شرم آنی چاہیے کہ ماریہ کی عزت سے کھیلا گیا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تم کئی مہینوں کے بعد آج اتنی شدت سے اس کا ذکر کیوں کر رہی ہو؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ آپ کو میری عزت لٹنے کی بات پر غصہ آرہا ہے تو پھر ماریہ سے ہمدردی کیوں نہیں ہے۔ ہر عورت کی آبرو ایک سی ہوتی ہے۔ کیا میری آبرو کروڑوں کی اور اس کی آبرو پھوٹی کوڑی کی بھی نہیں ہے؟"

انہوں نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ماریہ سے مل کر آرہی ہو؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"

وہ چیخ کر بولیں۔ "جہنم میں گیا تمہارا سوال' تم بہت سر چڑھ گئی ہو' تمہارے پَر نکل آئے ہیں' میں پَر کاٹ دوں گی۔ تمہیں گھر سے نکلنے نہیں دوں گی۔ تمہیں کالج بھی نہیں جانے دوں گی۔"

"میں جانتی تھی' آپ میرے زہریلے سوال کا جواب نہیں دیں گی لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی کو اس کے ارادوں سے روکا جائے تو اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے دوسری راہیں نکال لیتا ہے۔ آپ سمجھ رہی تھیں کہ ڈیڈی کو بیٹے سے اور مجھے بھائی سے محروم کردیں گی۔ لیکن وہ آرہا ہے۔"

ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور منہ کھلا رہ گیا تھا۔ وہ چند ساعتوں تک کچھ نہ بول سکیں پھر ایک دم سے لپک کر میرے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا۔ مجھے جھنجوڑنے لگیں اور جھٹکے دے دے کر بولنے لگیں۔ "تم باپ کے ساتھ مل کر پھر اس فاحشہ کو عزت دے رہی ہو۔ اس کے ناجائز بچے کو ربانی کا بیٹا اور اپنا بھائی کہہ رہی ہو۔"

میں پوری قوت سے خود کو چھڑا کر ان سے الگ ہو گئی پھر بولی۔ "دور سے باتیں کریں' آپ کو غصہ آتا ہے تو بے قابو کیوں ہو جاتی ہیں؟ آپ کو کب اپنی غلطیوں کا احساس ہو گا؟

میرے ڈیڈی جائز طریقے سے ماریہ کو شریک حیات بنانا چاہتے تھے لیکن جہاں آپ کا نقصان ہوتا ہے' وہاں آپ جائز باتوں کو بھی نہیں مانتیں۔ دن کو بھوکا رہنا پڑتا ہے اس لیے روزے نہیں رکھتیں۔ خواتین کی سماجی تنظیم میں مصروف رہتی ہیں' ان کے گھروں میں اور کلبوں میں ری کھیلتی ہیں۔ اس لیے نماز پڑھنے کی فرصت نہیں ملتی۔ میں نے اس گھر میں جب سے ہوش سنبھالا ہے' اسلام کا نام سنا ہے مگر اپنے اور ندا کے سوا کسی کو مسلمان نہیں دیکھا۔"

واقعی' میں نے اور ندا نے اسکول اور کالج میں دینی تعلیمات کی کتابیں پڑھ کر کسی حد تک سمجھا تھا کہ دین اسلام کیا ہے؟ ہمیں ایک قدرتی لگاؤ تھا۔ اس لیے ہم اپنے دین کے متعلق کچھ نہ کچھ پڑھتی رہتی تھیں اور سمجھتی رہتی تھیں اور یہ تو اچھی طرح سمجھ گئی تھیں کہ ممی اور ڈیڈی کاروباری دنیا میں رہ کر پہلے اپنے منافع کو دیکھتے تھے پھر مسجد اور مدرسوں میں چندہ دیتے تھے۔

میں نے کہا۔ "آپ کو دین کا واسطہ دیا جائے۔ انسانیت کا واسطہ دیا جائے تو آپ ایک کان سے سنیں گی اور دوسرے کان سے نکال دیں گی۔ اس لیے ماریہ کے سلسلے میں آپ سے بحث نہیں کروں گی۔"

"تم بحث کرو یا نہ کرو' مگر یہ بتاؤ کیا وہ عورت اسی شہر میں ہے؟"

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟ آپ کو آنٹی سے کیا لینا دینا ہے۔ آپ انہیں بھول جائیں۔"

میں باتھ روم میں جانا چاہتی تھی۔ وہ میرا راستہ روک کر بولیں۔ "کیوں بھول جاؤں؟ کیا میں بے وقوف اور پاگل ہوں؟ میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر ماریہ سے رشتہ قائم رکھا جا رہا ہے۔ اس کے بچے کو بیٹا اور بھائی بنایا جا رہا ہے کسی دن مجھے زہر کھلا کر مار ڈالا جائے گا۔ پھر میرے باپ کی دولت اور جائیداد اس بیٹے کے نام کردی جائے گی۔"

"ممی! آپ کے چیخنے چلانے اور اعتراض کرنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ میں عورت کے دکھ کو سمجھتی ہوں۔ کالج میں میری ایک کلاس فیلو شہناز کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔ بے آبرو ہونے کے بعد عورت ایک پھٹے ہوئے کپڑے سے بھی گئی گزری ہو جاتی ہے۔ آپ نے پچھلی بار ڈیڈی کو سزا دلانے کی دھمکی دی تھی۔ وہ مجبور ہو گئے تھے لیکن اب آپ کیسے مجبور کریں گی؟ وہ آپ کو دھوکا دیتے رہیں گے اور اپنے بیٹے کو کلیجے سے لگاتے رہیں گے۔ آپ ان باپ بیٹے کے پیچھے کہاں کہاں دوڑتی پھریں گی؟"

وہ میری باتیں سنتے ہوئے پیچھے ہٹ رہی تھیں جیسے میدان چھوڑ رہی ہوں۔ پھر وہ ایک صوفہ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئیں' کہنے لگیں۔ "مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں عیش و عشرت میں مگن رہی۔ کبھی یہ جاننے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہمارا کاروبار کہاں تک پھیل رہا ہے اور تمہارا باپ کہاں کہاں جائیداد بنا رہا ہے۔ وہ مجھ سے چھپا کر ماریہ اور اس کے بچے کو بہت کچھ دے گا۔ میرے سامنے اور دنیا والوں کے سامنے فی الوقت بیٹے کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیٹا نہیں کہے گا لیکن میری دولت اور جائیداد کا بہت سا حصہ اس کے نام کردے گا۔"

وہ زخمی شیرنی کی طرح ہانپ رہی تھیں اور بول رہی تھیں۔ "مگر میں ہار ماننے والی عورت نہیں ہوں۔ میں کل ہی سے تمام بینک اکاؤنٹس سیز کرا دوں گی۔ ایک نہیں' کئی وکیل کروں گی۔ ہیڈ آفس سے لے کر تمام چھوٹے دفاتر تک کے اکاؤنٹس چیک کراؤں گی۔ اگر کوئی جائیداد میرے نام نہ ہوئی تو میں قانوناً اسے ضبط کراؤں گی۔"

وہ اب بھی ڈیڈی کے خلاف بہت کچھ کر سکتی تھیں۔ ابتدا ہی سے تمام کاروبار ان کے نام رہا تھا۔ تمام کاروبار اور جائیداد کی مالک و مختار صرف وہی تھیں۔ انہوں نے ڈیڈی کو کاروبار چلانے اور جائیداد کی دیکھ بھال کرنے کے تحریری اختیارات دیے تھے۔ ڈیڈی کی حیثیت اب تک محض ایک منتظم اعلیٰ کی تھی۔ ممی کو یہ حقوق حاصل تھے کہ وہ جب چاہتیں' ڈیڈی سے تمام اختیارات چھین کر انہیں کاروبار سے بے دخل کر سکتی تھیں۔

میں سمجھتی تھی کہ ڈیڈی اتنے نادان نہیں ہیں۔ وہ ازدواجی زندگی میں ممی سے ہیرا پھیری کر سکتے تھے اور ماریہ سے رشتہ جوڑ سکتے تھے تو ماریہ کی خاطر ان دو ڈھائی برسوں کے دوران میں انہوں نے اس کے لیے بہت کچھ کیا ہو گا۔

ممی اس سلسلے میں ڈیڈی کے خلاف اقدامات کرتیں۔ انہیں کاروبار سے بے دخل کرتیں تو ہمارا گھر ٹوٹ جاتا ڈیڈی کو فیصلہ کرنا پڑتا کہ وہ بے دخل ہونے کے بعد ممی کے ساتھ صرف گھریلو زندگی گزاریں گے یا انتقاماً انہیں اپنی ازدواجی زندگی سے بے دخل کر دیں گے۔

میری سمجھ میں یہی آرہا تھا کہ طویل عرصے کے انتظار کے بعد ڈیڈی ایک بیٹے کے باپ بن رہے تھے۔ اگر ممی کاروبار سے دولت کمانے کی کشش چھین لیں گی تو ڈیڈی کے آگے صرف ایک بیٹے کی کشش رہ جائے گی۔ وہ گھر چھوڑ کر بیٹے کے پاس ماریہ کے ساتھ رہنے چلے جائیں گے اور اگر انہوں نے چپکے سے شادی کر لی اور شادی کے بعد بیٹے کو اپنا نام دیا تو ممی ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکیں گی۔

اتنے سارے مسائل کے نتیجے میں ہم دو بہنیں ڈیڈی سے محروم ہو جائیں گی۔ ہمیں ڈیڈی کی محبت دور ہی دور سے ملا کرے گی۔ کبھی کبھی ان سے ملاقات ہوا کرے گی۔ اگر ہم ممی کے ساتھ رہیں گی تو وہ سابقہ باپ کہلائیں گے اور اگر ہم ڈیڈی کے ساتھ رہیں گے تو وہ سابقہ ماں کہلائیں گی۔ ڈیڈی کی صرف ایک غلطی سے اور ممی کی ہٹ دھرمی سے

خون اور دودھ کے رشتے ایک پل میں بھاپ بن کر اڑنے والے تھے۔

میں نے ممی سے کہا۔ "آپ جو چاہیں' وہ کریں۔ آپ کو من مانی کرنے سے نہ پہلے کسی نے روکا تھا' نہ آئندہ کوئی روک سکے گا لیکن آپ تھوڑی دیر کے لئے دماغ ٹھنڈا رکھ کے میری باتیں سن لیں۔"

اس وقت گھر توڑنے اور گھر جوڑنے کی جتنی باتیں میری سمجھ میں آرہی تھیں' وہ میں ان سے کہنے لگی۔ اپنی اس بات پر زور دینے لگی کہ وہ ڈیڈی کو اپنے کاروبار سے بے دخل کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکیں گی بلکہ ان کے لئے ماریہ کی طرف جانے کا راستہ کھول دیں گی۔ ہم بیٹیوں کی محبت' جذبات اور توجہ دو طرف تقسیم ہو جائے گی پھر وہ بھی شوہر کو چھوڑ کر سوسائٹی میں کس طرح نیک نام رہیں گی۔

وہ میری باتیں سن رہی تھیں۔ بڑی گہری اور سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ مجھے یہ امید ہوئی کہ میری باتوں نے کچھ اثر کیا ہے لیکن ممی کے سوچنے کا تو انداز ہی مختلف ہے۔ انہوں نے کہا۔ "بڑی مدلل باتیں کر رہی ہو۔ مجھے قائل ہو جانا چاہئے۔ مگر میں تمہاری مکاری سمجھتی ہوں۔ تم کبھی نہیں چاہو گی کہ میں تمہارے باپ کو کاروبار سے ہٹا کر فٹ پاتھ پر پہنچا دوں۔"

"ممی! آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔"

"شٹ اَپ۔ جب تک اسکول میں تھیں۔ تب سے باپ کی چمچی بنی ہوئی ہو۔ ماریہ کی باتیں مجھ سے چھپاتی رہی ہو۔ بچپن سے تمہیں ایک بھائی کی آرزو ہے۔ تم ایک فضول سی خواہش پوری کرنے کے لئے اپنے باپ کی حمایت کرتی رہی ہو۔ اب تمہاری پوری کوشش یہی ہے کہ میں اس ہونے والے بچے کو بیٹا تسلیم کر لوں۔ اسے وارث بنا لوں اور وہ وارث تب ہی بن سکتا ہے جب میں تمہارے باپ کو کاروبار سے بے دخل نہ کروں۔ تم میرے پیٹ سے پیدا ہوئیں اور مجھے بیوقوف بنا رہی ہو۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس آکر بیٹھ گئیں پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "ممی' آپ اچھی بات کو بھی منفی انداز سے کیوں سوچتی ہیں؟"

رابطہ ہوتے ہی انہوں نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کو کہا۔ "ہیلو ثمینہ باجی! میں بول رہی ہوں۔ آپ صدا کے رشتے کے لیے کہہ رہی تھیں' میں نے اسی سلسلے میں فون کیا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نے چونک کر انہیں دیکھا۔ یہاں ہم بہت ہی پیچیدہ مسائل میں الجھے ہوئے تھے اور وہاں وہ میرے رشتے کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "ممی' یہاں جو باتیں ہو رہی ہیں۔ آپ کو ان ہی کے سلسلے میں کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔ آپ میرے رشتے کی....."

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔ "شٹ اپ۔ مجھے بات کرنے دو۔"

پھر وہ فون پر بولیں۔ "باجی' آپ تو اچھی طرح جانتی ہیں۔ یہاں آئے دن دونوں بیٹیوں کے لیے رشتے آتے رہتے ہیں۔ ہمارا جو کچھ ہے' وہ دونوں کو آدھا آدھا ملنے والا ہے۔ اسی لیے رشتے مکھیوں کی طرح بھنبھناتے رہتے ہیں لیکن میں ایسا ہی داماد چاہوں گی جو میرے میاں کی طرح تمام کاروبار سنبھالے اور اس کاروبار کو پھیلاتا رہے۔"

وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگیں اور ہوں ہاں کہنے لگیں۔ پھر میری طرف دیکھتی ہوئی بولیں۔ "اچھا' لڑکا کینیڈا سے آیا ہے۔ وہاں کا کاروبار وائنڈ اپ کر کے یہاں شروع کر رہا ہے۔"

وہ پھر دوسری طرف کی باتیں سننے لگیں۔ میری تو عجیب حالت ہو گئی تھی۔ ممی فون پر میری زندگی کا بہت بڑا فیصلہ کر رہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ "باجی' آپ انہیں اپنے یہاں چائے پر بلائیں۔ میں بھی وہاں آجاؤں گی۔ لڑکے کو بھی دیکھ لوں گی اور اس کے بارے میں وہ سب کچھ معلوم کروں گی' جو صدا کے باپ کے بارے میں معلوم نہیں کر سکی تھی۔ جس کے نتائج اب بھگت رہی ہوں۔ ہوں..... ہوں' اچھا کل شام کوئی پارٹی ارینج کریں گی؟ مجھے صبح فون پر بتائیں گی؟ ٹھیک ہے میں انتظار کروں گی' اوکے سو فار۔"

انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ یہ اچانک میرے رشتے کی بات کیوں چھیڑ رہی ہیں؟ ابھی تو میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔"

"شادی کے بعد بھی حاصل کر سکتی ہو' کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔"

"مگر جلدی کیا ہے؟"

"تم اس گھر میں رہو گی تو ایسی سازشی حرکتیں کرتے ہوئے اس بچے کو یہاں لے آؤ گی۔ میں تمہاری حرکتوں سے مجبور ہو کر تمہارے باپ کو اپنی زندگی سے نکال دینا چاہتی تھی لیکن یہ نادانی ہو گی۔ تمہیں یہاں سے نکلنا چاہیے۔ عزت آبرو سے جاؤ گی تو میری ایک بہت بڑی ذمے داری پوری ہو جائے گی۔"

میں نے پاؤں پٹخ کر کہا۔ "میں شادی نہیں کروں گی۔"

"تم نہیں کرو گی تو تمہارا باپ اس سے شادی کر لے گا اور یہ سب کچھ تمہاری ملی بھگت سے ہو گا۔ تم یہاں نہیں رہو گی تو میں تمہارے باپ سے اچھی طرح نمٹ لوں گی۔"

میں نے پریشانی سے انہیں دیکھا پھر کہا۔ "کیا آپ زبردستی میری شادی کریں گی؟"

"کیا تم ماں سے بغاوت کرو گی۔ میں جس کے پیچھے پڑ جاتی ہوں' اسے اس کے انجام تک پہنچا کر رہتی ہوں۔ تم شادی سے انکار کرو گی۔ تو میں تمہیں کسی دوسرے شہر کے کالج اور ہاسٹل میں بھیج دوں گی۔"

یہ تو طے تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی ضد پوری کریں گی' کسی بھی طرح مجھے اس گھر سے اور ڈیڈی سے دور رکھیں گی۔ انہوں نے کہا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے باپ کو اپنے کاروبار سے اور اپنی زندگی سے نہ نکالوں تو تم شادی کرو گی۔ انکار کرو گی تو وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جو تم نہیں چاہتی ہو۔"

وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئیں۔ میں صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگی' کیا کروں؟ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اچانک ڈیڈی کو ثانوی حیثیت دے کر میرے پیچھے پڑ جائیں گی۔ تھوڑی دیر بعد میرے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ میں نے اسے آن کر کے کان سے لگایا' پھر کہا۔ "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے شہزاد کی آواز سنتے ہی چونک گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہائے صدا! تم نے سوچا ہو گا کہ میں نے تمہیں بھلا دیا ہے۔ ذرا آئینے میں اپنا حسن و جمال دیکھو۔ کیا تم بھلائی جانے والی چیز ہو؟"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "مجھ سے فضول باتیں نہ کرو۔ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی تھی۔"

"میں سمجھ رہا تھا' تم مجھ سے بات کرنا نہیں چاہو گی۔ میں تو لکی ہوں' بولو میری جان! تمہارے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔"

"یہ بازاری مکالمے مجھ سے نہ بولا کرو۔"

"میں بھول گیا تھا کہ تم فلمی اور افسانوی محبت کی قائل نہیں ہو۔ یقین کرو' اتنے دنوں تک تم سے دور رہا ہوں۔ مگر تمہارے بارے میں ہی سوچتا رہا ہوں۔ میں ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ضروری کام سے بارڈر کی طرف گیا تھا۔ میں نے ایسا کاروبار شروع کیا ہے کہ جلد تمہارے ڈیڈی کی طرح دولت مند بن جاؤں گا۔"

"کیا تم اپنی ہی بات کرو گے یا میری بھی سنو گے؟"

"پہلے میں یہ تو بتا دوں کہ تمہیں حاصل کرنے کے لیے کتنا بڑا کاروبار شروع ہے۔"

"میں تاجر خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ جانتی ہوں کہ بارڈر کے اِدھر سے اُد کیسے دھندے کیے جاتے ہیں۔ تم کچھ بھی کرو' مگر میری ایک بات مان لو۔"

"ایک نہیں' ہزار باتیں منوا لو۔ بولو' کیا بات ہے؟"

"شہناز کے جتنے خطوط اور تصویریں ہیں' انہیں واپس کر دو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ "تم دنیا والوں کی باتوں میں آ رہی ہ مجھے گناہ گار سمجھ رہی ہو۔ میں ہرجائی نہیں ہوں' تمہارے سر کی قسم' صرف تمہیں چ ہوں۔"

"میں شہناز سے باتیں کر چکی ہوں۔ ایک شریف زادی اپنی عزت آبرو کے حوا سے تم پر اتنا بڑا الزام یونہی نہیں لگائے گی۔ تم کتنا ہی جھوٹ بولو' جو سچ ہے وہ سچ ہی ر گا۔"

"تمہیں اس سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟"

"ظلم کرتے ہو اور پوچھتے ہو مظلوم سے ہمدردی کیوں ہے۔ وہ برباد ہونے ۔ باوجود پھر آباد ہو سکتی ہے۔ سہاگن بن سکتی ہے لیکن وہ اور اس کے والدین انگاروں لوٹ رہے ہیں۔ وہ تمہیں پچاس ہزار دینے کو تیار ہیں۔ پلیز' انہیں بلیک میلنگ ۔ نجات دے دو۔"

"پلیز' تم مجھ سے بھی ہمدردی کرو۔ اس لڑکی نے مجھے کالج سے نکلوایا ہے۔ م کیریئر تباہ کر دیا ہے۔ مجھے دوسرے کالجوں میں بھی داخلہ نہ مل سکا۔ میں ہمدردی کا مستح نہیں ہوں۔"

"وہ سب کچھ تمہاری غیر انسانی حرکتوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ تم اب بھی انسان بن سکتے ہو۔ اگرچہ تمہارا گناہ ناقابل معافی ہے۔ پھر بھی شہناز کی چیزیں واپس کر کے کسی تک اپنی بہت بڑی غلطی کی تلافی کر سکتے ہو۔ اگر پچاس ہزار کم ہیں تو میں اپنی طرف

کچھ زیادہ دوں گی۔"

"تم صرف اپنے آپ کو دے دو۔ میں اس کی چیزیں واپس کر دوں گا۔"

"ایسی بے شرمی کی باتیں مجھ سے نہ کرو۔"

"شہناز کے ساتھ جو بے شرمی ہوئی' اس کی باتیں تم کر رہی ہو پھر تمہاری بات میں کیوں نہ کروں؟ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں تمہارا کیسا دیوانہ ہوں۔"

"صرف رقم لینے کی بات کرو۔ میری شادی ہونے والی ہے' مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔"

اگرچہ میں نے ممی کے سامنے شادی سے انکار کیا تھا اور شادی کا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا لیکن شہزاد کو ٹالنے کے لیے میں نے ایسا کہہ دیا تھا۔

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمہاری شادی ہو رہی ہے؟ نہیں' تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"کیا میری شادی نہیں ہو سکتی؟ تم اسے جھوٹ کیوں سمجھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں اپنے خیالوں اور خوابوں میں تمہیں اپنی دلہن بناتا آیا ہوں۔ مجھ سے یہ نہ کہو کہ تم کسی اور سے شادی کرو گی۔"

"میں بہت پہلے سمجھا چکی ہوں کہ میں افسانوی محبت نہیں کرتی۔ زندگی گزارنے کے اہم اصول ہوا کرتے ہیں۔ ان اصولوں کے مطابق اپنے بہتر مستقبل کے لیے' جہاں ماں باپ کہیں گے' وہیں شادی کر لوں گی۔"

"اور یہ تم اپنے لیے برا کرو گی۔ تم نہیں جانتیں میں کتنا ضدی ہوں۔ جو مجھے بہت زیادہ پسند آ جائے اور مجھے وہ نہ ملے تو میں پاگل ہو جاتا ہوں۔"

"تم پاگل ہو جاؤ گے تو تم سے ہمدردی ہو گی۔"

"تمہارے گھر والے تم سے ہمدردی کریں گے۔ جیسے تم شہناز سے کر رہی ہو۔ کیا تم دوسری شہناز بننا چاہتی ہو؟"

"مجھے دھمکی نہ دو۔ میں تمہیں شہناز کے لیے سمجھا رہی ہوں۔ آئندہ اس کی عزت رکھنے کی خاطر تمہیں زیادہ رقم بھی دے سکتی ہوں' مجھ سے فضول باتیں نہ کرو۔ صرف شہناز کے سلسلے میں ہاں یا نہ کہو۔"

"نہ تم مجھے قائل کر سکو گی اور نہ میں تمہیں راضی کر سکوں گا لیکن میں راضی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرنے کے دوسرے ہتھکنڈے بھی جانتا ہوں۔ بہتر ہے شادی نہ کرو۔ ورنہ اپنی بہتری کے لیے ساری زندگی روتی رہو گی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ ناشائستہ گفتگو کر رہا تھا۔ شہناز کے سلسلے میں کوئی بات ماننے والا نہیں تھا۔ میں نے اس پر لعنت بھیج دی۔

رات ہو چکی تھی' میں ندا اور ممی کے ساتھ کھانے کی میز پر آئی۔ ممی مجھے خاموش سے دیکھتے ہوئے کھانا کھاتی رہیں۔ میں ندا سے اسکول کے بارے میں باتیں کر رہی تھی' ایک نئی ٹیوٹر گھر میں آکر اسے پڑھایا کرتی تھی۔ اس نے کہا۔ "باجی' یہ مس ہماری مار آنٹی کی طرح نہیں ہیں۔"

ممی نے چونک کر پہلے ندا کو پھر مجھے دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیا توجہ سے نہیں پڑھا رہی ہیں۔"

وہ بولی۔ "بس یوں ہی ہیں۔ ماریہ آنٹی تو بڑے پیار سے سمجھاتی تھیں۔"

ممی نے تڑ سے کہا۔ "اس نے تو تمہارے باپ کو بھی پیار سے خوب سمجھایا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ممی! کچھ تو سوچ سمجھ کر بولا کریں۔ کیا ایک بچی سے ایسی باتیں کر چاہیے؟"

"کیا یہ بچی ہے؟ یہ میٹرک کا امتحان دینے والی ہے۔ اس کی عمر میں تم اپنے باپ کی رازدار بنی ہوئی تھیں۔ جو ہم بڑے نہیں سوچتے' وہ تم سوچنے لگی تھیں۔"

"آپ میری بات چھوڑیں' ندا کا ذہن اتنا شارپ نہیں ہے' یہ معصوم ہے۔"

"میں تمہاری طرح اسے معصوم سمجھ کر دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ اس عمر میں لڑکیاں اوپر سے نادان ہوتی ہیں' اندر سے ساری پہچان رکھتی ہیں۔ میں تمہاری شادی کر کے رخصت کروں گی تو تمہاری جگہ یہ اپنے باپ کی چہیتی بن کر رہے گی۔ میں تو ابھی سے اس کے پر کاٹ کر رکھوں گی۔"

میں نے انہیں بے بسی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ممی' آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ کم از کم ندا کو تو اس معاملے سے الگ رکھیں۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ پھر رک گئیں۔ میرے موبائل فون کو دیکھنے لگیں۔ اس کا بزر سنائی دے رہا تھا۔ میں نے اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو کون؟"

میرا خیال تھا کہ شہزاد نے پھر مجھے پریشان کرنے کے لیے فون کیا ہے لیکن دوسری طرف سے ڈیڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ خوشی سے چیخ کر کہہ رہے تھے۔ "صدا' میں اسپتال میں ہوں' بیٹا ہوا ہے۔"

میں نے بے اختیار خوش ہو کر کہا۔ "بیٹا ہوا ہے' ہمارا بھائی ہوا ہے؟"

پھر میں ایک دم سے چپ ہو گئی۔ مجھے خیال آگیا تھا کہ ممی سامنے بیٹھی تھیں۔ میں نے دیکھا' وہ لقمہ چباتے چباتے رک گئی تھیں۔ منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ ریسیور میرے کان سے لگا ہوا تھا۔ ڈیڈی کہہ رہے تھے۔ "بچہ کمزور ہے۔ اس کی ماں تو اور بھی کمزور ہے۔ ابھی تک لیبر روم میں ہے۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہے ہیں۔ جتنی خوشی مل رہی ہے' اتنی پریشانیاں مل رہی ہیں۔"

میں جواباً کچھ کہہ نہیں سکتی تھی' خوشی ظاہر کر سکتی تھی نہ ماریہ کے بارے میں اور کچھ معلوم کر سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں بعد میں فون کروں گی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ زور سے پھونک مار کر منہ کا لقمہ تھوکتے ہوئے بولیں۔ "اچھا تو تمہارا باپ بچے پیدا کر رہا ہے۔ یہاں آئے گا اور پریشان ہو کر بولے گا کہ کاروباری مصروفیات نے تھکا دیا ہے۔ وہ بہت بڑا ڈرامے باز ہے۔"

پھر انہوں نے ندا کو دیکھا پھر مجھ سے کہا۔ "کیا تم اسے معصوم بنا کر رکھنا چاہتی ہو۔ کیا بے شرم اور بے غیرت باپ کے سائے میں بچیاں معصوم رہتی ہیں؟"

انہوں نے آگے بڑھ کر ندا کا بازو پکڑ کر اسے کھانے پر سے اٹھا لیا۔ "چلو اٹھو۔ تم یہاں نہیں رہو گی' جب تک اس گھر کا ماحول تمہاری معصومیت کے مطابق نہیں ہو گا۔ تم اپنی شمینہ آنٹی کے پاس رہو گی۔ اپنی کتابیں اور ضروری سامان سمیٹو اور ابھی میرے ساتھ چلو۔"

ندا رونے لگی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ یہاں رہوں گی۔ ڈیڈی بھائی کو لائیں گے تو میں اسے دیکھوں گی۔"

ممی نے تڑاخ سے ایک تھپڑ مار دیا۔ میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا۔ "ممی اٹس ٹو مچ۔ آپ تو حد سے گزر رہی ہیں۔ ماں ہو کر بیٹی کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معصومیت کو بھول رہی ہیں۔ کسی پر بس نہیں چل رہا ہے۔ اس معصوم بچی پر غصہ اتار رہی ہیں۔"

انہوں نے چیخ کر کہا۔ "یہ معصوم ہے؟ یہ سمجھ رہی ہے کہ اس کے باپ نے بیٹا پیدا کیا ہے تو یہ بھی سمجھ رہی ہو گی کہ کیسے پیدا کیا گیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "جب آپ سمجھتی ہیں کہ ندا ابھی جوان ہو چکی ہے تو پھر آپ نے ایک جوان بیٹی پر ہاتھ کیوں اٹھایا؟ آپ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گی۔"

پھر میں نے ندا سے کہا۔ "بچوں کی طرح رو ؤ مت اب اس گھر میں بچی بن کر نہیں رہنا ہے۔ کچھ ہمارے ڈیڈی اور کچھ ہماری ممی ہمیں جھنجوڑ کر اپنی عمر سے زیادہ جوان بنا رہے ہیں۔"

میں اسے اس کے کمرے کی طرف لے جانے لگی۔ ممی اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہم دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ ندا آنسو پونچھ کر چپ ہو گئی تھی' میں نے کہا۔ "یہاں بیٹھو' میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔"

"باجی! رہنے دیں۔ میں کھا چکی ہوں۔ اب کھایا نہیں جائے گا۔ میرا دل بھائی کی طرف لگا ہوا ہے۔ وہ کیسا ہو گا باجی؟ خوب صورت گورا گول مٹول سا ہو گا نا۔"

میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہمارے جیسا ہو گا۔ ہم سے بھی اچھا ہو گا۔ جی چاہتا ہے ابھی دوڑتی ہوئی وہاں جاؤں اور اسے بازوؤں میں لے کر خوب پیار کروں۔"

"ممی پیار کرنے دیں گی؟"

پل بھر کی خوشی نے دم توڑ دیا۔ ہم بھائی کی خوشی میں تھوڑی دیر کے لیے ممی کو بھول گئے تھے۔ ایک مدت کے بعد بھائی پیدا ہوا تھا۔ ہم اس کی پیدائش پر چوروں کی طرح خوش ہو رہی تھیں۔ چوری کا مال ملے تو چور اپنی خوشی ظاہر نہیں کرتے۔ ہمارا وہ بھائی ممی اور ڈیڈی کی ازدواجی زندگی سے نہیں بلکہ چور دروازے سے آیا تھا۔

میں نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر موبائل کے نمبر پنچ کرتی ہوئی ندا سے بولی۔ "ہم ابھی ڈیڈی سے باتیں کریں گے۔ دروازہ بند ہے' ممی نہیں سنیں گی۔"

میں نے رابطہ ہونے پر کہا۔ "ہیلو ڈیڈی' آنٹی کی طبیعت کیسی ہے؟"

"وہ ابھی تک ڈاکٹروں کی نگرانی میں ہے۔ اسے خون دیا جا رہا ہے۔ حالت بڑی تشویشناک ہے۔ اس بے چاری نے تو ابھی تک اپنے بچے کو بھی نہیں دیکھا ہے۔"

"ڈیڈی' میرا دل چاہ رہا ہے۔ ابھی وہاں چلی آؤں' آپ کو اور مجھے دیکھ کر آنٹی کو حوصلہ ہو گا۔"

ندا نے مجھ سے فون چھین کر کہا۔ "ڈیڈی' میں ندا بول رہی ہوں۔ میرا بھائی کیسا ہے؟ باجی کہتی ہے' ہمارے جیسا ہو گا' میں کہتی ہوں آپ کے جیسا ہو گا۔"

ڈیڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم دیکھنے کے بعد فیصلہ کرنا کہ وہ کس کی طرح ہے۔"

ڈیڈی تھوڑی دیر تک چپ رہے۔ میں ندا کے ساتھ فون سے کان لگائے سن رہی تھی۔ انہوں نے کہا۔ "بیٹی' میں کیا کہوں' پہلی بار مجھے ایک بیٹے کی خوشی ملی ہے۔ تم دونوں بھائی کی محبت میں پاگل ہو رہی ہو اور میں بھی اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتا لیکن یہ بچہ اتنا خوش نصیب نہیں ہے' یہ تو دنیا میں آتے ہی ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ اسے ہم سب مل کر اپنی محبت اور توجہ بھی نہیں دے سکتے۔"

میں نے ندا سے فون لے کر اپنے کان سے لگایا۔ وہ میرے کان کے پاس آکر فون سے لگ گئی' پھر بولی۔ "ڈیڈی' باجی نے مجھ سے فون لے لیا ہے۔ میں ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے سوچا کہ میرے بھائی کا نام کیا رکھا جائے؟"

میں نے کہا۔ "ندا پلیز! خاموش رہو۔ پیدا ہوتے ہی نام نہیں رکھا جاتا' بعد میں رکھا جائے گا۔"

پھر میں نے کہا۔ "ممی کو بیٹے کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو رہی تھیں۔ انہوں نے ندا پر ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔"

"تمہاری ماں کے بارے میں' میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ابھی پتا نہیں کیسے انداز میں غصہ دکھاتی رہے گی۔"

"ابھی تھوڑی سی دیر میں کئی طرح سے ری ایکشن دکھا چکی ہیں۔ ثمینہ آنٹی سے میرے رشتے کی بات کر رہی تھیں۔ کل لڑکا دیکھنے جائیں گی۔ ان کا خیال ہے کہ میں آپ سے مل کر ان کے خلاف سازشیں کرتی ہوں۔ یہاں سے چلی جاؤں گی تو آپ میرے بغیر کسی سازش میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

"تمہاری ماں کا دماغ خراب ہو گیا۔ ابھی تمہاری تعلیم حاصل کرنے کی عمر ہے۔ میں رشتے کی بات نہیں ہونے دوں گا۔"

"آپ کے نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا' آج تک وہی ہوتا آیا ہے جو ممی چاہتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں۔ ان کا ایک اور ری ایکشن یہ ہے کہ وہ ندا کو بھی گھر سے نکال رہی ہیں۔ اسے ثمینہ آنٹی کے پاس بھیجنا چاہتی ہیں۔ اس کا قصور اتنا ہی ہے کہ اس نے بے اختیار بھائی کے لیے خوشی کا اظہار کیا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر بولے۔ "یا خدا! میں کیا کروں؟ وہ تمہاری شادی کرنا چاہتی ہے۔ ندا کو ثمینہ کے گھر بھیجنا چاہتی ہے۔ مجھ سے بھی کہے گی کہ گھر سے نکل جاؤ۔ کیا وہ ہم سب سے رشتہ توڑ کر تنہا زندگی گزارے گی؟"

"آپ کو اس گھر کی بہتری کے لیے فائٹ کرنا ہوگی۔ وہ آپ سے طلاق لینا چاہیں گی' آپ دعدہ کریں کبھی طلاق نہیں دیں گے۔"

"میں ایسا نہیں کروں گا لیکن وہ میرے خلاف زبردست انتقامی کارروائی کرے گی۔"

"جی ہاں' وہ کل صبح تمام بینک اکاؤنٹس سیز کرانا چاہتی ہیں۔ آڈیٹرز کے ذریعے تمام کاروبار اور جائیداد کا حساب لینے والی ہیں۔"

"یہاں ماریہ کی طبیعت سنبھل جائے گی تو میں گھر آؤں گا۔ اسے سمجھاؤں گا کہ ایسی حرکتیں کرنے سے تمام تاجر برادری میں ہماری نیکی ہوگی۔ وہ طلاق لے کر نیک نام نہیں رہے گی۔ مطلقہ عورت ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنتی رہتی ہے۔ میں ندا کو اس کی ثمینہ آنٹی کے پاس نہیں جانے دوں گا اور تمہاری شادی....."

وہ کہتے کہتے رک گئے' کچھ سوچنے لگے۔ میں نے پوچھا۔ "آپ چپ کیوں ہو گئے؟"

انہوں نے کہا۔ "تمہاری شادی کی بات سوچ رہا ہوں۔ میں تمہاری ماں کے اس فیصلے پر اعتراض کر رہا تھا۔ مگر اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ تمہاری شادی ہونی چاہیے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں سوچ رہا ہوں تم شادی کے بعد اپنی ماں کے دباؤ میں نہیں رہو گی۔ خدا نے ہمیں اتنا کچھ دیا ہے کہ سسرال میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار دو گی۔ اپنے بھائی سے جب چاہو گی' ملتی رہو گی۔ تمہاری ماں کو روکنے ٹوکنے کا حق نہیں رہے گا۔"

پہلے تو یہ بھائی والی بات دل کو لگی۔ میں کسی رکاوٹ کے بغیر اپنے ننھے سے بھائی

کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ اس بات کا یقین تھا کہ میں شادی کے بعد اپنی ممی کی طرح آزاد اور خودمختار رہوں گی۔ کروڑوں کا کاروبار اور جائیداد اپنے جہیز میں لے جانے والی لڑکیاں کبھی شوہر اور سسرال والوں کے دباؤ میں نہیں رہتیں۔ میں شادی کے بعد اپنے طور پر ندا کے لیے بہت کچھ کر سکتی تھی۔

ڈیڈی نے کہا۔ "بیٹی' میں فون بند کر رہا ہوں۔ ماریہ کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ پھر تنہائی نصیب ہو تو مجھے فون کرنا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ندا نے کہا۔ "آپ نے فون بند کر دیا۔ میں ڈیڈی سے اور باتیں کرنا چاہتی تھی۔"

"وہاں آنٹی کی طبیعت بہت خراب ہے۔ ڈیڈی پریشان ہیں۔ ہم بعد میں ان سے باتیں کریں گے۔ تم اب سونے کی کوشش کرو۔"

میں اس کے کمرے سے نکل کر اپنے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ ممی ہماری طرف آرہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ "میں نے ثمینہ باجی سے بات کی ہے۔ کل ندا اسکول کے بعد ان کے گھر جائے گی' پھر وہیں رہے گی۔"

"ممی' یہ مناسب نہیں ہے۔ ندا کو اپنا گھر چھوڑ کر دوسروں کے یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ ناگواری سے بولیں۔ "تمہارے باپ کے کرتوت ایسے ہیں کہ جوان بیٹیوں کو اب اس گھر میں نہیں رہنا چاہیے۔"

"تو پھر مجھے بھی گھر چھوڑ کر کہیں جانا چاہیے۔"

"تمہاری تو اِدھر منگنی ہو گی' اُدھر بیاہ ہو گا۔ تمہیں یہاں سے جانا ہی ہے۔"

"جب شادی ہو گی تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو آپ ہم دونوں بہنوں کو جدا نہ کریں۔ ندا جائے گی تو میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گی۔ بیٹیاں باہر جائیں گی تو گھر کی بات بھی باہر تک پھیلے گی۔ پلیز' آپ ڈیڈی کا غصہ ہم پر نہ اتاریں۔"

پھر میں نے ان کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "ندا معصوم ہے' نادان ہے۔ اس کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ اسی لیے آپ کے سامنے ایک بھائی کے لیے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ ورنہ وہ سب سے زیادہ آپ کو چاہتی ہے' آپ اسے خود سے دور نہ کریں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہوں نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر میری بانہوں کو اپنی گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے' ندا یہیں رہے گی۔"

وہ مجھ سے منہ پھیر کر چلی گئیں۔ وہ مانتی تھیں کہ ندا انہیں بہت چاہتی ہے۔ اس کے جانے کے بعد وہ اتنی بڑی کوٹھی میں تنہا رہ جائیں گی۔ مجھ سے اب پہلے جیسی اپنائیت نہیں رہی تھی۔ میں انہیں یقین نہیں دلا سکتی تھی کہ میں انہیں پہلے سے زیادہ چاہتی ہوں اور ڈیڈی کی بے جا حمایت نہیں کر رہی ہوں۔ وہ مجھے اور ڈیڈی کو ایک ہی ترازو میں تول رہی تھیں۔

☆=======☆=======☆

میں اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ کئی طرح کی پریشانیاں تھیں۔ پریشانیوں اور الجھنوں کے باعث نیند نہیں آتی لیکن آج مجھے بھائی کی خوشی میں نیند نہیں آنے والی تھی۔ میں نے ایک گھنٹے کے بعد ڈیڈی کو فون کیا' انہوں نے کہا۔ "ماریہ ٹھیک ہے۔ سو رہی ہے۔ میرے دوست کی وائف اور ان کی رشتے دار خاتون آئی ہوئی ہیں۔ وہ خاتون بچے کو سنبھال رہی ہیں۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میں بیٹے کو اور ماریہ کو ایسی حالت میں اسپتال میں چھوڑ کر آجاؤں۔"

میں نے کہا۔ "پتا نہیں وہ بچہ سنبھالنے والی خاتون کیسی ہیں؟ میرا بھائی ان کے لیے پرایا بچہ ہے۔ وہ تو کسی آیا کی طرح بچے کو سنبھالیں گی' کیا آپ مطمئن ہیں؟"

"مجھے اطمینان ہوتا تو میں اب تک گھر چلا آیا ہوتا' کل تک ماریہ بچے کو سنبھالنے کے قابل ہو گی' تب اسپتال سے آؤں گا۔"

"میں صبح کالج کے لیے نکلوں گی پھر سیدھی وہاں آؤں گی۔ اپنے بھائی کو سنبھالوں گی۔ آپ فکر نہ کریں۔ کل تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

لیکن سب ٹھیک نہیں ہوتا' کچھ ٹھیک ہوتا ہے' کچھ بگڑتا ہے۔ میں دوسرے دن نو بجے اسپتال پہنچی تو ایسی خبر سنی جس کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ ماریہ اپنے دکھ اور بیماریوں سے لڑتے لڑتے زندگی سے ہار گئی تھی' ڈیڈی کو ایک بیٹے کا تحفہ دے کر موت کی آغوش میں چلی گئی تھی۔ اسپیشل وارڈ کے ایک کمرے میں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ایک خاتون میرے نوزائیدہ بھائی کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ ڈیڈی اور ان کے دوست چرچ کے ایک فادر سے ماریہ کی تدفین کے سلسلے میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے اپنے بھائی کو گود

میں لے کر سینے سے لگایا' میرے دل سے ایک "آہ" نکلی۔ اس بے قصور اور معصوم بچے کا کیا بنے گا؟

اگر ماریہ زندہ رہتی تو اسے سنبھال لیتی' اب تو باپ کو سنبھالنا تھا۔ اس بچے کی ذمے داریاں لینے والا کوئی تیسرا نہیں تھا۔ میں نے ڈیڈی کو دیکھا' وہ ماریہ کی لاش کو وہاں سے لے جانے کے انتظامات کر رہے تھے۔ اِدھر سے اُدھر آتے جاتے وقت ان کا سر جھکا ہوا تھا۔ مجھے لگا' ان کی کمر جھک گئی ہے۔ بیٹے باپ کا بوجھ اٹھاتے ہیں' باپ پر بوجھ نہیں بنتے لیکن یہ بیٹا پیدا ہوتے ہی اپنی ذمے داریوں کے بوجھ سے باپ کی کمر جھکا رہا تھا۔

انہوں نے مجھ سے کہا۔ "یہ میرے دوست سرفراز ہیں۔ تمہارے انکل ہیں۔ تم بچے کو لے کر آنٹی کے ساتھ ان کے گھر جاؤ۔ میں ماریہ کی تدفین کے بعد آؤں گا۔"

میں ان کی ہدایت کے مطابق بیگم سرفراز کے ساتھ بچے کو لے کر ان کے گھر آگئی۔ وہاں پہنچ کر میں نے ممی کو فون کیا۔ انہوں نے میری آواز سنتے ہی کہا۔ "تم بہت چالاک بنتی ہو۔ میں نے ابھی پرنسپل کو فون کیا تھا۔ تم کالج میں نہیں ہو' ضرور اپنی اس سگی سے ملنے اسپتال گئی ہو۔ تم نے اس بچے کو گود میں لیا ہو گا' اسے پیار کرتے وقت یہ سوچ کر ذرا بھی شرم نہیں آئی ہو گی کہ وہ ناجائز ہے۔ پاپ کی گنگڑی ہے' اس بے شرم اور فاحشہ نے....."

میں جیسے پھٹ پڑی۔ "یو شٹ اپ۔ اگر آپ نے ماریہ آنٹی کو ایک ذرا بھی گالی دی تو میں آپ کو ماں نہیں سمجھوں گی۔ یو ڈونٹ نو ممی! وہ اب اس دنیا میں نہیں رہی ہیں آپ کو مبارک ہو' وہ مر چکی ہیں۔"

"کیا؟" وہ جیسے چیخ پڑیں۔ میں انہیں نہیں دیکھ رہی تھی مگر سمجھ رہی تھی۔ وہ خوشی سے چیخ پڑی تھیں۔ انہوں نے پوچھا۔ "تم سچ کہہ رہی ہو؟ کیا وہ مر چکی ہے؟ میں نے ٹھیک سے سنا نہیں تھا' تم پھر سے بولو۔"

"آپ کو اچانک اتنی خوشیاں ملی ہیں کہ سنبھالی نہیں جا رہی ہیں۔ آپ نے ایک ذرا افسوس کا اظہار نہیں کیا کہ آپ نے ایک مرنے والی کو گالیاں دی ہیں۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ پھر مجھے افسوس کیوں ہو گا' جس کے اعمال برے ہوتے ہیں۔ اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اسے گالیاں دیتے ہیں۔"

"اس کے اعمال برے نہیں تھے۔ آپ کے خیالات برے ہیں۔ وہ آپ کا برا کرنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ کے گھر نہیں آئی تھیں۔ ڈیڈی اسے برا بنانے کے لیے اس کے گھر جاتے تھے۔ وہ شادی کرنا چاہتی تھی' آپ نے شادی نہیں ہونے دی۔ برا تو آپ نے کیا۔"

"بکواس مت کرو۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا' پچھلی باتیں بھول جاؤ۔"

"میں نے یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ آپ پچھلی باتیں بھول جائیں اور میرے بھائی کو گود لے لیں۔"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں نہ تو حرام رکھتی ہوں اور نہ ہی حرام چیز کو ہاتھ لگاتی ہوں۔ خبردار' اس کی بات بھی نہ کرنا۔"

"پہلے آپ ماریہ آنٹی کو گالیاں دے رہی تھیں' اب میرے بھائی کو دے رہی ہیں۔ میں آپ کو سمجھا رہی ہوں' اپنی زبان قابو میں رکھیں۔ آئندہ میرے منے بھائی کو گالیاں نہ دیں ورنہ کچھ کر بیٹھوں گی۔"

انہوں نے فون بند کر دیا۔ میرے سمجھانے کا ان پر اثر ہوا اور نہ دھمکی دینے کا کوئی اثر ہوا پھر مجھ جیسی لڑکی کی دھمکی کا وزن ہی کیا ہوتا ہے۔ میں کنواری تھی' ان کی سرپرستی میں تھی۔ ایسے والدین تو یہی سمجھتے ہیں کہ وہ دن کو رات کہیں گے تو اولاد اس رات کو صبح کہنے کی گستاخی نہیں کرے گی۔

ماریہ ایک زہریلا کانٹا تھی۔ ان کے راستے سے ہٹ گئی تھی' ان کی نظروں میں اس بچے کی کوئی اہمیت نہیں تھی جس کی تمنا ڈیڈی برسوں سے کر رہے تھے۔ اب یہ ایک باپ کا بھی فرض تھا اور انسانیت کا بھی تقاضا تھا کہ وہ ماں سے محروم ہونے والے بیٹے کو بیٹا کہیں لیکن ممی کی نظروں میں اس بچے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ آئندہ وہ اس بیٹے کو باپ کی سرپرستی سے بھی محروم کرنا چاہیں گی۔

وہ سمجھانے سے سمجھنے والی نہیں تھیں۔ میں نے دھمکی دی تھی کہ کچھ کر بیٹھوں گی۔ پھر میں نے وہ کر دکھایا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھیں۔ میں اس بچے کو سینے سے لگائے' اپنی کوٹھی میں لے آئی۔ وہ بچے کو میری گود میں دیکھتے ہی چیخ پڑیں۔ "یہ کیا ہے؟ کسے اٹھا لائی ہو؟"

میں نے کہا۔ "اگر آپ مانیں تو یہ اس گھر کا وارث ہے۔ نہ مانیں تو ایک گالی ہے۔ جو آپ دیتی رہی ہیں۔"

ننھا سا بچہ رونے لگا۔ میں نے کہا۔ "گالی رو رہی ہے۔ احتجاج کر رہی ہے۔ ہاتھوں

میں سکت ہے تو آکر اس کا گلا دبا دیں۔"

وہ دم بخود رہ گئی تھیں۔ کچھ کہنے کے لیے منہ کھلا ہوا تھا اور ابھی وہ پھٹ پڑنے والی تھیں۔

وہ بچے کو حقارت سے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے اور ان کی اضطرابی حالت سے پتا چل رہا تھا کہ وہ مجھے بچے کے ساتھ دھکے دے کر باہر نکال دیں گی۔ انہوں نے کہا۔ "میں کسی کی بات برداشت نہیں کرتی اور تم اسے کیا سوچ کر میرے لیے گالی بنا کر لائی ہو؟ کیا میں اس کے ساتھ تمہارا استقبال کروں گی؟ میں کہتی ہوں ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔ اسے باہر پھینک کر واپس آؤ۔"

"کیا آپ اسے باہر لے جا کر پھینک سکیں گی؟ اسے گلا دبا کر مار سکیں گی؟ ایسی کوئی بھی غیر انسانی حرکت کر سکیں گی؟"

"مجھ سے بحث نہ کرو جو کہہ رہی ہوں' وہ کرو۔"

"آپ محبت سے جو حکم دیں گی' اس پر عمل کروں گی۔ میں اس معصوم کو نفرت اور عداوت کے لیے نہیں لائی ہوں۔"

"مجھے زبردستی کرنے پر مجبور نہ کرو۔ تمہارا آوارہ اور بدمعاش باپ کہاں ہے؟ تمہارے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے بچے کو یہاں بھیج کر خود منہ چھپا رہا ہے۔"

"ڈیڈی ایسا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ وہ ماریہ کی تدفین کے لیے گئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ میں بچے کو یہاں لے آئی ہوں۔"

وہ آگے بڑھ کر چیختی ہوئی بولیں۔ "کیوں لائی ہو اس حرام کے پلے کو؟ نکلو یہاں سے۔"

انہوں نے مجھے دھکا دیا۔ پیچھے صوفہ نہ ہوتا تو میں فرش پر گر پڑتی۔ میں نے صوفے پر گر کر کہا۔ "آپ دور سے بات کریں۔ مجھے ہاتھ نہ لگائیں۔ یہ بچہ یہاں رہے گا۔ اگر آپ نے مجھے یہاں سے نکالا تو میں باہر جا کر چیخنے لگوں گی۔"

میں صوفے سے اٹھ کر ان سے دور ہو کر بولی۔ "آپ رشتے داروں کو بلائیں۔ اس بچے کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ پولیس کو بلائیں' اس کے خلاف قانونی کارروائی کریں۔ آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں' گھر کی بات گھر میں نہ رہی تو اپنی سوسائٹی میں آپ بھی منہ چھپاتی پھریں گی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باہر کار کے آنے اور رکنے کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے کہا۔ "دیکھو' کوئی آیا ہے۔ میں نہیں چاہتی' اسے یہاں کوئی دیکھے۔ تم دوسرے دروازے سے باہر چلی جاؤ۔"

"اب تو پبلسٹی شروع ہو گی ممی! آپ چھپانا چاہتی ہیں' میں مشتہر کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارے گھر میں ایک وارث پیدا ہو گیا ہے۔"

ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا ڈیڈی نے آکر پہلے ممی کو دیکھا۔ پھر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابھی فون پر معلوم ہوا ہے کہ تم بچے کو وہاں سے لے آئی ہو۔ تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ میرا انتظار تو کرنا چاہئے تھا۔"

"آپ کا انتظار کرتی تو آپ کبھی اسے نہ لاتے۔ آپ ممی سے ہر معاملے میں سمجھوتا کرتے آئے ہیں۔ اس معاملے میں یہی سمجھوتا کرتے کہ اسے گھر سے دور رکھا جائے گا۔ ہمارے گھر میں اور ہمارے خاندان میں اس کا نام نہیں لیا جائے گا۔"

"تم کیا سمجھتی ہو' اسے جبراً یہاں لانے سے تمہاری ماں اسے کلیجے سے لگا لے گی؟"

"میں اچھی طرح جانتی تھی کہ اسے رکھنا تو دور کی بات ہے۔ ممی اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گی اور یہی ہو رہا ہے لیکن میں بھی اپنی ضدی ماں کی ضدی بیٹی ہوں۔ اس بچے کو انصاف دلا کر رہوں گی۔"

ڈیڈی نے ممی سے کہا۔ "کلثوم! یہ نادانی کر رہی ہے۔ ایک بھائی کے لئے بہت زیادہ جذباتی ہو کر اسے یہاں لے آئی ہے۔ میں موجود ہوتا تو اسے کبھی ایسا نہ کرنے دیتا۔"

وہ کرخت لہجے میں بولیں۔ "اب تو موجود ہو' آنکھوں سے دیکھ رہے ہو' اس سے پہلے کہ میں غصے میں کچھ کر بیٹھوں' اس بچے کو یہاں سے لے جاؤ۔ ابھی اور اسی وقت لے جاؤ۔ میں اسے ایک پل کے لئے بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

ڈیڈی نے میری طرف بڑھتے ہوئے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "لاؤ' اسے مجھے دو۔"

میں "نہیں" کہہ کر وہاں سے پلٹ گئی۔ دوڑتی ہوئی زینے کے پاس آکر رک گئی۔ پھر بولی آپ اسے باہر نہیں لے جائیں گے۔ ممی سے صاف صاف کہہ دیں۔ اسے اپنا نام دیں گے' پیار دیں گے' توجہ دیں گے۔ ایک باپ کی تمام ذمے داریاں پوری کریں گے آپ نے اور ممی نے مل کر ماریہ آنٹی کو ہلاک کیا ہے۔ اب آپ دونوں کی سمجھوتا بازی اسے بھی ہلاک کرے گی اور میں یہ نہیں ہونے دوں گی۔"

ممی نے کہا۔ "کیا بکواس کر رہی ہو' کیا ماریہ کو میں نے ہلاک کیا ہے؟"

"آپ کا ضمیر ذرا سا بھی زندہ ہے تو اس سے پوچھیں' یہ جانتے ہوئے بھی کہ قصور ڈیڈی کا تھا' ماریہ آنٹی کا نہیں تھا' وہ شادی کرنا چاہتی تھیں' آپ نے نہیں کرنے دی۔ ماریہ آنٹی کو انہی صدمات نے مار ڈالا ہے۔ وہ اسی فکر میں گھل گھل کر مر گئیں کہ پہلے ان کے حقوق چھین لئے گئے۔ انہیں گھر سے بے گھر کیا گیا۔ وہ نو ماہ تک بچے کا بوجھ اٹھائے ایک گناہگار کی حیثیت سے بدنام ہوتی رہیں۔ ڈیڈی بدنامی سے محفوظ رہے۔ آپ بھی بے قصور کہلائیں گی کیونکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آپ نے ان کی شادی نہیں ہونے دی۔ پہلے ایک ماں کے حقوق چھینے۔ اب ایک بچے کے حقوق چھین رہی ہیں۔ اتنے صدمات سہنے والی عورت کس طرح زندہ رہتی؟"

ممی نے ڈیڈی سے کہا۔ "یہ پاگل کی بچی' ایسی ہی بکواس کرتی رہے گی۔ کیا تم بچے کو اس سے چھین کر نہیں لے جا سکتے؟"

میں نے زینے کے ایک ایک پائیدان پر چڑھتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی بچے کو چھیننے آئے گا تو میں اوپر جا کر کمرے میں بند ہو جاؤں گی۔ دروازہ نہیں کھولوں گی۔ بچے کے ساتھ بھوکی پیاسی مر جاؤں گی۔"

میں یہ کہتی ہوئی زینے کے اوپری حصے پر پہنچ گئی۔ ڈیڈی نے کہا۔ "رک جاؤ' پہلے میری بات سن لو۔ اس بچے کے لئے تم زبردستی کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔ یہ ایک بچہ ہے۔ بچے کو دولت اور جائیداد کی نہیں' صرف محبت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اسے محبت بھی دوں گا اور توجہ بھی۔ لاؤ بیٹی' اسے مجھے دو۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا اسے اپنا نام نہیں دیں گے۔"

"ہاں! نام بھی دوں گا' یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے نام سے پہچانا جائے گا۔"

ممی نے کہا۔ "اور دنیا والے مجھ سے پوچھیں گے کہ جب دو بیٹیاں یہاں رہتی ہیں تو ایک بیٹا کیوں نہیں رہتا؟ میں کہتی ہوں' پرابلم کیا ہے؟ جو غلطی تم سے ہوئی' اس پر خاک ڈالو۔ اس غلطی کو ایسے ختم کرو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اس بچے کو یتیم خانے میں پہنچا دو۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "یہ بچہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ تمہارے ضدی فیصلے کے مطابق اسے یہاں سے لے جاؤں گا۔ اس کے بعد تمہیں یہ پوچھنے کا حق نہیں رہے گا کہ میں نے اسے کہاں رکھا ہے اور کس طرح اس کی پرورش کر رہا ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جب تک میں تمہاری بیوی ہوں اس وقت تک مجھے یہ کہنے کا حق رہے گا کہ مجھ بیاہتا کے بچوں کو دینی اور دنیاوی قوانین کے مطابق تمہارا نام دیا گیا ہے لیکن ایک داشتہ کے بچے کو تمہارا نام نہیں دیا جائے گا۔ تم اس معاملے میں مجھ سے نہ الجھو۔ بات بڑھاؤ گے تو میں اپنی زندگی سے تمہارا نام خارج کر دوں گی۔ تمہاری بیٹیوں کے پاس صرف تمہارا نام رہ جائے گا' تم نہیں رہ سکو گے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہوں گا کہ ہمارے درمیان کبھی طلاق کی نوبت آئے۔ میں اپنی بیٹیوں سے دور ہونا نہیں چاہوں گا۔ بہتر ہے کوئی ایسا سمجھوتا کرو کہ یہ بیٹا اسی شہر میں رہے۔ تاکہ میں بیٹیوں کے پاس بھی رہوں اور بیٹے کی پرورش کے لئے بھی توجہ دیتا رہوں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے گا میں یہ ظاہر نہیں کروں گا کہ میں نے بیٹے کو اپنا نام دیا ہے۔"

ممی سوچ رہی تھیں اور بڑی گہری نظروں سے ڈیڈی کو دیکھ رہی تھیں۔

ڈیڈی نے کہا۔ "کلثوم کم از کم اس بات پر راضی ہو جاؤ کہ اس بچے کو جہاں تک چھپایا جا سکتا ہے' میں چھپا کر رکھوں گا۔"

وہ بولیں۔ "مجھے تم پر بھروسہ نہیں ہے۔ اس لئے ہم دونوں اس بچے کو چھپائیں گے۔ اس طرح یہ بچہ میری نظروں میں رہے گا۔ میں دیکھتی رہوں گی کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے اور اس کی خاطر تم کاروبار میں مجھ سے بے ایمانی کر رہے ہو یا نہیں؟"

"تمہیں مطمئن کرنے کے لئے مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں ابھی بچے کو جہاں لے جا کر رکھوں گا' تمہیں وہ جگہ بتا دوں گا۔"

"بچے کو رازداری سے رکھنے والا ایک ہی گھر ہے۔ یہ وہاں رہے گا تو میں مطمئن رہوں گی۔"

میں زینے سے اترتے ہوئے ممی کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ڈیڈی نے پوچھا۔ "تم کس گھر کی بات کر رہی ہو؟"

"ثمینہ باجی بڑے بڑے معاملات میں میری رازدار رہتی ہیں۔ ہم اس بچے کے لئے انہیں اچھی خاصی رقم دیں گے تو وہ رازداری سے اس کی پرورش کریں گی۔ تم میری باجی کو اچھی طرح جانتے ہو' تمہیں بھی مطمئن ہونا چاہئے۔"

ڈیڈی نے قائل ہو کر کہا۔ "میں تمہاری باجی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ پیسوں

کے لئے جان دیتی ہیں۔ بڑی رازداری سے بچے کی پرورش کریں گی۔"

"میرے ساتھ باجی کے یہاں چلو۔ میں ابھی یہ معاملہ نمٹا کر آؤں گی۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "صدا' تمہیں بھی اس فیصلے پر مطمئن ہونا چاہیے' لاؤ بچہ مجھے دو۔"

میں نے کہا۔ "مجھے اس لیے اطمینان ہے کہ آنٹی کے یہاں جا کر اپنے بھائی سے مل لیا کروں گی۔ ممی کو اعتراض تو نہیں ہو گا۔"

وہ بولیں۔ "رازداری سے کوئی بھی کام ہو گا تو میں اعتراض نہیں کروں گی۔ میں ابھی چینج کر کے آتی ہوں۔"

وہ لباس تبدیل کرنے کے لیے اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ ڈیڈی ایک صوفے کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ پھر بچے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولے۔ "جب سے پیدا ہوا ہے' میں اسے گود میں نہ لے سکا۔ ماریہ کے سلسلے میں پریشان رہا۔"

میں نے بچے کو ان کی گود میں دیا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائے پھر اسے چوم کر بولے۔ "تم اس کی چاہت میں باؤلی ہو رہی ہو۔ ایک بہن کا اتنا پیار میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس ننھی سی جان کو اس گھر میں جگہ ملے' ایک تمہاری ماں کو چھوڑ کر سبھی کا پیار اسے مل رہا ہے۔ میرے لیے یہی بہت ہے۔"

باہر سے پھر ایک گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ ندا آ گئی تھی' اس نے ڈرائنگ روم میں آ کر ڈیڈی اور بچے کو دیکھا پھر دوڑتے ہوئے آ کر بچے کو ڈیڈی کی گود سے لیا۔ اسے چوم کر سینے سے لگا کر بولی۔ "میں تو اسے ڈھونڈتی پھر رہی تھی' اسپتال میں پتا چلا آنٹی اب اس دنیا میں نہیں رہی ہیں۔ ڈیڈی' یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہوئی ہے۔"

"کیا کیا جائے بیٹی! ہم تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔"

وہ بچے کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ اسے چوم رہی تھی پھر اس نے پوچھا "ہمارا بھائی' ہمارے پاس رہے گا نا؟"

ڈیڈی نے مجھے دیکھا' میں نے اس سے کہا۔ "یہ ہمارے ساتھ نہیں رہے گا۔"

"کیوں نہیں رہے گا؟ ماریہ آنٹی نہیں رہیں۔ اسے تو ہمارے پاس رہنا چاہیے۔"

"ندا! تم ممی کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی ہو۔ وہ اسے کبھی برداشت نہیں کریں گی۔ ان سے اس حد تک سمجھوتا ہوا ہے کہ ابھی اسے ثمینہ آنٹی کے گھر رکھا جائے گا۔"

ممی لباس تبدیل کر کے آ رہی تھیں۔ میں نے ندا سے کہا۔ "ابھی کچھ نہ بولو' میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بعد میں تمہیں سمجھاؤں گی۔"

ممی نے آتے ہوئے گھور کر ندا کو دیکھا۔ کیونکہ وہ بچے کو سینے سے لگائے ہوئے تھی۔ اس سے پہلے کہ کچھ بات بڑھتی ڈیڈی نے صوفے سے اٹھ کر بچے کو لیا پھر ممی سے بولے۔ "آؤ چلیں۔"

ممی' ندا سے کچھ کہنا چاہتی تھیں پھر ڈیڈی کو آگے جاتا دیکھ کر ان کے پیچھے چلی گئیں۔ ندا کا دل نہیں بھرا تھا' وہ بچے کے پیچھے باہر تک جانا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روک لیا۔ وہ بولی۔ "چلیں نا باجی! اسے دیکھنے دیں۔ کتنا پیارا ہے' جیسا ہم نے سوچا تھا' اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ ممی اس کے ساتھ جا رہی ہیں۔ کیا اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتی تھیں' آخر ان کا نگزنا کیا ہے؟"

"کچھ لوگوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ انہیں بگاڑنے میں مزہ آتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ ہمارے بھائی کو ثمینہ آنٹی کے یہاں برداشت کرتی رہیں گی۔ یہاں نہ سہی' ہم وہاں بھائی کو پیار کرتے رہیں گے۔"

میں نے اسے تفصیل سے بتایا کہ میرے اور ممی ڈیڈی کے درمیان کیا باتیں ہو چکی ہیں۔ ممی اسے یتیم خانے میں بھیجنا چاہتی تھیں۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ بچے کو آنٹی کے یہاں رکھنے پر راضی ہو گئی ہیں۔ پھر میں نے ملازم سے کھانا لگانے کے لیے کہا۔ دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ وہ دن بڑے ہی ہنگامی حالات سے گزر رہا تھا۔ صبح کالج جانا تھا' میں اسپتال چلی گئی۔ وہاں ماریہ آنٹی کی موت کی خبر ملی۔ پریشانیوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ڈیڈی ادھر ماریہ آنٹی کی تدفین کے لیے گئے تھے اور میں ان کے دوست کے گھر بچے کے ساتھ چلی گئی تھی۔ وہاں سے بچے کو لے کر یہاں آگئی تھی۔

بچہ پیدا ہوتے ہی سفر کر رہا تھا۔ صرف اردو میں نہیں' انگریزی میں بھی سفر (SUFFER) کر رہا تھا۔ وہ اسپتال سے ڈیڈی کے ایک دوست کے گھر گیا۔ وہاں سے ہمارے گھر آیا۔ پھر اسے ہمارے گھر سے ثمینہ آنٹی کے گھر پہنچایا گیا تھا۔ نہ جانے اس کے مقدر میں کیا تھا۔ ویسے ممی نے سمجھوتا کر کے کسی حد تک ہمیں مطمئن کر دیا تھا۔

ندا نے کھانے کے دوران میں کہا۔ "ہمارا منا آنٹی کے پاس پہنچ گیا ہو گا نا؟"

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "ہاں! بھائی کے سلسلے میں آنٹی سے لین دین کی بات ہو رہی ہو گی۔ وہ پیسوں کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ انہیں ماہانہ اچھی خاصی رقم دی

جائے گی تو وہ ہمارے بھائی کو بڑی محبت اور توجہ سے رکھیں گے۔"

"یہ ممی تو خواہ مخواہ ضد کرتی اور لڑتی جھگڑتی رہتی ہیں۔ بھائی ہمارے پاس رہتا تو کون سی قیامت آجاتی؟ کیا میں فون کروں؟"

"کسے فون کرو گی؟"

"ثمینہ آنٹی سے پوچھوں گی' منا بھوکا تو نہیں ہے۔ ممی اور ڈیڈی کو دودھ اور فیڈر ساتھ لے جانا چاہیے تھا۔"

مجھے غلطی کا احساس ہوا۔ میں اپنے جوش اور جذبے میں صرف منے کو اٹھا کر یہاں لے آئی تھی۔ مجھے دودھ اور فیڈر ساتھ لانا چاہیے تھا۔ ہمارا بھائی بھی عجیب ہے۔ میں نے تب سے اب تک اسے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

میں نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ثمینہ آنٹی کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "آنٹی' میں صدا بول رہی ہوں۔ کیا ممی اور ڈیڈی وہاں ہیں؟"

"ہاں' تمہارے چھوٹے بھائی کو لے آئے ہیں۔ ان سے باتیں کر رہی ہوں۔"

"آنٹی! منا کئی گھنٹوں سے بھوکا ہے' اس نے دودھ نہیں پیا ہے۔ اس کے لیے فوراً دودھ منگوا لیں۔"

"دودھ تو کیا۔ اس کے لیے سونے کا فیڈر اور چاندی کا پالنا بھی آجائے گا۔ فی الحال پرابلم یہ ہے کہ میں تمہارے بھائی کی ذمے دار کیسے لوں؟ شام کی فلائٹ سے کہیں جا رہی ہوں۔ ایک ہفتے کے بعد واپس آؤں گی۔"

"اوہ! آنٹی' آپ کے جانے سے ہم پرابلم میں پڑ جائیں گے۔ یہاں پھر ممی اور ڈیڈی کے جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ پلیز' آپ منے کو رکھ لیں۔ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔"

ندا نے پوچھا۔ "آپ منے کو کہاں لے جانے کے لیے کہہ رہی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "آنٹی ایک ہفتے کے لیے جا رہی ہیں۔ اگر وہ منے کو اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گی تو پھر اس معصوم کے بارے میں الٹے سیدھے فیصلے کیے جائیں گے۔"

آنٹی نے پوچھا۔ "کیا ندا کو سمجھا رہی ہو؟ تمہاری ممی اور ڈیڈی بھی یہی کہہ رہے ہیں۔"

"یہ بچہ بمشکل پندرہ گھنٹے کا ہوا ہے۔ اتنے سے بچے کو لے کر سفر کرنے میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دشواری ہوگی۔ آنٹی' آپ کچھ بھی کریں' اپنا سفر ملتوی کردیں۔"

"میرا جانا بہت ضروری ہے اور پھر اس بچے کی ذمے داری بھی قبول کرنی ہوگی۔ میں تمہاری ممی کی بات نہیں ٹال سکتی۔"

دوسری طرف سے ممی کی آواز سنائی دی۔ "کیا تمہارا فون کرنا ضروری تھا؟ میں تمہیں خوب سمجھتی ہوں۔ تمہیں بھروسا نہیں تھا کہ میں بچے کو یہاں لاؤں گی۔ تمہارا خیال تھا اسے کہیں لے جاکر پھینک دوں گی۔"

"ممی! یہ بات نہیں ہے۔ میں نے تو بچے کے دودھ کے لیے فون کیا تھا۔"

"تم تو ایسے فکر کررہی ہو جیسے بچے کو تم نے ہی پیدا کیا ہو۔"

"اوہ گاڈ! کیسی بے حیائی کی بات کہہ رہی ہیں؟ آپ اپنی جوان بیٹی سے ایسی بات کہہ رہی ہیں۔ آپ کے ایب نارمل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا ہے۔"

"یو شٹ اپ! ہمیں بچے کا معاملہ طے کرنے دو........ خوامخواہ ڈسٹرب نہ کرو۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ میں نے بھی اپنے فون کو آف کیا۔ ندا نے پوچھا۔ "وہ کون سی بے شرمی کی بات کہہ رہی تھیں؟"

"تمہیں سننا نہیں چاہیے۔ ایسی باتیں ایب نارمل لوگ کرتے ہیں۔ ہمیں اطمینان ہے کہ ہمارے بھائی کو وہاں پہنچا دیا گیا ہے۔"

اب مجھے ڈیڈی کی واپسی کا انتظار تھا۔ ان سے ساری باتیں معلوم ہوسکتی تھیں کہ بچے کو وہاں کن شرائط پر رکھا جائے گا اور کب تک رکھا جائے گا۔ میں کھانے کے بعد اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی۔ بہت تھکی ہوئی تھی لیٹتے ہی نیند آگئی تھی۔ پھر کچھ پتا نہ چلا کہ کتنا وقت گزر گیا ہے۔ جب آنکھ کھلی تو رات ہوچکی تھی۔ میں نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا۔ بالوں کو برش کرکے کمرے سے باہر آئی۔ ندا سے پوچھا۔ "ممی اور ڈیڈی آگئے؟ میں تو بے خبر سوتی رہ گئی۔"

"ڈیڈی تو نہیں آئے۔ ممی آئی تھیں۔ ان سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔"

"کیا وہ اپنے کمرے میں ہیں؟"

"نہیں وہ اپنی روٹین کے مطابق کلب گئی ہیں۔"

میں منے کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگئی۔ میں نے ڈیڈی کو فون پر مخاطب کیا' ان سے پوچھا۔ "آپ کہاں ہیں' گھر کیوں نہیں آئے؟"

"میں آؤں گا۔ مگر دیر ہوجائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ تم بھائی کے لیے پریشان ہو۔ اب تمہیں مطمئن ہوجانا چاہیے۔ تمہاری ثمینہ آنٹی سے تمام معاملات طے ہوگئے ہیں۔ بچہ ان کے پاس بحفاظت رہے گا۔"

"وہ تو ایک ہفتے کے لیے جارہی تھیں؟"

"ہاں' جاچکی ہیں۔ بچے کو ساتھ لے گئی ہیں۔"

"ڈیڈی' وہ اتنا سا ہے اور وہ اسے لے کر جہاز میں سفر کررہی ہیں۔"

"بھئی' وہ تجربہ کار خاتون ہیں۔ کئی بچوں کی پرورش کرچکی ہیں۔ ان کی طرف سے بے فکر رہو۔"

"اب وہ ایک ہفتے کے بعد منے کو لے کر آئیں گی۔ ہمارا دھیان اسی کی طرف لگا رہے گا۔"

"میرے بیٹے کی بھی کیا تقدیر ہے۔ یہاں سے وہاں کتنے ہی ہاتھوں میں جارہا ہے بہرحال رات کو دیر سے آؤں گا' صبح باتیں ہوں گی۔"

ہمارا رابطہ ختم ہوگیا۔ ملازم نے آکر کہا۔ "کوئی شہناز بی بی آپ سے ملنے آئی ہیں۔"

میں ندا کے کمرے میں تھی۔ وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں شہناز اپنے والدین کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ میں ان کے ساتھ شہزاد کو دیکھ کر چونک گئی۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ میرے گھر میں چلا آئے گا۔ چونکہ وہ شہناز اور اس کے والدین کے ساتھ آیا تھا لہٰذا ذہن میں پہلی بات یہی آئی کہ شہناز کے ساتھ کچھ بہتر ہونے والا ہے۔

مجھے دیکھتے ہی شہناز اور شہزاد اٹھ کھڑے ہوگئے۔ میں نے اس کے والدین کو سلام کیا پھر شہناز سے مصافحہ کیا۔ میں شہزاد کو نظرانداز کررہی تھی۔ موجودہ حالات کو سمجھے بغیر اس سے بولنا نہیں چاہتی تھی۔ شہناز کی امی نے کہا۔ "بیٹی' تم نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ شہزاد کو نیکی کا راستہ دکھایا ہے۔ اس نے ہماری بیٹی کی وہ تمام چیزیں واپس کردی ہیں جن کے لیے ہم پریشان تھے۔"

میں نے بڑی بے یقینی سے شہزاد کی طرف دیکھا۔ اتنی دیر میں پہلی بار اس سے نظریں ملیں۔ وہ نظریں جھکا کر بولا۔ "انسان سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی ہیں۔ مجھ سے جو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

غلطی ہوئی۔ اس کی تلافی کررہا ہوں۔ اس کے بعد بھی سزا پانے کو تیار ہوں۔"

شہناز کے ابو نے کہا۔ "یہ سچ کہہ رہا ہے۔ ہم سے ضد کررہا تھا کہ ہم اسے بڑی سے بڑی سزا دیں مگر ہم نے تو اسے دل سے معاف کردیا ہے۔ تم سے التجا کرنے آئے ہیں کہ تم بھی اسے معاف کردو۔"

"میں معاف کرنے والی کون ہوتی ہوں؟ یہ جس کا گناہ گار تھا اس نے اسے معاف کردیا ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"بیٹی' تمہارا بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ تمہارے دل سے نفرت ختم کرنے کے لیے نیکی کررہا ہے۔ اس نے ہم سے پچاس ہزار بھی نہیں لیے ہیں۔ یہ ایک ہی شرط پر یہ احسان کررہا ہے کہ تم اسے معاف کردوگی اور پہلے کی طرح اس کی عزت کروگی۔"

میں نے اسے دیکھا۔ وہ بھی جیسے رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ایسے میں رحم کرنا چاہیے۔ وہ شہناز کو مزید بدنامیوں سے بچا رہا تھا۔ اس کے دل سے لالچ بھی ختم ہوگیا تھا۔ وہ ان سے پچاس ہزار بھی نہیں لے رہا تھا۔

شہناز کی امی نے کہا۔ "بیٹی! شہناز کا رشتہ طے ہو چکا ہے۔ شادی کی تاریخ بھی پکی ہوگئی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے شہزاد نے فون پر دھمکی دی تھی کہ وہ شادی نہیں ہونے دے گا۔ ہماری تو نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ ہم پانچوں وقت کی نمازوں میں دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ اللہ نے تمہیں وسیلہ بنادیا۔ اس لڑکے کے دل میں نیکی پیدا کردی۔"

شہناز نے کہا۔ "صدا! میری ساری زندگی کا مسئلہ ہے۔ تم ہی یہ مسئلہ حل کرسکتی ہو۔"

"میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"ہمارے سامنے یہ کہہ دو کہ تم نے شہزاد کو معاف کردیا ہے۔ تم اس سے نفرت نہیں کرتی ہو۔ اب پہلے کی طرح عزت کرنے لگو گی۔"

میں نے کہا۔ "بے شک' جو نیکی کا راستہ اپناتے ہیں' ان کی قدر کرنا چاہیے۔ میں آپ بزرگوں کے سامنے دل سے کہتی ہوں کہ میں نے اسے معاف کیا۔ آئندہ اس کی عزت کروں گی۔"

اس نے مجھے دیکھتے کہا۔ "تم فراخ دل ہو۔ میں جانتا تھا کہ مجھے معاف کردو گی لیکن میں تم سے کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔ ان بزرگوں کے سامنے تم سے کہتا ہوں کہ ان کے

جانے کے بعد یہاں تنہائی میں مجھ سے دو باتیں کرلو۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تنہائی میں باتیں کرنا ضروری ہیں؟"

"ضروری ہیں' اسی لیے کہہ رہا ہوں۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ یہاں تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

ملازم چائے کی ٹرے لے کر آیا تھا۔ وہ سب چائے پیتے ہوئے اور شہزاد کے سلسلے میں بات چیت کرنے لگے۔ اگرچہ اس نے شہناز کے ساتھ زیادتی کی تھی لیکن آئندہ ذلت اور رسوائی سے بچا رہا تھا۔ اب وہ نیک نامی سے سہاگن بننے والی تھی۔

چائے پینے کے بعد شہناز اور اس کے والدین مجھے دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوگئے۔ ان کے جانے کے بعد شہزاد سر جھکائے بیٹھا رہا۔ میں نے کہا۔ "تم کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میری ممی اور ڈیڈی آنے والے ہیں جو کہنا ہے فوراً کہہ کر چلے جاؤ۔"

"اتنی بے رُخی سے نہ بولو۔ اگرچہ تم نے کبھی کھل کر محبت کا اظہار نہیں کیا مگر میں جانتا ہوں کہ تم مجھے چاہتی تھیں۔ میں نے تمہاری اس چاہت کے لیے یہ نیکی کی ہے۔ آئندہ بھی سیدھی راہ پر چلتا رہوں گا۔ مجھے صرف تمہارا سہارا چاہیے۔"

"ہمارے خاندان میں عشق و محبت کو حماقت سمجھا جاتا ہے۔ یہ دنیا ضرورتوں کا بازار ہے۔ یہاں لوگ اپنی ضروریات کے مطابق ایک دوسرے سے لین دین کرتے ہیں۔ تم چاہت کی بات نہ کرو۔ صاف لفظوں میں کہو' تمہیں میری ضرورت ہے۔"

"ہاں ضرورت ہے۔ زندگی کی آخری سانس تک تمہاری ضرورت ہے۔"

"تو پھر تمہیں ثابت کرنا ہوگا کہ تم ہمارے خاندان میں رشتہ کرنے کے اہل ہو۔"

"مجھے کس طرح ثابت کرنا ہوگا؟ میں دولت مند ہوتا تو کوئی بڑا کاروبار کرکے خود کو اہل ثابت کرتا۔"

"تمہارے لیے دولت نہیں' تجربات ضروری ہیں۔ تم ہمارے یہاں ملازمت کرکے ڈیڈی کے زیرِ سایہ تربیت حاصل کرسکتے ہو۔ کاروبار کی اونچ نیچ کو سمجھ سکتے ہو۔ جب ممی اور ڈیڈی مطمئن ہو جائیں گے کہ تم میرے حصے کا کاروبار سنبھالنے کے قابل ہوگئے ہو تو وہ ہماری شادی کردیں گے۔"

"تجربات حاصل کرنے میں کئی برس بھی لگ سکتے ہیں۔ کیا تم انتظار کرو گی؟"

"چند مہینوں میں ہی تمہاری اہلیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ تب میں برسوں تک انتظار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر سکوں گی۔ نااہل ثابت ہوئے تو شادی سے انکار کر دوں گی۔"

وہ سر جھکائے بیٹھا رہا اور سوچتا رہا' میں نے کہا۔ "بات طے ہو چکی ہے۔ مجھ سے رومانس کی توقع نہ کرو۔ اب یہاں سے جاؤ۔ کل شام کو فون کرو' میں تمہیں اپنے ممی اور ڈیڈی کا فیصلہ سناؤں گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں اس کے ساتھ چلتی ہوئی کوٹھی کے باہر آئی۔ پھر ڈرائیور سے کہا۔ "صاحب کو گھر پہنچا دو۔"

وہ کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میں حد نظر تک اس کار کو دیکھتی رہی۔ گویا اسے دیکھتی رہی۔ وہ مجھے اچھا لگتا تھا۔ میں افسانوی اور فلمی محبت کی قائل نہیں ہوں۔ میری جیسی لڑکیاں عملی زندگی گزارنے کے لیے عملی محبت کا ثبوت چاہتی ہیں اور یہ ثبوت اسی سے چاہتی ہیں جسے دل چاہتا ہے۔ محبت میں ہوشمندی نہ ہو تو لڑکیوں کا انجام ماریہ اور شہناز جیسا ہوتا ہے۔

اگرچہ اس نے شہناز سے زیادتی کی تھی۔ سراسر بدمعاشی کی تھی اسے انسانی لغزش کہہ سکتے ہیں۔ کسی بدمعاش پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ اسے ایک ذرا لفٹ نہیں دینا چاہیے لیکن بعض حالات میں ہم ایسے کسی شخص سے نفرت نہیں کر سکتے۔ ڈیڈی بھی گناہگار تھے۔ مگر میں ان سے نفرت نہیں کر سکتی تھی۔ شہزاد راہِ راست پر آیا تھا۔ پہلے کی طرح اپنا اپنا سا لگ رہا تھا۔ اس کے گناہ کو بھی درگزر کیا جا سکتا تھا اور میں اس اعتماد سے دوبارہ اسے لفٹ دے رہی تھی کہ وہ خود کو میری محبت کا اہل ثابت کرے گا۔

رات کے کھانے کے بعد میں ندا کے ساتھ لان میں ٹہلتی رہی۔ وہ ننھا سا بچہ ہماری گفتگو کا موضوع تھا۔ اس کے سوا کوئی اور بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ رات کے دس بجے ممی اور ڈیڈی ایک ہی کار میں واپس آئے۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ ساتھ آئیں گے۔ یہ یاد نہیں ہے کہ کبھی ہم نے انہیں ساتھ آتے جاتے دیکھا ہو۔

ممی نے ڈرائنگ روم میں آ کر کہا۔ "لڑکا اچھا ہے۔ خالص کاروباری ہے۔ تم دیکھو گی تو ہمارے انتخاب کی داد دو گی۔"

"میں نہیں سمجھی' آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

ڈیڈی نے کہا۔ "ہم نے ایک اعلیٰ خاندان میں تمہارا رشتہ طے کیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ تو منے کو لے کر گئے تھے۔ یہ

اچانک رشتہ کہاں سے طے کر کے آ گئے؟"

ممی نے کہا۔ "اچھے رشتے اچانک ہی ملتے ہیں۔ ثمینہ بابی بہت دنوں سے یہ بات چلا رہی تھیں۔ وہ تو بچے کو لے کر جا چکی ہیں۔ مگر ہمیں ان کا ایڈریس اور فون نمبر دیا تھا۔ انہوں نے ہمارا ایسا استقبال کیا اور ایسی خاطرداری کی کہ دل خوش ہو گیا۔"

میں اعتراض کرنا چاہتی تھی۔ ڈیڈی نے اشارہ کیا کہ میں انکار نہ کروں۔ انہوں نے پہلے بھی مشورہ دیا تھا کہ مجھے شادی کر کے اپنی دولت اور جائیداد کے ساتھ سسرال جا کر آزاد اور خودمختار رہنا چاہیے۔

میں نے کہا۔ "ممی' میں اپنی شادی کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ شہزاد نامی ایک نوجوان میرے کالج میں پڑھتا تھا۔ ہماری آپس میں انڈر اسٹینڈنگ ہے۔ میں چاہتی تھی' وہ آپ کی اور ڈیڈی کی نگرانی میں رہ کر تربیت حاصل کرے۔ اگر وہ کاروبار سنبھالنے کے قابل ہو جائے گا تو پھر آپ اسے داماد بنانے کا فیصلہ کریں گی۔"

وہ بولیں۔ "تم میرے نقشِ قدم پر چلنا چاہتی ہو۔ یہ اچھی بات ہے۔ شادی سے پہلے تمہارے باپ کو بھی ٹریننگ دی گئی تھی۔ مگر یہ بات تمہیں پہلے کہنا چاہیے تھی۔ ایک تو ہم وہاں بات طے کر چکے ہیں' دوسرے یہ کہ وہ لڑکا بھی ہماری مرضی اور مزاج کے مطابق ہے۔ تم جس نوجوان کی بات کر رہی ہو' اسے ٹریننگ دینے میں برسوں لگیں گے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "جس لڑکے سے ہم نے رشتہ طے کیا ہے۔ اس کا نام صداقت زبیری ہے۔ اس کے باپ کا کاروبار یہاں سے یوکے تک پھیلا ہوا ہے۔ صداقت زبیری بچپن سے کاروبار کی ہیرا پھیری کو سمجھتا آیا ہے۔ یہاں ایک نئی ٹیکسٹائل مل لگانے کے لیے لندن سے آیا ہے۔ ہم کل تک اس کے تمام کاروبار کے سلسلے میں مزید معلومات حاصل کر لیں گے۔"

میں اُلجھن میں پڑ گئی۔ کاروباری لحاظ سے میرے بہترین مستقبل کی خاطر ممی اور ڈیڈی کا فیصلہ مجھ سے بہتر تھا لیکن ابھی ابھی میں نے شہزاد سے وعدہ کیا تھا۔ وہ میری خاطر راہِ راست پر آ رہا تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ پھر بھٹک جائے۔

ڈیڈی نے بعد میں مجھے سمجھایا کہ پہلے اپنی بہتری دیکھی جاتی ہے' شہزاد کی بہتری ضرور چاہو لیکن اس کی حیثیت کے مطابق اسے آگے بڑھنے کے مواقع دو۔ اسے کہو مجھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے ملاقات کرے۔ میں اسے کاروباری دنیا میں رہنے اور بہت کچھ کرنے کے مواقع فراہم کروں گا۔

ندا نے آکر کہا۔ "آپ سب اپنی ہی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے منے کی بات کریں۔ وہ آنٹی کے پاس رو رہا ہو گا۔ کیا آنٹی اس کے لیے دودھ اور فیڈر لے گئی تھیں۔"

ڈیڈی بچے کے بارے میں اس سے باتیں کرنے لگے۔ میں وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ شہزاد کے چاہنے کا انداز مجھے پریشان کر رہا تھا۔ اس نے میری خاطر بہت بڑا کام کیا تھا۔ آئندہ بھی وہ میری خاطر بہت کچھ کر سکتا تھا۔ ایسے میں' میں اسے مایوس کر دیتی تو کیا ہوتا؟

ایک اندازہ تھا کہ وہ مایوس ہو جائے گا۔ وہ مجھے اتنی شدت سے چاہتا تھا کہ میری خاطر اس نے بلیک میلنگ نہیں کی۔ پچاس ہزار روپے نہیں لیے۔ ایسا دیوانہ اپنی ناکامی پر جھنجلا جائے گا۔ ہو سکتا ہے' پھر گمراہی کی طرف چلے پڑے۔

اس نے دوسرے دن فون کیا تو میں بری طرح الجھی ہوئی تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ مایوس ہو جائے اور جھنجلانے لگے' اس نے پوچھا۔ "کیا تم نے اپنے والدین سے بات کی؟"

میں نے جھوٹ کہا۔ "ابھی ان سے بات نہیں ہوئی۔ وہ ایک اہم کاروباری مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ ڈیڈی کہیں باہر جانے والے ہیں۔ دو چار دنوں میں واپس آئیں گے تو ان سے بات کروں گی۔"

وہ مایوس ہو کر بولا۔ "میں کل سے بے چین ہوں۔ اس وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ ابھی تم اپنے والدین کی رضامندی کی خبر سناؤ گی۔"

"کیسی رضامندی؟"

"یہی کہ وہ مجھے پسند کریں گے۔ مجھے تمہارے لیے قبول کریں گے۔ انہیں ہماری شادی کے سلسلے میں اعتراض نہیں ہو گا۔"

"تم کل سے اب تک مجھے خوابوں میں دلہن بناتے رہے ہو۔ تمہیں پچھلی رات نیند نہیں آئی ہو گی۔"

"تم میرا حال دل خوب سمجھ رہی ہو۔"

"میں تمہیں تو کیا' کسی بھی مرد کو سمجھنے میں غلطی نہیں کروں گی' کتنے افسوس کی

بات ہے۔ تمہیں کل سے اب تک خود کو کسی قاتل بنانے کے بارے میں سوچنا چاہیے تھا۔ تم کبھی عملی زندگی نہیں گزارو گے۔ خیالی دنیا میں رہو گے۔"

"نہیں' یہ بات نہیں ہے۔ میں تو کاروبار کے سلسلے میں بھی سوچ رہا تھا۔"

"کاروباری دنیا میں عملی سوچ ہوتی ہے۔ رومانس بھی ہوتا ہے اور شادی ہوتی ہے تو بھی کاروباری انداز میں ہوتی ہے۔ لڑکیوں سے اپنی اوقات سے زیادہ جینز مانگنا ایک کاروبار ہے۔ لہٰذا لڑکیاں بھی اسی انداز میں سوچنے لگی ہیں کہ لڑکوں کو ٹھونک بجا کر پسند کریں۔ میں تمہارے سلسلے میں ایسا کر رہی ہوں تو اس میں میرے ساتھ تمہاری بھی بھلائی ہے۔"

"میں کب انکار کر رہا ہوں' تم بہت سمجھ دار ہو۔ شادی سے پہلے میرے اور اپنے لیے مضبوط قلعہ بنا رہی ہو۔"

"آئندہ فون پر آہیں نہ بھرنا۔ کبھی یہ نہ کہنا کہ میرے لیے جاگتے ہو اور مجھے خوابوں میں دیکھنے کے لیے سوتے ہو۔ ہمیشہ عملی زندگی گزارنے کی باتیں کرو۔"

"آئندہ میں یہی کروں گا۔ پریکٹیکل لائف کے بارے میں باتیں کروں گا۔ اس بہانے تمہاری آواز تو سنتا رہوں گا۔"

"اب چار دنوں کے بعد ہفتہ کی رات میری آواز سنو گے۔ میں رات کے نو بجے کھانے کے بعد اپنے کمرے میں آتی ہوں' تم نو بجے کے بعد فون کر سکتے ہو۔"

"چار دن بہت ہوتے ہیں۔ ہمیں روز باتیں کرنی چاہئیں۔ آخر باتیں کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"جب ممی اور ڈیڈی تمہارے حق میں فیصلہ کریں گے تب روز تم سے باتیں کیا کروں گی' ابھی صبر کرو۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ یہ ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ میں صاف طور پر کہہ سکتی تھی کہ میرا رشتہ دوسری جگہ طے ہو رہا ہے لیکن میرا یہ سچ شہناز کو مہنگا پڑ سکتا تھا۔ شہزاد کوئی منفی ردعمل ظاہر کر سکتا تھا۔ میں سوچ رہی تھی کیا میں شہناز کی شادی تک شہزاد کو لگام دے سکتی ہوں؟

اگرچہ میں اس سے جھوٹ بول رہی تھی۔ تاہم اس کے بہترین مستقبل کے لیے اسے اپنے ہیڈ آفس میں اور اپنے کاروبار میں مصروف رکھنا چاہتی تھی۔ ایک تو اسے اچھا خاصا روزگار حاصل ہو جاتا۔ دوسرے یہ کہ کاروباری تجربات حاصل کرنے کے بعد اسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے طور پر کاروبار کرنے کے مواقع دے سکتی تھی۔

میں نے اپنے موبائل فون کو کچھ دنوں کے لیے بند کر دیا تاکہ وہ مجھے کسی بہانے سے مخاطب نہ کرے۔ ندا کو سمجھا دیا کہ میرے لیے کسی کا بھی فون آئے' تو کہہ دیا کرے کہ میں گھر میں نہیں ہوں۔ میں نے تیسرے دن ڈیڈی سے کہا۔ "آپ کو ثمینہ آنٹی کا فون نمبر لینا چاہیے تھا۔ ہم منے کی خیریت معلوم کرتے رہتے۔"

"میں نے پرسوں اس کے موبائل پر بات کی تھی۔ کسی دوسرے نے اٹینڈ کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ اس کے بعد آج تیسرا دن ہے اور اس کا موبائل بند پڑا ہے۔"

میں ڈیڈی کے ساتھ ممی کے بیڈ روم میں آئی' ان سے پوچھا۔ "آپ نے ثمینہ آنٹی کو فون کیا تھا؟"

"میں انہیں کس لیے فون کروں؟"

ڈیڈی نے کہا۔ "ہمیں بچے کی خیریت معلوم کرنی چاہیے۔"

انہوں نے ناگواری پوچھا۔ "کس بچے کی خیریت؟"

"تمہارے اس سوال کا مطلب کیا ہے؟ میں اپنے بچے کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہمارے دو بچے ہیں۔ دونوں گھر میں ہیں۔ میں نے تیسرا کوئی بچہ پیدا نہیں کیا ہے۔"

وہ غصے سے بولے۔ "کیا بکواس کر رہی ہو؟"

وہ بھی غصے سے بولیں۔ "مائنڈ یور لینگویج' مجھ سے اس انداز میں نہ بولنا۔"

میں نے کہا۔ "ممی' آپ منے کو ثمینہ آنٹی کے یہاں لے گئی تھیں پھر انجان کیوں بن رہی ہیں؟"

وہ بولیں۔ "کبھی ثمینہ آنٹی سے ملاقات ہو تو پوچھ لینا' نہ میں ان کے گھر کوئی بچہ لے گئی تھی' نہ وہ کسی کو اپنے ساتھ لے کر گئی تھیں۔"

میں نے اور ڈیڈی نے شدید حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ڈیڈی نے پوچھا۔ "کلثوم! تم یہ کیا کھیل کھیل رہی ہو؟"

"تم نے ایک کھیل میرے خلاف کھیلا۔ میں جواباً دوسرا کھیل تمہارے خلاف کھیل رہی ہوں۔ تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ میں ایک بچہ یہاں سے لے گئی تھی۔ تم

بات بڑھاؤ گے تو تمہیں ثابت کرنا ہو گا کہ اس گھر میں تمہاری کوئی تیسری اولاد بھی تھی۔"

میں منے کے تصور سے تڑپ گئی۔ میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "منا کہاں ہے؟ کوئی دوسری بات نہ کریں۔ صرف اتنا بتا دیں منا کہاں ہے؟ ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گی۔"

وہ تن کر کھڑی ہو گئیں پھر بولیں۔ "کیا کرو گی؟ میری جان لو گی یا اپنی جان پر کھیل جاؤ گی تمہارا جو بھی ردعمل ہو گا وہ گھر کے باہر جائے گا' یہ سوالات ہر طرف سے گونجنے لگیں گے کہ میں تم باپ بیٹی کی دشمن کیوں ہوں؟ اور تم باپ کی حمایت میں مجھ سے دشمنی کیوں کر رہی ہو؟ جس بچے کے لیے یہ سب کچھ ہو رہا ہے' وہ کہاں سے آیا تھا؟ اور وہ کس گناہگار کا بچہ تھا؟"

میں اور ڈیڈی گم صم سے ہو کر ان کی باتیں سنتے رہے' وہ بولیں۔ "تمہارے باپ کا یہ گناہ اب تک چھپا ہوا ہے' چند خاص لوگوں کو معلوم ہے۔ اگر یہ بات ابھی یہاں دب جائے گی تو وہ خاص لوگ بھی ثبوت کے ساتھ ہم پر کیچڑ نہیں اچھال سکیں گے کیونکہ وہ بھی نہیں جانتے کہ بچہ کہاں ہے؟ جب بچہ تھا ہی نہیں تو کون ہمیں بدنام کرے گا۔"

میں نے دانت پیس کر کہا۔ "کیا آپ نے بچے کو مار ڈالا ہے؟ کہاں ہے بچہ؟"

وہ مجھ سے دور ہٹ کر بولیں۔ "کون سا بچہ؟ کہاں کا بچہ؟ زور زور سے چلاؤ اور ہنگامہ برپا کرو۔ میری اور اپنی جان ایک کر دو' جس کا وجود ہی نہیں تھا وہ کہاں سے نظر آئے گا۔"

میں طیش پھاڑ کر چیخنے لگی۔ "ہاں میں چلاؤں گی' ابھی ڈیڈی کے ساتھ پولیس اسٹیشن جاؤں گی' آپ کے خلاف رپورٹ درج کراؤں گی۔ آپ نے ایک معصوم بچے کو قتل کیا ہے۔"

میں نے ڈیڈی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "چلیں ڈیڈی' میں منے کا خون معاف نہیں کروں گی۔"

ڈیڈی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "ہوش میں آؤ۔ رپورٹ درج کرائی جائے گی تو اس معاملے میں سب سے زیادہ بدنامی میری ہو گی۔"

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔ "آپ اپنی بدنامی کی بات کر رہے ہیں؟ اپنے بیٹے کے لیے افسوس نہیں ہو رہا ہے؟"

"تم افسوس کی بات کر رہی ہو' میں صدمے سے ٹوٹ رہا ہوں۔ شاید یہ صدمہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میری جان لے کر رہے گا لیکن ذرا عقل سے سوچو' بدنامی صرف میری نہیں ہو گی۔ مجھے اپنی دو بیٹیوں کی شادی بھی کرنی ہے۔ تم دونوں شادی سے پہلے ایک گناہگار بدمعاش کی بیٹیاں کہلاؤ گی' ہماری دولت اور خاندانی وقار کے آگے کوئی منہ پر کچھ نہیں بولے گا لیکن عزت اور غیرت کے حوالے سے میری دونوں بیٹیاں کمتر سمجھی جائیں گی۔"

ممی نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "ایک بزرگ کی غلطی کا نتیجہ خاندان کے تمام افراد کو بھگتنا پڑتا ہے۔ تمہارا کوئی دوھیال نہیں ہے۔ سات پشتوں سے تمہارے ننھیال والوں کی عزت و شہرت ہے تھانے جاؤ اور ساری عزت کو خاک میں ملا دو۔"

میں ان کی باتیں سن رہی تھی اور ڈیڈی کا منہ تک رہی تھی۔ وہ بہت بڑے گناہگار تھے۔ ماریہ کی عزت اور نیک نامی کے قاتل تھے اور اب اپنے بچے کے بھی قاتل بن چکے تھے۔ میں نے اپنے آپ سے پوچھا' اتنا کچھ ہونے کے باوجود اپنے باپ سے نفرت کیسے کروں؟ یہ ابھی تک نیک نام ہیں۔ کس دل سے ان کی بدنامی کا آغاز کروں؟

میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ "ہم کیسے لوگ ہیں؟ کسی کو قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہونے دیتے۔ کسی کی آبرو خاک میں ملا کر اپنی بیٹیوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہمیں بھی اسی طرح خاک میں ملایا جا سکتا ہے۔"

میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ان لمحات میں ماریہ میرے اندر سمائی ہوئی تھی۔ اس کی آبرو مجھ سے الگ نہیں تھی۔ میں آج لڑکی ہوں' کل عورت بننے والی ہوں۔ میری آبرو کا مول بھی وہی ہو گا۔

ہماری سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم آپس میں درد کا رشتہ نہیں رکھتی ہیں۔ ایک برباد ہوتی ہے تو دوسری تماشا دیکھتی ہے۔ میں بھی تماشا دیکھ رہی تھی' میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی لیکن احتجاج تو کر سکتی تھی۔

میں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "میرے اندر یہ بات سما گئی ہے کہ آپ نے صرف ایک ماریہ کی نہیں' تمام عورتوں کی آبرو کو گالی دی ہے۔ اگر آپ سمجھنا چاہیں تو آپ کی بیٹیوں کو بھی یہ گالی پڑ رہی ہے۔ میں دنیا والوں سے کہہ نہیں سکتی کہ آپ نے کیا' کیا تھا؟ اور اس کے نتائج کیا نکل رہے ہیں۔"

وہ دونوں خاموش کھڑے رہے۔

میں نے ڈیڈی سے دور ہٹ کر کہا۔ "میں کسی سے کچھ بول نہیں سکتی' سچ بولوں گی

تو آپ کی عزت دو کوڑی کی ہو جائے گی۔ اس لیے مجھے چپ رہنا چاہیے۔" میں نے ممی سے کہا۔ "آپ پوچھ رہی تھیں میں کیا بھاگ لوں گی؟ آپ کی جان لوں گی یا اپنی جان پر کھیل جاؤں گی؟ نہیں میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔ میں آج سے خاموش احتجاج کروں گی۔ نہ سچ بولوں گی اور نہ جھوٹ بولوں گی۔ سچ کو چھپاؤں گی اور جھوٹ کی گونگی تصویر بن جاؤں گی۔"

میں تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی پھر پلٹ کر بولی۔ "اس دروازے سے باہر جانے کے بعد میرے منہ میں زبان نہیں رہے گی۔ مرتے دم تک کوئی میری آواز نہیں سنے گا۔ میں کیوں گونگی ہو گئی؟ میری آواز کیسے مر گئی؟ ان سوالوں کا جواب آپ دنیا والوں کو دیتے پھریں گے۔"

میں پلٹ کر وہاں سے آ گئی۔ باپ نے کیا گناہ کیا؟ ماں نے ایک معصوم بچے کا کیا حشر کیا؟ ان معاملات میں جھوٹ بولنا مجھے گوارا نہیں تھا اس لیے میں نے خود پر سکتہ طاری کر لیا۔ زمانہ قدیم میں چلی گئی۔ حروف و الفاظ سے خالی ہو گئی۔ ایسی چپ ہو گئی جیسے زبان کاٹ کر پھینک دی ہو۔

بے زبانی رحمت ہے۔ شاید زحمت بھی ہے۔ اب میں کبھی نہیں بولوں گی۔

☆======☆======☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ممی کے خیال کے مطابق بہت بڑا طوفان آکر گزر گیا تھا..... بلکہ انہوں نے طوفان کو گزار دیا تھا۔ ان کے لیے سب کچھ ایسے ٹھیک تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ میں نے انہیں دھمکی دی تھی کہ کچھ کر بیٹھوں گی۔ اس دھمکی کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا وہ تو مارنے مرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے تن کر کہا تھا۔ "تم کیا کرلو گی؟ میری جان لے لوگی یا اپنی جان پر کھیل جاؤ گی؟"

میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے جو کیا' میں نے اس کے رد عمل میں خاموشی اختیار کرلی۔ ان کا خیال تھا' میں گونگی بن کر رہوں گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ انہوں نے دوسری صبح ناشتے کی میز پر بلایا' میں نہیں گئی۔ پتا نہیں معصوم بچے کا انجام کیا ہوا تھا۔ میری نیند اڑ گئی تھی۔ بھوک مرگئی تھی۔ انہوں نے میرے کمرے میں آکر پوچھا۔ "ناشتا کیوں نہیں کررہیں؟ آخر کب تک بھوکی رہوگی؟"

میں نے انہیں چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا مگر زبان سے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں ہی جواب دے رہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ "ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ جب شادی ہوگی' بچے ہوں گے اور تمہارا میاں بھی کسی ماریہ کا بچہ لے کر آئے گا تو تم بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کروگی۔"

مجھے جواباً کچھ نہیں کہنا تھا۔ میں ان کی باتوں کے دوران میں انہیں ناگواری سے دیکھتی رہی..... وہ بولیں۔ "منہ سے بولو یا نظریں نیچی کرو۔"

میں الماری سے اپنا لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازے کو زوردار آواز کے ساتھ بند کردیا۔ زبان سے بولنا ضروری نہیں ہے۔ انہیں ایسا لگا جیسے وہ دروازہ ان کے منہ پر آکر لگا ہو۔ وہ چیخ کر بولیں۔ "تم یوں ہی گستاخیاں کروگی تو میرا کچھ نہیں جائے

گا۔ تم اسی طرح اندر ہی اندر جلتی کڑھتی رہوگی۔ گونگی بن کر میرا کچھ نہیں بگاڑوگی۔ آج نہیں تو کل بولنا ہی پڑے گا۔ ساری زندگی گونگی بن کر نہیں رہ سکوگی۔"

وہ بڑبڑاتی چلی گئیں۔ میں لباس تبدیل کرکے باتھ روم سے باہر آئی۔ نیچے ڈرائنگ روم سے ان کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ ڈیڈی سے کہہ رہی تھیں۔ "اپنی لاڈلی کو سمجھالو' اپنے لچھن درست کرلے۔ آج یا کل میں لڑکے والے اسے دیکھنے آئیں گے۔ کیا وہ اپنے ایسے ہی رنگ ڈھنگ دکھائے گی۔"

ندا ان کی باتیں سن کر میرے پاس آئی' کہنے لگی۔ "باجی یہ کیا ہورہا ہے؟ ڈیڈی نے مجھے بتایا ہے کہ ہمارا منا کہیں گم ہوگیا ہے۔ وہ اسے ڈھونڈنے جارہے ہیں باجی ہمارا منا مل جائے گا نا؟"

میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ میں چھوٹی بہن سے لپٹ کر رونے لگی۔ ممی کی سنگ دلی کا اندازہ ہوچکا تھا۔ یہی ایک بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ بچہ اب واپس آنے کے لیے نہیں رہا ہے۔

ندا مجھ سے الگ ہوکر اپنے دوپٹے سے میرے آنسو پونچھتے ہوئے کہنے لگی۔ "آپ کیوں رو رہی ہیں؟ ڈیڈی اسے ڈھونڈنے جارہے ہیں۔ اسے ڈھونڈ کر ضرور لے آئیں گے۔"

میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"آیئے ناشتا کرنے چلیں۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"آیئے نا۔"

میں نے ہاتھ چھڑا لیا وہ میرے پاس فرش پر گھٹنے ٹیک کر بولی۔ "آپ بولتی کیوں نہیں؟ کیا مجھ سے ناراض ہیں؟"

میں نے سر کے اشارے سے "نہیں" کہا۔ اس نے کہا۔ "تو پھر سننے کی بات کریں۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر اپنے بند ہونٹوں پر ایک انگلی رکھ کر خاموشی کا اشارہ کیا پھر منہ کھول کر زبان پر انگلی رکھ کر ہاتھ کے اشارے سے انکار کیا۔ ہمیں گونگے افراد کی اشاروں والی زبان نہیں آتی۔ شاید وہ اسی لیے میری بات نہیں سمجھ رہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔

ڈیڈی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "یہ کیا ضد ہے؟ کیا اپنی چھوٹی بہن سے بھی نہیں بولو گی؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ کمرے میں آتے ہوئے بولے۔ "بیٹے کا صدمہ کچھ کم نہیں ہے پتا نہیں میں کبھی اس کی آواز سن سکوں گا یا نہیں کم از کم اپنی آواز سے تو محروم نہ کرو۔"

میں نے سر جھکا لیا' وہ بولے۔ "میں تمہارے احتجاج کو سمجھ رہا ہوں۔ تم اپنے ننھے بھائی کے لیے فائٹ کرنا چاہتی ہو لیکن میری بدنامی کے خیال سے چپ ہو گئی ہو۔ سچ بولنا چاہتی ہو مگر بول نہیں سکتیں اور جھوٹ بولنا گوارا نہیں ہے۔ اس لیے گونگی بن گئی ہو۔"

ندا ان کی باتیں سن کر بولی۔ "ان باتوں کا مطلب کیا ہے ڈیڈی؟ میری باجی منے کے لیے کیوں فائٹ کر رہی ہیں؟ منے کو کیا ہوا ہے؟"

ڈیڈی نے اسے تھپک کر کہا۔ "بیٹے کچھ نہیں ہوا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے میں تمہارے بھائی کو ڈھونڈ کر لے آؤں گا۔"

میں ڈیڈی کو دیکھ رہی تھی۔ میری نظریں کہہ رہی تھیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ بچے کو ڈھونڈنے نہیں جائیں گے۔ اگر جانا چاہیں گے بھی تو آخر جائیں گے کہاں؟ ممی آخری دم تک کبھی یہ نہیں بتائیں گی کہ اسے کہاں پہنچا دیا گیا ہے۔

ڈیڈی نے میری شکایت بھری نظروں کو سمجھتے ہوئے کہا۔ "صدا پلیز ایسے نہ دیکھو۔ میں اپنے بیٹے کے معاملے میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں نے اپنی اور تم سب کی نیک نامی کی خاطر تمہاری ممی سے سمجھوتا کیا ہے۔ تم دونوں بیٹیوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے بھائی کو کسی طرح بھی واپس لاؤں گا۔"

میں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کرسی کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بولے۔ "میں جانتا ہوں' تم یقین نہیں کرو گی۔ بیٹی ندا! اپنی بہن کو سمجھاؤ یہ نہیں بولے گی تو ایک اچھا رشتہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

ندا نے کہا۔ "باجی پلیز مجھ سے بولیں۔ اگر ڈیڈی سے ناراض ہیں تو ان سے بات نہ کریں مجھ سے تو کریں۔"

پھر اس نے ڈیڈی سے کہا۔ "آپ جائیں میں باجی کو منالوں گی۔"

وہ سر جھکا کر چلے گئے۔ میں سمجھ رہی تھی وہ بری طرح ٹوٹ گئے ہیں۔ ممی نے ایسی حرکت کی تھی' جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ انہوں نے اپنا گھر بچانے کے لیے ہم سب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

ندا مجھ سے بول رہی تھی اور مجھے بولنے پر مجبور کر رہی تھی اور میں اسے اشاروں سے سمجھا رہی تھی کہ وہ فضول کوششیں نہ کرے۔ میں ہرگز نہیں بولوں گی۔

اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا سچ مچ آپ کبھی نہیں بولیں گی؟"

میں نے نہیں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے پوچھا۔ "آخر کب تک نہیں بولیں گی؟"

میں نے دونوں بازوؤں سے ایک نادیدہ بچے کو اٹھایا۔ اسے اشاروں سے سمجھایا جب ہمارا منا آجائے گا تو میں بولنے لگوں گی۔ ندا کو سمجھاتے وقت میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ یہ خیال نشتر کی طرح دل میں اتر رہا تھا کہ منا کبھی واپس نہیں آئے گا۔

دوپہر کو ممی نے کہیں سے فون کیا' ندا نے ریسیور اٹھا کر ان کی بات سنی وہ کہہ رہی تھیں۔ "صدا نے اپنا موبائل کیوں بند کر رکھا ہے؟ اس سے کہو' اسے آن رکھے یا پھر ریسیور اسے دو۔ میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

ندا نے کہا۔ "ممی وہ تو جیسے بولنا بھول گئی ہیں۔ اپنا موبائل اسی لیے بند رکھا ہے جب بولنا ہی نہیں ہے تو اسے آن کیوں رکھا جائے گا؟"

"اس سے کہو' یہ تماشا ختم کرے۔ اسے بلاؤ میں ابھی بات کرنا چاہتی ہوں۔"

پھر اس نے مجھ سے کہا۔ "باجی یہ ریسیور لیں۔ ممی سے بات کریں۔"

میں نے ریسور کو لے کر کان سے لگایا۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ "ہیلو صدا! کیا تم میری بات سن رہی ہو؟"

میں سن رہی تھی مگر خاموش تھی۔ ندا نے میری منہ کے قریب ہو کر کہا۔ "باجی نے ریسور لے لیا ہے' آپ کی باتیں سن رہی ہیں۔"

"اگر سن ہی رہی ہو تو جواب کیوں نہیں دے رہی ہو؟ کچھ ہوں ہاں تو کہو۔"

میں ہوں بھی کیسے کہتی میری آواز تو مر چکی تھی۔ وہ چلا کر بول رہی تھیں۔ "میری آواز سن رہی ہو یا گونگی کے ساتھ ساتھ بہری بھی ہو گئی ہو؟"

میں نے ایک سرد "آہ" بھری انہوں نے پوچھا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیوار سے باتیں کررہی ہوں یا بھینس کے آگے بین بجارہی ہوں؟"

میری خاموشی انہیں یقین دلا رہی تھی کہ وہ اسی طرح دیوار سے باتیں کرتی رہیں گی۔ انہوں نے کہا۔ "دیکھو یہ بچوں جیسی حرکتیں چھوڑو۔ میری بات سنو جو بہت ضروری ہے۔ میں نے کل شام لڑکے والوں کو انوائٹ کیا ہے۔ وہ تمہیں دیکھنا چاہیں گے۔ تم سے ملنا چاہیں گے ان کے سامنے تو تمہیں بولنا پڑے گا۔"

میں نے انکار میں سرہلایا۔ ندا نے ماؤتھ پیس کی طرف جھک کر کہا۔ "ممی یہ انکار کررہی ہیں۔ آپ نے ان سے کیا کہا ہے؟"

انہوں نے کہا۔ "کیا تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی؟ کیا ہمیں لڑکے والوں کے سامنے ذلیل کرو گی؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ ندا نے پھر میری ترجمان کی۔ "ممی یہ مان گئی ہیں ہاں کے لیے سرہلا رہی ہیں۔ آپ کون سی بات منوا رہی ہیں؟"

انہوں نے چیخ کر کہا۔ "شٹ اپ! ندا سے کہو خاموش رہے۔ وہ سمجھ نہیں رہی ہے الٹے سیدھے سوالات کررہی ہے۔ دیکھو صدا! تم نے نہ بولنے کی کوئی بڑی قسم نہیں کھائی ہے۔ کل تھوڑی دیر کے لیے مہمانوں کے سامنے بول سکتی ہو۔ پھر بے شک گونگی بن جانا۔ کل تھوڑی دیر کے لیے بولو گی نا؟"

میں نے پھر انکار میں سرہلایا۔ بے چاری ندا کیا جانتی تھی کہ دوسری طرف ممی مشتعل ہورہی ہیں۔ اس نے پھر ماؤتھ پیس کی طرف جھک کر کہا۔ "ممی یہ پھر انکار میں سر ہلا رہی ہیں۔ آپ ایک بار اقرار کرا چکی ہیں پھر انکار کرنے پر مجبور کیوں کررہی ہیں؟"

وہ چیخ کر بولیں۔ "میں اپنا سر پھوڑ لوں گی۔ لعنت ہے تم دونوں پر۔"

دوسری طرف سے فون بند ہوگیا۔ میں بے اختیار مسکرانے لگی۔ بچے کا صدمہ ایسا تھا کہ اب کبھی ہنسنے بولنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن ممی کی شدید جھنجلاہٹ نے بے اختیار مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسا لگا کہ میں نے منے کی طرف سے پہلا انتقام لے لیا ہے۔

دو گھنٹے بعد ڈیڈی کا فون آیا۔ ندا نے کہا۔ "ہیلو ڈیڈ میں بول رہی ہوں۔ باجی کی طرف سے بھی مجھے ہی بولنا پڑے گا۔ شاید آپ نے باجی سے باتیں کرنے کے لیے فون کیا ہے۔"

"بیٹی اسے ریسیور دو۔ اس سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

اس نے مجھے ریسیور دیا میں نے اسے کان سے لگایا۔ وہ مجھ سے لگ کر ریسیور کی طرف منہ کرکے بیٹھ گئی پھر بولی۔ "گیند باجی کے کورٹ میں ہے لیکن مجھے ہی کھیلنا ہوگی۔ چند گھنٹے پہلے کھیل چکی ہوں۔ بڑی پریشانی ہوتی ہے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "صدا! اس سے کہو' ذرا چپ رہے۔ مجھے بولنے دے۔"

میں نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ "ابھی تمہاری ماں نے بتایا ہے کہ تم فون پر بھی نہیں بول رہی ہو۔ کم از کم دور سے تو بولو۔ ضروری باتیں تو کرلیا کرو۔"

وہ ضروری باتیں میں ممی سے سن چکی تھی۔ دونوں کو یہ فکر تھی کہ میں لڑکے والوں سے نہیں بولوں گی تو طرح طرح کے سوالات کیے جائیں گے' میں کیوں نہیں بول رہی ہوں؟ کیا مجھے کوئی حادثہ پیش آیا ہے' جس کے نتیجے میں قوت گویائی جاتی رہی ہے یا کسی بڑے صدمہ نے مجھے گونگی بنا دیا ہے؟

وہ دونوں بہت کچھ سوچ رہے ہوں گے اور اس معصوم بچے کے بارے میں سوچنا بھول گئے ہوں گے۔ ڈیڈی نے وعدہ کیا تھا اسے کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے لیکن ممی بڑی چالاک ہیں۔ انہوں نے میری شادی کے مسئلے میں انہیں الجھا دیا تھا۔

میں نے ریسیور ندا کو دیتے ہوئے اشاروں سے سمجھایا کہ ڈیڈی سے بات نہیں کروں گی۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر بولی۔ "ڈیڈی میں بول رہی ہوں' باجی آپ سے نہیں بولیں گی۔ کیا آپ باجی سے منے کی بات نہیں کررہے ہیں؟"

انہوں نے کچھ کہا۔ وہ بولی۔ "جب آپ منے کے لیے بہت کچھ کررہے ہیں تو باجی ناراض کیوں ہیں؟ یہ مجھ سے کہہ چکی ہیں' جب تک منا نہیں آئے گا تب تک کسی سے کوئی بات نہیں کریں گی۔ میرا جی چاہتا ہے۔ میں بھی کسی سے نہ بولوں مگر نہیں بولوں گی تو منے کے لیے فریاد کون کرے گا؟ آپ سن رہے ہیں نا؟ میں ہی بولتی جا رہی ہوں آپ کچھ نہیں بول رہے ہیں۔ کیا آپ بھی باجی کی طرح بے زبان بن کر رہیں گے؟ نہیں! ڈیڈی آپ کو بولنا پڑے گا۔ ہیلو آپ کو بولنا پڑے گا۔ ہیلو .... ہیلو دیکھیے آپ بے زبان ہوجائیں گے تو منے کا پتا کس سے پوچھیں گے۔ پلیز بولیں ہیلو......... ہیلو........."

میں نے اس سے ریسیور چھین کر کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ ڈیڈی صرف مجھ سے اہم باتیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے مایوس ہو کر فون بند کر دیا تھا۔ وہ بولی۔ "باجی! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ڈیڈی بھی آپ کی طرح چپ رہیں گے تو میں کس سے بولوں گی؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ شام کو ممی اور ڈیڈی دونوں ساتھ آئے۔ ممی تو آتے ہی مجھ پر برسنے لگیں۔ "کیا تم نے اس اہم معاملے کو کھیل سمجھ لیا ہے؟ ایسے اچھے رشتے نصیب والیوں کو ملتے ہیں۔ کیا یہ خوش قسمتی تمہارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے؟ ہم بہت سوچ سمجھ کر یہ رشتہ کر رہے ہیں۔ تم وہاں جا کر آزاد اور خود مختار رہو گی۔ میری طرح شان دار اور باوقار زندگی گزارو گی۔"

میں انہیں دیکھ رہی تھی۔ میری نظروں میں طنز بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے ڈیڈی سے کہا۔ "دیکھو یہ کیسے دیکھ رہی ہے۔ میری جان جلا رہی ہے۔ اری گالی دینا ہے تو کھل کر کیوں نہیں دیتی میری بیٹی ہے تو میری طرح بن کر دکھا۔ میں جو چاہتی ہوں وہ کر گزرتی ہوں۔ جو کہتی ہوں منہ پر کہتی ہوں۔ جو کہنا ہے میرے منہ پر کیوں نہیں کہتی؟"

وہ بول رہی تھیں اور میں دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ ڈیڈی نے کہا۔ "کلثوم! میں تمہیں تمام راستے سمجھاتا آیا ہوں کہ بیٹی سے اس انداز میں گفتگو نہ کرنا۔"

"تو پھر کیسے کروں؟ اس کی خوشامد کروں، ہاتھ پاؤں جوڑوں، اس کے قدموں میں گر جاؤں؟ جس طرح تم نے اسے سر پر چڑھایا ہے۔ اس کا نتیجہ تو یہی ہونا تھا۔ کل دیکھ لینا مہمانوں کے سامنے ہماری عزت دو کوڑی کی کر دے گی۔"

انہوں نے ممی کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "پلیز خاموش رہو مجھے بات کرنے دو۔"

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میری بیٹی بہت ضدی ہے لیکن ایک بات میں نے تمہیں سمجھائی تھی۔ تمہیں جلد سے جلد شادی کرنی چاہیے۔ آزاد اور خود مختار زندگی گزارو گی تو آئندہ بہت کچھ کر سکو گی۔"

میں ان کی اس بات سے متفق تھی۔ مجھے جلد از جلد اس گھر سے جا کر اپنی ایک الگ حیثیت منوانی تھی۔ میں نے ڈیڈی کو دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ "ہم سے نہ بولو لیکن مہمانوں سے تو بولو گی نا؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ ممی غصے سے بولیں۔ "یہ کتے کی دم ہے۔ ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہے گی۔ تم تو بڑا دعویٰ کر رہے تھے کہ تمہاری بات مان جائے گی۔"

انہوں نے بیزاری سے کہا۔ "خدا کے لیے تھوڑی دیر خاموش رہو۔ مجھے بات تو کرنے دو۔"

انہوں نے مجھ سے کہا۔ "تم بچے کے معاملے میں ہم سے ناراض ہو۔ کیا شادی کے معاملے میں بھی اختلاف ہے؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ممی نے کہا۔ "پاگل کی بچی راضی ہے مگر منہ سے نہیں بول رہی ہے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "یہ بولے یا نہ بولے کل مہمانوں کے سامنے ہماری عزت رہے گی۔"

"کیا خاک رہے گی وہ لوگ اسے گونگی سمجھیں گے۔"

وہ میرے پاس سے اٹھتے ہوئے بولے۔ "ہم ان سے سمجھ لیں گے۔ اب تم اسے کچھ نہ کہو یہاں سے چلو اور مہمانوں کے بارے میں سوچو ہم ایسے ہی رشتہ نہیں کر دیں گے۔ پہلے تمام اہم معاملات طے کریں گے۔"

وہ ممی کے ساتھ بولتے ہوئے اپنے بیڈ روم کی طرف چلے گئے۔ ڈیڈی نے مجھ سے اور ندا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کہیں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ انہوں نے ہمیں اطمینان دلایا تھا۔ میں نے بھی شادی کے لیے راضی ہو کر انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ ہم بیٹیاں تو ہر حال میں باپ سے سمجھوتا کرتی ہیں۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ڈیڈی ہمارے بھائی کے لیے کیا کرنے والے ہیں؟ چونکہ وہ ایک بیٹے کے لیے برسوں سے ترستے رہے ہیں۔ اس لیے امید تھی کہ وہ بیٹے کو کسی طرح ڈھونڈ نکالیں گے۔ بشرطیکہ وہ مقدر سے جی رہا ہو۔

میں پچھلی رات سے جاگ رہی تھی۔ اس رات جلد ہی آنکھ لگ گئی۔ صبح معمول کے مطابق بیدار ہو کر ڈرائنگ روم میں آئی تو ندا فون پر کسی سے مخاطب ہو کر پوچھ رہی تھی۔ "آپ کون ہیں؟"

میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "شہزاد؟ آپ کا نام شہزاد امجد ہے؟ باجی سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

میں اس کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "لیکن میری باجی بات نہیں کر سکیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گی۔ انہوں نے سب ہی سے بولنا چھوڑ دیا ہے۔"

اس نے دوسری طرف کی بات سن کر کہا۔ "ارے واہ! جب وہ ممی ڈیڈی سے نہیں بولتی ہیں مجھ سے نہیں بولتی ہیں تو پھر آپ سے کیسے بولیں گی۔"

میں سوچ رہی تھی کہ اچھا ہی ہوا کہ گونگی بن گئی ہوں شادی کے سلسلے میں شہزاد سے نہ ہاں کہہ سکوں گی اور نہ ہی ناں کہہ سکوں گی۔

ندا فون پر کہہ رہی تھی۔ "اب میں کیا بتاؤں کہ وہ اچانک گونگی کیسے ہو گئی ہیں' اچانک کچھ بھی ہو جاتا ہے۔ اچانک ہم میں سے کسی کو موت بھی تو آ سکتی ہے۔"

اس نے پھر کچھ سننے کے بعد کہا۔ "اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ سے بات نہ کرنے کے لیے وہ گونگی بن جانے کا بہانہ کر رہی ہیں تو پھر شک کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ آپ لاعلاج ہیں اپنے لیے دعا کرائیں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پوچھا۔ "بلقی یہ شہزاد صاحب کون ہیں؟"

میں نے اشاروں میں سمجھا دیا کہ وہ میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ اسے نظر انداز کیا جائے۔ یوں بھی موجودہ حالات میں "وہ" اتنا اہم نہیں تھا ایسے وقت رومانوی انداز میں کسی کے بارے میں سوچا نہیں جا سکتا۔ میں تو پریکٹیکل لائف گزارنے والا مزاج رکھتی ہوں ایک اچھی جگہ رشتہ ہو رہا تھا۔ شہزاد کے لیے سوچنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

شام کو مہمان آ گئے۔ ممی نے دوپہر ہی سے ایک لیڈی بیوٹیشنز کو بلوایا تھا۔ اس نے مجھے تیار کیا تھا ان کا خیال تھا کہ میرے حسن میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس نہیں تھا کہ وہ جسے چاند کہہ رہی ہیں' اسے گہنا دیا ہے۔

میں مہمانوں کا سامنا کرنے سے پہلے چھپ کر ان کی باتیں سن رہی تھی ڈیڈی ان سے کہہ رہے تھے۔ "صدا بچپن سے اپنی نانی جان کے پاس رہی ہے ان کے بغیر نہ کھاتی پیتی تھی اور نہ سوتی جاگتی تھی۔"

میری ممی نے کہا۔ "میری امی اسے کلیجے سے لگا کر رکھتی تھیں ان کے انتقال کے بعد یہ مہینوں بیمار رہی۔ نانی کی جدائی کا اتنا صدمہ تھا کہ اس پر سکتہ طاری رہا۔ زبان بند ہو گئی۔ تب سے کچھ بولتی نہیں ہے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "ہم باقاعدہ علاج کرا رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے پریشانی کی بات

نہیں ہے یہ بولنے لگے گی۔"

جس سے میرا رشتہ ہو رہا تھا اس کا نام صداقت زبیری تھا۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے والدین نے بتایا تھا کہ کسی بہت ہی اہم کاروباری میٹنگ میں مصروف ہے اس نے کہہ دیا ہے جو ماں باپ کی پسند ہے وہی اس کی پسند ہے۔

صداقت کے والد نے میرے گونگے پن کی باتیں سن کر کہا۔ "آپ کی بیٹی کو اتنا گہرا صدمہ پہنچا۔ ہمیں یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے۔"

میری ممی نے کہا۔ "زیادہ تشویش کی بات نہیں ہے۔ کل ہم آپ کے پاس میڈیکل رپورٹ بھیج دیں گے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے' شادی کے بعد ماں بنے گی تو اس کی قوت گویائی واپس آ جائے گی۔"

ملازم ناشتا اور چائے کی ٹرالی لے کر آیا۔ میں نے اس ٹرالی کے ساتھ اندر آ کر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ممی نے مسکرا کر کہا۔ "یہ ہے ہماری لاڈلی بیٹی صدا ہماری ایک ٹیکسٹائل مل اس کے نام پر ہے۔"

صداقت کی ماں نے مجھے بلا کر اپنے پاس بٹھایا میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔ "ماشاء اللہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ میں تو دیکھتے ہی اس پر مرمٹی ہوں۔ پتا نہیں میرے بیٹے کا کیا حال ہو گا۔"

اس بات پر قہقہے لگانے لگے۔ میری ہونے والی ساس نے کہا۔ "بیٹی بڑے سے بڑے صدمے کو بھلا دینا دانش مندی ہوتی ہے۔ میں تمہیں اتنی محبتیں دوں گی کہ تم نانی کو بھول جاؤ گی۔ ہم سے بولنے لگو گی۔"

صداقت کے والد نے کہا۔ "ہماری بیگم کی محبت اور مسرتیں بتا رہی ہیں کہ یہ صدا کو یہاں سے لے جا کر ہی رہیں گی۔"

اس بات پر پھر قہقہے گونجنے لگے۔ یہ تو ایسا موقع ہوتا ہے کہ ہنسی کی بات نہ ہو' تب بھی ہنسنے کو جی چاہتا ہے۔ میں وہاں سے اٹھ کر ہونے والی ساس اور سسر کو ڈشیں پیش کر رہی تھی۔ ایک سگھڑ اور سعادت مند لڑکی کی طرح ان کی خاطر مدارات کر رہی تھی۔ میں نے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ اپنے والدین سے سخت ناراض ہوں اور ایک بچے کے سلسلے میں ہمارے درمیان سخت کشیدگی موجود ہے۔

صداقت کے والد نے کہا۔ "میرے بیٹے نے مانچسٹر میں رہ کر ٹیکسٹائل انڈسٹری کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سلسلے میں بڑے تجربات حاصل کیے ہیں۔ اگر آپ کی ٹیکسٹائل مل صدا کے نام پر ہے تو پھر وہ اسی مل میں رقم لگائے گا۔ یو کے سے جدید مشینیں منگوائے گا۔ یہاں کی ٹیکسٹائل انڈسٹری ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔"

صداقت کی ماں نے کہا۔ "یہ کام جلد سے جلد شروع ہونا چاہیے اور اس کے لیے لازمی ہے کہ یہ شادی فوراً ہو جائے۔"

ممی نے کہا۔ "ہماری طرف سے تو پوری تیاری ہے آج معاملہ طے کریں۔ کل ہماری بیٹی کو دلہن بنا کر لے جائیں۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "ایسی بھی کیا جلدی ہے کلثوم! ہم آرام سے بڑی دھوم دھام سے بیٹی کو رخصت کریں گے۔"

صداقت کے باپ نے کہا۔ "دھوم دھام پیسوں سے ہوتی ہے۔ ہمارے اور آپ کے پاس کمی نہیں ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ ہے ہمارے پاس۔"

میری ہونے والی ساس نے کہا۔ "میں تو ایک ہفتے میں صدا کو لے جاؤں گی۔ اگر آپ انکار کریں گے تو یہاں آکر بیٹھ جاؤں گی۔ دن رات اسی کے ساتھ رہوں گی۔"

وہ سب بات بات پر ہنس رہے تھے۔ میری ساس کی اس بات پر بھی ہنسنے لگے پھر ان کے درمیان لین دین کی باتیں ہونے لگیں۔ میں وہاں سے چلی آئی۔ یہ طے تھا کہ میری شادی کسی تاخیر کے بغیر ہو گی۔ مجھ جیسی لڑکیوں کے عیب نہیں دیکھے جاتے۔ میرے گونگے پن کے باوجود وہ مجھے قبول کر رہے تھے۔ خدانخواستہ اپاہج ہوتی۔ وہیل چیئر پر بیٹھی زندگی گزار رہی ہوتی تب بھی وہ میری بلائیں لے کر مجھ پر قربان ہوتے ہوئے اپنے گھر لے جاتے۔

ان کے رخصت ہونے کے بعد ڈیڈی نے میرے بیڈ روم میں آکر کہا۔ "تھینک یو صدا! تم نے میرا مشورہ مان لیا۔ شادی کے لیے راضی ہو گئیں۔ انشاء اللہ ایک ہفتے بعد سسرال جا کر آزاد اور خود مختار زندگی گزارو گی۔"

ڈیڈی کی باتوں سے معلوم ہو گیا کہ میں اسی ہفتے دلہن بننے والی ہوں۔ ان لمحات میں جانے کیسے شہزاد کا خیال آ گیا؟ اگرچہ میں شعوری طور پر محبت اور رومانس کے خلاف ہوں۔ جیسی عملی زندگی گزرانا چاہتی تھی' وہ مجھے مل رہی تھی مگر وہ لاشعور میں کہیں چھپا رہتا تھا۔ میں خواہ کیسی ہی بے حسی دکھاؤں۔ اس عمر میں دل کسی کی طرف مائل ہو ہی

جاتا ہے۔

اگر میں لاشعوری محبت کو تسلیم کر لیتی تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ دانش مندی کا تقاضا تھا کہ مجھے بہتر مستقبل کی طرف جانا چاہیے۔

دو دن بعد پتا چلا کہ شہزاد ڈیڈی سے ملنے کے لیے ان کے آفس پہنچ گیا تھا۔ ان سے میرے سلسلے میں بہت سی باتیں کی تھیں۔ انہیں شہناز کا قصہ بھی سنایا تھا۔

ڈیڈی نے مجھ سے کہا۔ "صدا! اتنا کچھ ہو گیا اور تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ تم نے شہناز کے سلسلے میں بہت اچھا رول ادا کیا ہے۔ وہ عزت' آبرو سے دلہن بننے والی ہے۔ شہزاد بھی قابل قدر ہے لیکن تمہیں اس سے شادی کا وعدہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

میں نے نہیں کے انداز میں سر ہلایا اور اشاروں سے سمجھایا کہ میں نے شادی کا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ میں تو اسے کسی قابل بنانا چاہتی تھی اس کے بعد شادی کے لیے راضی ہو سکتی تھی۔

انہوں نے کہا۔ "میں نے اسے سمجھایا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تمہارا رشتہ طے ہو چکا ہے۔ میں نے اسے ایک بہت بڑی ملازمت کی آفر دی ہے لیکن وہ غصے سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈیڈی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا پھر دوسری طرف سے باتیں سن کر بولے۔ "او تو تم شہزاد ہو' دفتر سے میرا پیچھا کر رہے تھے؟"

انہوں نے کچھ سنا پھر کہا۔ "اگر تمہیں یقین نہیں آتا کہ وہ گونگی ہو گئی ہے تو پھر یہی سمجھ لو کہ تم سے بات کرنا نہیں چاہتی ہے۔ میں جتنی سہولت سے سمجھا رہا ہوں' تم اتنی ہی بدتمیزی سے بات کر رہے ہو۔"

میں نے ڈیڈی کو اشارے سے سمجھایا کہ وہ شہزاد سے باتیں نہ کریں فون بند کر دیں۔ انہوں نے اس کی بات سن کر گرجتے ہوئے کہا۔ "یو نان سینس! تم ہمیں دھمکی دے ہو؟ تم نے میری بیٹی کو شہناز سمجھ لیا ہے۔ جاؤ گھر جاؤ کسی وقت بھی پولیس آئے گی پھر تمہیں تھانے لے جا کر ایسی دھنائی کرے گی کہ آئندہ ہمارا نام سنتے ہی کانپنے لگو گے۔"

انہوں نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہا۔ "یہ تو پکا بدمعاش ہے مگر کل صبح تک اپنی ساری بدمعاشیاں بھول جائے گا۔"

شہزاد نے اپنی اصلیت دکھا ہی دی تھی۔ وہ اب تک مجھ سے شادی کرنے کے لیے یا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بدمعاشی کرنے کے لیے شیطان سے نیک خصلت انسان بننے کی جھوٹی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں لاشعوری طور پر اس سے متاثر ہونے کے بعد بھی محفوظ رہی۔

ڈیڈی مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو کہنے لگے۔ "شادی کی تاریخ مقرر ہوتی ہے تو لڑکیاں ہنستی ہیں' بولتی ہیں' گنگناتی ہیں مگر تم بہت ضدی ہو جب تک میں تمہارے بھائی کو ڈھونڈ کر نہیں لاؤں گا تم نہیں بولو گی۔ تمہاری یہ مستقل مزاجی مجھے شرم دلاتی ہے اور یہ شدید تحریک بھی پیدا کرتی ہے کہ وہ معصوم جہاں بھی ہے اسے ڈھونڈ کر لانا ہے اور میں اسے ضرور لاؤں گا۔"

وہ سر جھکا کر چلے گئے۔ میں سمجھ رہی تھی کہ وہ بہت ٹوٹے ہوئے ہیں۔ بیٹے کا صدمہ بھی ہے اور بیٹی کی شادی کی خوشی بھی ہے وہ عجیب طرح کے حالات سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دو سرے دن بتایا کہ شہزاد کو پولیس والے چوری کے الزام میں پکڑ کر لے گئے تھے اور اب حوالات میں اس کی پٹائی کرتے وقت اسے اس کی اوقات یاد دلا رہے تھے۔ وہ غریب یا متوسط گھرانوں کی لڑکیوں کو بلیک میل کر سکتا تھا۔ مجھے تو دھمکی دینے ہی اسے سچ مچ اپنی اوقات یاد آ گئی ہو گی۔

بہرحال میں دلہن بن گئی' میری برات آ گئی اور میں بابل کے انگنا سے رخصت ہو کر اپنے مجازی خدا کے گھر آ گئی ایک ہفتے کے اندر ہی شادی کے بڑے زبردست انتظامات کیے گئے تھے۔ میری ساس اور سسر نے بھی میری اونچی حیثیت کے مطابق میرا استقبال کیا۔ وہاں میرے سسرالی رشتے دار زیادہ نہیں تھے۔ جو سگے تھے وہ یو کے یا یورپ کے دوسرے ملکوں میں رہتے تھے۔ صداقت کے کچھ دوست اور دور کے رشتے دار اس شادی میں شریک ہوئے تھے۔

مجھے سہاگ کے کمرے میں پھولوں کی سیج پر لا کر بٹھایا گیا۔ میں گھونگھٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ اب تک نہ صداقت نے مجھے دیکھا تھا اور نہ میں نے اسے دیکھا تھا ایسی کاروباری شادی کے لیے ایک دوسرے کو دیکھنا اور سمجھنا ضروری نہیں ہوتا ہے۔ سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ لڑکا اچھا خاصا بزنس مین ہے اور لڑکی جہیز میں خزانہ لے کر آ رہی ہے۔

صداقت زبیری نے کمرے میں آ کر دروازے کو بند کرنے کے بعد کہا۔ "مجھے افسوس ہے میں معروفیات کے باعث اس روز تمہارے گھر نہ آ سکا۔ امی تمہاری بڑی

تعریفیں کر رہی تھی۔"

وہ پھولوں کی سیج پر آ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "ذرا میں بھی تو دیکھوں' یہ چاند سا مکھڑا کیسا ہے؟"

اس نے دونوں ہاتھوں سے میرے گھونگھٹ کو تھام لیا لیکن گھونگھٹ اٹھنے سے پہلے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ بڑبڑایا۔ "کیا اسی وقت دستک دینا ضروری تھا؟"

دوسری بار دستک ہوئی لیکن اس بار دروازے کو جیسے پیٹا جا رہا تھا۔ اس نے گھونگھٹ کو چھوڑ دیا۔ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس جا کر اسے کھولتے ہی بولا۔ "کیا بات ہے؟"

پھر وہ جیسے چونک گیا۔ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "ارے تم ہو! تمہیں..... تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

میں گھونگھٹ میں چھپی ہوئی تھی ادھر دیکھ نہیں سکتی تھی۔ مگر آوازیں سن رہی تھی۔ مجھے ایک نسوانی سرگوشی سنائی دی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ سرگوشی میں کیا کہا جا رہا ہے۔

پھر صداقت نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میرے امی اور ابو اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائیں گے؟"

پھر سرگوشیاں سنائی دیں۔ اس کے بعد صداقت کی آواز میرے قریب آنے لگی وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ کیا تم گونگی بہری ہو؟ بول اور سن نہیں سکتی ہو؟"

میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا گھونگھٹ اٹھا کر اسے دیکھا پھر دروازے کی طرف دیکھا کوئی دروازے کی آڑ میں کھڑی ہوئی تھی' نظر نہیں آ رہی تھی۔ صداقت نے کہا۔ "میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں' جواب دو۔"

میں نے گونگے اشاروں سے کہا۔ "میں بولتی نہیں ہوں۔" وہ ایک دم پھٹ پڑا۔

"یہ دھوکا ہے سراسر فریب ہے! میں ابھی امی اور ابو سے بات کروں گا۔"

اس نے پلٹ کر جاتے ہوئے کہا۔ "یہ یہاں نہیں رہے گی اپنے میکے واپس جائے گی۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ میں بھی پھولوں کی سیج سے اتر گئی۔ اب وہ کانٹوں کی سیج بن گئی تھی۔ وہ میری حیثیت گرا رہا تھا۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس کمرے سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نکل کر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرنے لگی۔ ایک کمرے سے صداقت کے زور زور سے بولنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں وہاں دروازے کے پاس آکر رک گئی۔ میرے سسر شوکت زبیری کہہ رہے تھے۔ "اتنی اونچی آواز میں کیوں بول رہے ہو؟ کیا تمہیں صرف اس بات پر غصہ آرہا ہے کہ ہماری بہو گونگی ہے؟ ہم نے جان بوجھ کر یہ بات چھپائی تھی۔ ہم جانتے تھے یہ بات سب کو معلوم ہو گی تو زرینہ تمہیں بھڑکائے گی اور تم اس شادی سے انکار کر دو گے۔"

میری ساس نے صداقت سے پوچھا۔ "کیا زرینہ یہاں آئی ہے؟"

میں نے اندازہ لگایا کہ ہمارے دروازے پر دستک دینے والی کا نام زرینہ ہے۔ صداقت نے ماں سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔ "نہیں وہ یہاں نہیں آئی ہے۔"

شوکت زبیری نے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اسے کسی طرح معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہماری بہو میں کوئی عیب ہے بس وہ آگ لگانے یہاں پہنچ گئی۔ وہ نہیں جانتی کہ صدا پیدائشی گونگی نہیں ہے وہ جلد ہی بولنے لگے گی۔"

"جب وہ بولنے لگے گی' تو میں اسے شریکِ حیات تسلیم کرلوں گا۔ ابھی اسے میکے بھیج دیں۔"

شوکت زبیری نے کہا۔ "ایک الٹا ہاتھ رسید کروں گا تو دودھ کے دانت منہ سے نکل آئیں گے۔ تم میری بہو کو واپس بھیجنے کی بات کر رہے ہو۔ وہ عزت دار گھرانے کی لڑکی ہے۔ کیا تم ہماری عزت خاک میں ملانا چاہتے ہو؟"

میں دروازے سے ہٹ کر کھڑکی کے پاس آگئی۔ پردے کو ذرا سا ہٹا کر دیکھا۔ صداقت سر جھکائے کھڑا تھا۔ وہ اچھا خاصا تیس برس کا جوان تھا مگر اب تک باپ کی ڈانٹ سن کر سر جھکا لیتا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ سعادت مند اور فرماں بردار بیٹا تھا۔ میں تاجروں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ جوان اولاد اس وقت تک ماں باپ سے ڈرتی ہے' جب تک ان کی محتاج رہتی ہے۔ شوکت زبیری نے تمام کاروبار کی اہم کنجیاں اپنے پاس رکھی ہوں گی۔ بیٹے کو محتاج بنا کر رکھا ہو گا۔ اسی لیے باپ کی ایک ڈانٹ سنتے ہی اس نے سر جھکا لیا تھا۔

میری ساس نے صداقت کے پاس آکر کہا۔ "تم اپنے ابو کا غصہ جانتے ہو پھر چیخ چلاتے کیوں آئے تھے؟ زرینہ تمہیں کیا گھول کر پلا دیتی ہے؟"

شوکت زبیری نے کہا۔ "ابھی زرینہ کی نہیں صرف صدا کی بات کرو۔ اپنے بیٹے کی بھلائی چاہتی ہو تو اسے ابھی صدا کے کمرے میں پہنچاؤ۔ اگر یہ صدا کے تمام حقوق آج ادا نہیں کرے گا تو کل صبح میں ایک بیٹے کے تمام حقوق اس سے چھین لوں گا۔"

"آپ غصہ نہ کریں یہ وہی کرے گا جو آپ چاہتے ہیں۔ آؤ بیٹے میرے ساتھ چلو۔"

میں پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی دوبارہ پھولوں کی سیج پر آکر بیٹھ گئی۔ وہ تھوڑی دیر بعد بیٹے کے ساتھ آئیں۔ میں انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ جیسے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

ساس بیگم نے کہا۔ "یہ مجھ سے باتیں کرنے آگیا تھا۔ اسے غلط فہمی تھی۔ میں نے سمجھا دیا ہے کہ تم آئندہ بولنے لگو گی۔"

میں نے صداقت کو گھور کر دیکھا۔ ساس بیگم نے کہا۔ "میرے بیٹے نے کوئی الٹی سیدھی بات کی ہو تو اسے دل پر مت لو۔ میاں بیوی میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ تم سمجھ دار ہو یہ بات یہیں ختم کر دو میں جا رہی ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے انٹر کام پر کہہ دینا۔"

وہ پلٹ کر دروازے تک گئیں پھر بولیں۔ "میں دروازہ باہر سے بند کر رہی ہوں۔ صبح پانچ بجے آکر کھولوں گی۔"

صداقت نے کہا۔ "امی یہ کیا؟ میں کوئی بچہ ہوں کہ گھر سے بھاگ جاؤں گا۔"

"تم بچے ہی ہو۔ بچے نہ ہوتے تو کسی کے بہکاوے پر باپ سے اونچی آواز میں بات نہ کرتے۔"

انہوں نے یہ کہتے ہی دروازے کو بند کر دیا۔ صداقت نے وہاں جا کر اسے کھولنا چاہا مگر وہ اسے باہر سے بند کر کے جا چکی تھیں۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا پھر غصہ دکھاتے ہوئے بولا۔ "کیا اس طرح جبر کرنے سے میں تمہارے ساتھ رات گزار لوں گا۔"

دنیا کی ہر لڑکی اس رات کے خواب دیکھتی ہے۔ بڑے ارمانوں سے دلہن بن کر آتی ہے۔ آبرو کا وہ سرمایہ جسے صرف اس ایک کے لیے بچا کر رکھتی ہے' اسے بڑی محبت اور بڑے فخر سے پیش کرتی ہے لیکن اس پیشکش سے پہلے میری توہین ہو رہی تھی۔ اس نے بڑی حقارت سے کہا تھا کہ میرے ساتھ رات نہیں گزارے گا۔ جیسے میں شہناز جیسی لڑکی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی اور اس کے ساتھ رات گزار کر جانے والی تھی۔ میری آبرو میرا مان' مرتبہ کچھ نہیں تھا پھر اپنی قدر نہ کرنے والے کی قدر میں کیسے کر سکتی تھی؟

میں نے "اونہہ" کہنے کے انداز میں حقارت سے منہ بنایا پھولوں کی سیج سے اتر کر فرش پر کھڑی ہو گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آ کر اسے کھولنا چاہا وہ باہر سے بند تھا میں نے اسے ہلایا۔ اس پر ہاتھ مارا۔ وہ فوراً ہی دوڑتا ہوا میرے اور دروازے کے درمیان آ گیا۔

میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اسے دروازے سے دور ہٹنے کا اشارہ کیا پھر اشاروں کی زبان سے سمجھایا کہ میں باہر جاؤں گی اس کمرے میں نہیں رہوں گی۔

وہ بولا۔ "پہلے میری باتیں سن لو۔ اتنا غصہ نہ دکھاؤ۔ مجھے بھی غصہ آتا ہے مگر میں نرمی سے بول رہا ہوں۔"

میں نے ایک طرف تھوک دیا پھر اشاروں کی زبان سے کہا۔ "میں یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے باہر جانے سے روکو گے تو میں چیخنا شروع کر دوں گی۔"

میں نے چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ میرے حلق سے تھوڑی سی آواز نکلی۔ اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر عاجزی سے کہا۔ "پلیز چلانا مت۔ پہلے میری بات سن لو۔"

میں نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ اپنے منہ پر سے ہٹایا۔ وہ پھر عاجزی سے بولا۔ "فار گاڈ سیک! پہلے میری بات سن لو۔ میں تمہیں چیخنے سے اور باہر جانے سے نہیں روکوں گا مگر یہ ہمارا معاملہ ہے۔ ہم پہلے خود ہی نمٹ لیں تو بہتر ہو گا۔"

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر تنبیہہ کے انداز میں اسے انگلی دکھاتے ہوئے اشاروں کی زبان سے کہا۔ "میرے قریب نہیں آؤ گے مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں تم سے دور رہوں گا مگر یہ نہ سمجھنا کہ میں تم سے ڈرتا ہوں۔"

وہ جھک بھی رہا تھا اور اکڑ بھی رہا تھا۔ کسی حد تک اس کے کمزوری سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس کے باپ نے اسے تمام دولت اور جائیداد کے سلسلے میں اپنا محتاج بنا رکھا تھا۔ وہ اپنے ابو تک ایسی کوئی بات نہ پہنچانا چاہتا تھا جو ان کے مزاج کے خلاف ہوتی۔

میں نے میز کے پاس آ کر ایک کاغذ قلم لے کر لکھا۔ "وہ عورت کون تھی جو یہاں آئی تھی؟ یہ زرینہ کون ہے؟ جس نے میرے گونگے پن کی اطلاع دی تھی اگر ان سوالوں کے خاطر خواہ جواب نہیں دو گے تو ابھی ہنگامہ شروع کر دوں گی۔"

اس نے میری تحریر پڑھنے کے بعد کہا۔ "چلو اتنا تو ہے کہ تم قلم کی زبان سے بول سکتی ہو۔"

میں نے اس کاغذ کو مٹھی میں بھینچ کر اس کی طرف اچھالا پھر اشارے سے جواب طلب کیا۔ اس نے کہا۔ "تمہیں کسی زرینہ سے کیا لینا ہے۔ ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

میں نے ایک انگلی انکار کے انداز میں ہلائی پھر اسی انگلی سے اپنی تحریر کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے مڑے تڑے کاغذ کو کھول کر اسے دوبارہ پڑھا۔ حالانکہ پہلے بھی پڑھ چکا تھا مگر دوبارہ پڑھنے کے بہانے سوچنے کی مہلت حاصل کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ایک لفظ کے ہجے کر کے پڑھ رہا ہو۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی زرینہ کے بارے میں بتانا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ میں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "یہ میری کزن ہے مجھ سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ تم سے شادی کی بات ہوئی تو یہ مخالفت کرنے لگی۔ اس وقت وہی ہمارے دروازے پر آئی تھی۔ تمہارے خلاف بول رہی تھی۔ اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم گونگی ہو۔ وہ چاہتی تھی' میں تمہیں قبول نہ کروں۔"

وہ ایسے بول رہا تھا جیسے سنبھل سنبھل کر جھوٹ بولا جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ "اب اتنی بڑی بات سن کر تو غصہ آنا ہی تھا۔ میں نہ جھوٹ بولتا ہوں اور نہ جھوٹ اور فریب کو برداشت کرتا ہوں۔ غضب خدا کا! میرے امی ابو نے مجھے فریب دیا ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو ایسے وقت تو لازمی طور پر غصہ آتا ہے۔"

میں اس کی باتیں سنتے وقت ایسے دیکھ رہی تھی جیسے یقین نہیں کر رہی ہوں وہ بولا۔ "تم شاید یقین نہ کرو لیکن اور کوئی بات نہیں ہے۔"

میرا دل کہہ رہا تھا کہ کوئی اور بھی بات ہے کیونکہ میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا میری ساس بیگم نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ کیوں چیختا چلاتا آیا تھا زرینہ اسے کیا گھول کر پلا دیتی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ زرینہ کا دیوانہ ہے۔ اس دیوانے نے اس کی باتوں سے مشتعل ہو کر میری توہین کی تھی۔ اب وہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ باپ کی ایک دھمکی نے سارا اشتعال ختم کر دیا تھا۔ اس نے کہا۔ "جو ہو گیا اسے بھول جاؤ۔ میں خواہ مخواہ مشتعل ہو گیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ تم سمجھوتا کر لو گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں کرو گی؟ تم میری بیوی ہو۔"

میں نے حقارت سے لعنت کا پنجہ دکھایا وہ بیٹھا ہوا تھا غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور غصے سے بولا۔ "تم مجھے لعنت دکھا رہی ہو۔ میں بہت برداشت کر رہا ہوں اگر مجھے غصہ آ گیا تو....."

وہ بولتے بولتے رک گیا کیونکہ میں دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ وہ فوراً ہی دوڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا اور ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ "پلیز چلانا مت۔ مجھے غصہ نہیں آئے گا۔ میں تمہیں کچھ نہیں بولوں گا۔"

میں پیچھے ہٹ کر صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ مجھ سے دور دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا پھر ہمارے درمیان خاموشی رہی۔ رات کے تین بج رہے تھے اس نے ذرا نرمی سے پوچھا۔ "کیا یہ رات ایسے ہی گزرے گی۔"

میں نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کہا۔ "ہمیں سمجھوتا کرنا چاہیے۔ ساری زندگی کا معاملہ ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کی بات ماننا چاہیے۔"

میں نے اشارے کی زبان سے کہا۔ "میں تمہیں قریب نہیں آنے دوں گی۔ دور سے بولتے رہو۔"

وہ بڑبڑانے لگا۔ "کیا مصیبت ہے۔ مجھے ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے اور پھر میں ہی نقصان اٹھاتا ہوں تمہارے تیور بتا رہے ہیں کہ کل صبح یہ بات بڑھے گی۔"

میں خاموش بیٹھی رہی۔ اس نے کہا۔ "یہ کوئی دانش مندی نہیں ہو گی۔ ابھی کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہوئی ہے کہ اسے انا کا مسئلہ بنا لیا جائے۔ یہ ساری باتیں بھول جاؤ۔"

بعض اوقات زبان سے بولنا ضروری نہیں ہوتا۔ خاموشی بھی بہت کچھ سمجھا دیتی ہے۔ وہ بھی سمجھ کر بولا۔ "مجھے پہلے ہی سمجھنا چاہیے تھا کہ بڑے باپ کی بیٹی ہو۔ میرے تیور برداشت نہیں کرو گی۔ میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں' مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ اب میں مرد ہو کر معافی تو نہیں مانگ سکتا۔ تم سے اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اس غلطی کو بھول

جاؤ۔"

وہ بولتے بولتے خود ہی تھک کر خاموش ہونے والا تھا۔ مجھے بولنے کی ضرورت نہیں تھی وہ چاہتا تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے' اس کا ذکر میں اپنی ممی اور ڈیڈی سے نہ کروں۔ دراصل وہ میرے والدین سے نہیں' صرف اپنے والد سے ڈرتا تھا۔

وہ صبح پانچ بجے تک بولتا رہا اور میں اونگھتی رہی پھر ساس بیگم نے اپنے وعدے کے مطابق آ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ دروازے کی آہٹ سنتے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ ماں کو دیکھتے ہی بولا۔ "امی آپ تو بڑی تعریفیں کرتی تھیں لیکن یہ بڑے پرابلمز پیدا کرنے والی ہے۔ پلیز اسے سمجھائیں۔"

ساس بیگم میرے پاس آ کر مجھے سمجھانے لگیں۔ "بیٹی کل ذرا سی ایک بات ہو گئی۔ خدا کے لیے اسے پہاڑ نہ بناؤ۔ میں تمہیں بیٹی کی طرح چاہتی ہوں۔ تمہاری ماں کی طرح ہوں۔ میری بات مان لو۔ میرے بیٹے کو معاف کر دو۔"

جس کاغذ پر میں نے لکھا تھا وہ ایک طرف فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر ساس بیگم کو دیا۔ وہ اسے پڑھنے لگیں تو صداقت نے کہا۔ "امی میں نے سچ بتا دیا ہے کہ زرینہ میری کزن ہے۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی تھی اور اب صدا سے شادی کے بعد میرے پیچھے پڑی ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "یہی سچ ہے۔ میرا بیٹا جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ آئندہ میں زرینہ کو یہاں قدم بھی نہیں رکھنے دوں گی۔"

میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتی رہی پھر وہاں سے اٹھ کر میز کے پاس آئی اور کاغذ قلم لے کر لکھنے لگی۔ "ساس کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ آپ اپنے بیٹے کے لیے پھانسی چڑھ کر بھی جھوٹ بولیں گی۔ یہاں آتے ہی مجھے دو جھوٹ صاف نظر آ رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے پہلا جھوٹ میرے والدین سے بولا کہ تمام کاروبار آپ کے بیٹے کے نام ہے لیکن آپ کا یہ بیٹا اپنے باپ کا محتاج ہے۔"

ساس بیگم میرے پاس آ کر یہ تحریر پڑھ رہی تھیں اور پریشان ہو رہی تھیں۔ میں نے لکھا۔ "دوسرا جھوٹ زرینہ کے متعلق بولا جا رہا تھا ہو سکتا ہے کہ آپ کی نظروں میں زرینہ کی اہمیت نہ ہو لیکن آپ کے بیٹے کے لیے وہ بہت اہم ہے۔ مجھے جواب چاہیے کہ وہ کیوں اہم ہے؟ وہ آپ کے بیٹے کو کیا گھول کر پلاتی ہے؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ میرے سوالات سے پریشان ہو گئیں۔ کہنے لگیں۔ "بیٹی میں سچ کہتی ہوں۔ زرینہ ہمارے لیے کوئی نہیں ہے۔ یہ میرا بیٹا کچھ سر پھرا ہے۔ اتنا معصوم ہے کہ دوسروں کے بہکاوے میں آ جاتا ہے۔ تم کچھ دنوں میں یقین کر لو گی یہ تمہارے اشاروں پر بھی چلے گا اور..... اور تم یہ کیا پوچھ رہی ہو کہ تمام کاروبار میرے بیٹے کے نام نہیں؟ ذرا عقل سے سوچو' یہ ہمارا اکلوتا بیٹا ہے۔ یہ ایک ہی ہے کوئی دوسری اولاد نہیں ہے۔ آج نہیں تو کل باپ کا سارا کاروبار اسی کے نام ہو گا۔"

میں نے لکھا۔ "باپ اپنے نالائق بیٹے کو عاق بھی کر سکتا ہے اور زرینہ کے اشاروں پر ناچنے والا کبھی میرا لائف پارٹنر نہیں بن سکتا۔ میں رسم و رواج کے مطابق آج اپنے میکے جا رہی ہوں۔ آپ کے شوہر کے کاروبار میں میرے شوہر کا باقاعدہ حصہ ہونا چاہیے آپ کا بیٹا پانچ معتبر بزرگوں کی موجودگی میں یہ لکھ کر دے گا کہ اس کے تعلقات نہ کسی دوسری عورت سے ہیں اور نہ رہیں گے۔ کل رات جو کچھ ہو چکا ہے میں اس کا ذکر اپنے والدین سے نہیں کروں گی لیکن میری یہ شرائط پوری کی جائیں اور جب تک پوری نہیں کی جائیں گی۔ میں اپنے میکے سے واپس نہیں آؤں گی۔"

میں وہ تحریر ساس بیگم کے ہاتھ پر رکھ کر اس کمرے سے باہر آ گئی۔ دن کے دس بجے ممی اور ندا مجھے لینے آ گئیں۔ انہیں میرے چہرے سے اندازہ نہیں ہوا کہ میں نے سہاگ رات کیسے گزاری ہے؟ کیونکہ میں نہ ہنستی تھی اور نہ بولتی تھی۔ میری خاموشی نے سسرال والوں کا بھرم رکھ لیا۔

میں اپنے میکے آ گئی۔ میری زندگی میں عجیب انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ ایسے حالات پیش آ گئے تھے کہ ذہن مختلف مسائل میں الجھنے لگا تھا۔ اس سسرالی مسئلے نے بھی بری طرح الجھا دیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہاں ایسے حالات پیش آئیں گے۔ میں تو ایک منٹ میں اس شادی سے انکار کر سکتی تھی۔ صداقت اور اس کے گھر والوں کو ٹھکرا سکتی تھی لیکن شادی صرف ایک لڑکی کا معاملہ نہیں ہوتا۔ اس کے پیچھے اس کے والدین اور اس کے خاندان کی عزت اور وقار کا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔ وہ چاہے بادشاہ کی بیٹی ہو' اگر دوسرے دن میکے آ کر بیٹھ جائے تو اس کے متعلق طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں۔ مجھے خوب سوچ سمجھ کر اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں اہم فیصلے کرنے تھے۔

ابھی میں نے صداقت سے نکاح قبول کیا تھا۔ دلہن بن کر اس کے گھر گئی تھی لیکن

ازدواجی زندگی شروع نہیں کی تھی اور یہ اچھا ہوا کہ میاں بیوی کا رشتہ قائم نہیں ہوا تھا۔ صداقت کسی زرینہ کے چکر میں تھا۔ میں اسے چکروں میں پڑنے سے توبہ کرا سکتی تھی یا طلاق لے سکتی تھی۔

مجھے اپنی اور اپنے خاندان کی بدنامی سے بچنا تھا۔ یہ بات میرے حق میں تھی کہ صداقت اور ساس بیگم میرے آگے جھک رہے تھے۔ میں انہیں اور جھکا سکتی تھی۔ اپنی جائز شرائط منوا کر وہاں حکمران بہو کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے مصلحت سے کام لے کر بات آگے نہیں بڑھائی تھی۔ ممی اور ڈیڈی کو وہاں کی کوئی بات ابھی نہیں بتائی تھی۔ ممی نے ایک بار پوچھا۔ "تم وہاں خوش تو ہو؟"

پھر انہوں نے خود ہی جواب دیا۔ "توبہ ہے میں تو بھول ہی جاتی ہوں تم نے گونگی بنی رہنے کی قسم کھائی ہے۔"

ڈیڈی نے میرے کمرے میں آ کر کہا۔ "تم کچھ بولو گی نہیں اور تمہارے چہرے سے اندازہ کرنا مشکل ہے کہ ایک نئی زندگی کی ابتدا تمہارے لیے اطمینان بخش ہے یا نہیں؟"

میں نے سر اٹھا کر ڈیڈی سے کچھ کہنا چاہا مگر اچھا ہوا گونگی بنی ہوئی تھی۔ بے اختیار ہو کر ان سے کچھ نہیں کہا' مجھے صبر کرنا چاہیے تھا۔ ذرا دیکھنا چاہیے تھا کہ ساس بیگم اور شوہر صاحب میری شرائط تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔

ڈیڈی نے میرے پاس بیٹھے ہوئے بڑی رازداری سے کہا۔ "تمہاری ماں نے میرے خلاف جو حربہ استعمال کیا تھا وہی حربہ میں اس کے خلاف استعمال کر رہا ہوں۔"

وہ ذرا چپ ہو کر محتاط نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ کیونکہ ممی کے آنے کا اندیشہ تھا پھر انہوں نے میری طرف جھکتے ہوئے اور رازداری سے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ ثمینہ آنٹی کتنی لالچی ہیں۔ تمہاری ماں نے اس لالچی عورت کو دو لاکھ روپے دیے تھے اور کہا تھا' بچے کو یہاں سے بہت دور کسی شہر میں لے جائے اور اچھی خاصی رقم دے کر اسے کسی یتیم خانے میں داخل کر دے یا اسے کسی بے اولاد کے حوالے کر دے اور اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو اسے کہیں پھینک کر چلی آئے۔"

انہوں نے بتایا کہ اس روز جب وہ مشورہ دے رہی تھیں کہ بچے کو ثمینہ آنٹی کے پاس رکھا جائے گا تبھی انہوں نے اپنے ذہن میں یہ بات پکا لی تھی کہ ثمینہ آنٹی کو بڑی رقم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا لالچ دے کر بچے کو یہاں سے بہت دور بھیج دیں گی۔ اس روز وہ لباس تبدیل کرنے اپنے کمرے میں گئی تھیں لیکن کمرے میں جا کر انہوں نے فون کے ذریعے ثمینہ آنٹی سے تمام معاملات طے کر لیے تھے۔

ڈیڈی نے کہا۔ "تمہاری ماں نے اسے دو لاکھ دیے تھے۔ میں نے اسے پانچ لاکھ دیے تو وہ میرے قدموں میں بیٹھ گئی۔ کہنے لگی' "بچہ محفوظ ہے اور اس کی رشتہ دار کے یہاں ہے۔ میں نے کہا' آج ہی جاؤ اور اسے لے آؤ۔"

میں نے خوش ہو کر اپنا سر ان کے سینے پر رکھ دیا۔ انہوں نے کہا۔ "اب تو منا آ رہا ہے۔ اب تو تمہیں بولنا چاہیے۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت ضدی ہو۔ جب تک اسے آنکھوں سے دیکھ نہیں لو گی۔ اس وقت تک نہیں بولو گی۔"

میں نے اشاروں کی زبان سے کہا۔ "کیا آپ نے یہ خوش خبری ندا کو سنائی ہے؟"

"ابھی اسے بتانا مناسب نہیں ہے اس کے پیٹ میں بات نہیں رہے گی۔ میں آج شام کو بزنس ٹور کے بہانے یہاں سے جاؤں گا پھر اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا' جب تک تمہارے بھائی کے لیے کوئی محفوظ ٹھکانا نہیں بنا لوں گا۔ اسی شہر میں میرا ایک پرائیوٹ بنگلا ہے۔ تمہارا بھائی وہاں سے محفوظ رہ سکے گا۔ اس کی پرورش کے لیے ایک تعلیم یافتہ گورنس اور دو ملازم رکھوں گا پھر وہاں روز صبح و شام جایا کروں گا۔ کبھی کبھی بزنس ٹور کے بہانے بیٹے کے ساتھ راتیں بھی گزاروں گا۔"

میں نے اشاروں کی زبان سے کہا۔ "میں بھی وہاں جایا کروں گی۔" انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم دونوں بہنوں سے اسے محبتیں ملیں گی۔ مجھے اطمینان رہے گا کہ وہ تنہا نہیں ہے اسے خون کے تمام رشتے مل رہے ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک منے کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ نیچے ڈرائنگ روم سے ممی کی آواز سنائی دی تو وہ چلے گئے۔ ڈیڈی نے بہت بڑی خوشی خبری سنائی تھی۔ میں نے اپنے بھائی اور ماریہ آنٹی سے ہونے والی ناانصافی کے خلاف احتجاجاً خاموشی اختیار کی تھی۔ آج رات جب وہ آ جاتا تو میں اسے دیکھتے ہی بولنے لگتی۔

وہ دن میں نے بڑی بے چینی سے گزارہ۔ ڈیڈی شام کو چلے گئے میری ساس بیگم اپنے بیٹے کے ساتھ ہم سے ملنے آئیں۔ ممی نے بڑی گرمی جوشی سے ان کا استقبال کیا۔

انہیں اطمینان ہو گیا کہ میں نے اپنے والدین کو ان کے خلاف ابھی تک کچھ نہیں بتایا ہے۔ ممی نے انہیں رات کے کھانے کے لیے روک لیا۔ میری ساس بیگم نے موقع پا کر مجھ سے تنہائی میں کہا۔ "بیٹی میں نے تمہاری شرائط کے بارے میں صداقت کے ابو سے بات کی تھی۔ تم نے یہ اندازہ لگایا ہو گا کہ وہ تمہیں بہت چاہتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں تم سے تنہائی میں باتیں کریں گے' کل صداقت تمہیں لینے آئے گا۔ تم اس کے ساتھ گھر چلی آنا۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ انہوں نے کہا۔ "بیٹی ضد نہ کرو۔ کم از کم ایک دن کے لیے آ جاؤ۔ صداقت کے ابو سے چند باتیں کر لو اگر تمہیں ان کی باتیں صحیح لگیں تو پھر تم وہیں رہ جانا۔ ورنہ تم اپنے میکے چلی آنا۔"

میں اس بات پر راضی ہو گئی۔ اشاروں کی زبان سے دوسرے دن آنے کا وعدہ کر لیا۔ وہ ماں بیٹے رات کے کھانے کے بعد چلے گئے۔ میں ندا کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں گئی چونکہ میں نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی اس لیے اس نے میرا موبائل فون اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ میں نے وہ فون اس سے لے کر آن کیا۔ ندا نے حیرانی سے پوچھا۔ "آپ اسے آن کر رہی ہیں؟ کس سے بات کریں گی؟"

میں نے ڈیڈی کا موبائل نمبر پنچ کیا پھر رابطہ ہونے پر اسے ندا کے کان سے لگایا۔ اس نے ڈیڈی کی آواز سن کر کہا۔ "ہیلو ڈیڈی! باجی نے کئی دنوں کے بعد اس موبائل کو ہاتھ لگایا ہے۔ آپ کے نمبر پنچ کر کے مجھے فون دیا ہے۔ چلیں اچھا ہے آپ سے کچھ باتیں ہو جائیں گی۔"

اس نے دوسری طرف سے ڈیڈی کی بات سن کر منہ بناتے ہوئے کہا۔ "وہ مجھ سے نہیں آپ سے بات کریں گے۔"

میں نے فون کو کان سے لگایا پھر کھنکارنے کی آواز پیدا کی۔ ڈیڈی نے کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں کہ تم بھائی کے لیے بہت بے چین ہو اسی لیے فون کیا ہے۔ ثمینہ رات دو بجے کی فلائٹ سے آئے گی۔ تم اپنا موبائل آن رکھو۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ ندا نے پوچھا۔ "بس اتنی سی بات کی ہے؟ انہوں نے کیا کہا ہے؟"

میں نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ اشاروں سے سمجھایا کہ اب یہ موبائل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میرے پاس رہے گا۔ میں لے جا رہی ہوں۔

وہ حیرانی سے کچھ نہیں بولی۔ سوچتی رہ گئی۔ میں وہاں سے چلی آئی۔ ہر دلبن سہاگ رات کو جاگتی ہے۔ میں بھی جاگتی رہی تھی مگر میری بیداری بے ثمر رہی تھی۔ میں نے میکے آکر ہی نیند پوری کی تھی۔ اب دوسری رات بھی جاگ رہی تھی۔ اس رت جگے میں ایک دلبن کی حسرتیں تھیں۔ پیاسے جذبوں کی تشنگی تھی لیکن یہ تشنگی اس کے لیے تھی' جو محبت سے مجھے قبول کرتا۔

صداقت نے میری توہین کی تھی لفظوں میں کہا تھا کہ میرے ساتھ رات نہیں گزارے گا۔ ایسے شخص کے لیے میرے اندر کوئی جذبہ نہیں تھا۔ ابھی میں نہیں جانتی تھی کہ میری اس نام نہاد ازدواجی زندگی کا کیا بنے گا؟ دل نہیں چاہتا تھا کہ آئندہ صداقت کو لائف پارٹنر کی حیثیت سے قبول کروں۔ ایک طرح سے مجھے اس سے نفرت سی ہو گئی تھی۔ ابھی یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خواہ مخواہ کی بدنامیوں سے بچنے کے لیے صداقت سے سمجھوتا کر پاؤں گی یا نہیں؟

رات کا ایک بج گیا۔ دو بجے کے بعد ڈیڈی فون کرنے والے تھے۔ اس وقت اچانک بجلی چلی گئی۔ رات کو گیارہ بجے کے بعد کوئی ملازم کوٹھی میں نہیں رہتا تھا۔ سب ہی اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں۔ باہر گیٹ پر ایک نائٹ چوکیدار رہتا ہے۔ اگر کبھی بجلی جاتی ہے تو وہ کوٹھی کے پیچھے جا کر جنریٹر آن کر دیتا ہے۔

لیکن دس پندرہ منٹ گزرنے کے بعد بھی جنریٹر آن نہیں ہوا۔ اچانک ممی کی چیخ سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ میں پریشان ہو کر اندھیرے میں راستہ ٹٹولتی ہوئی دروازے تک آئی پھر اسے کھول کر باہر جانا چاہتی تھی کہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ میرے منہ پر ٹارچ کی روشنی پڑ رہی تھی۔ سامنے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا میں پیدائشی گونگی نہیں تھی ایسے وقت تو آدمی بے اختیار بولنے لگتا ہے میں بھی ایک دم سے بول پڑی۔ "کون ہو؟ کون ہو تم؟"

ٹارچ کی روشنی بجھ گئی۔ دو مضبوط ہاتھوں نے مجھے جکڑ لیا۔ میں چیخنے لگی تو اس نے ایک ہاتھ سے میرے منہ کو دبایا پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کا ہاتھ ہٹ گیا ہے اور وہ اپنے منہ سے میرا منہ بند کر رہا ہے وہ بڑے ہی جذباتی انداز سے مجھے بے زبان بنا رہا تھا۔

اس نے اچانک ہی جھک کر مجھے کاندھے پر اٹھا لیا میں تڑپنے لگی' ہاتھ پاؤں مارنے

لگی وہ وہاں سے چلتا ہوا بیڈ کے پاس آیا پھر اس نے مجھے فوم کے گدے پر پھینک دیا۔ میں زور زور سے چیخنے لگی۔ ٹارچ..... بجھی ہوئی تھی۔ وہ اچانک میرے اوپر آ کر مجھے طمانچے مارنے لگا پھر اس نے گلا دبایا تو میری چیخیں رک گئیں۔ کوئی میری مدد کو نہیں آ رہا تھا۔ میری چیخیں سن کر کسی نہ کسی کو آنا چاہیے تھا۔ ویسے گھر میں ہم عورتیں ہی تھیں میں پہلے ہی ممی کی چیخ سن چکی تھی۔ پتا نہیں ندا کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو گا؟

اس وحشی درندے نے میرے لباس سے نوچ کھسوٹ کی تو میں تھرا کر رہ گئی۔ اپنی پوری قوت سے تڑپنے لگی لیکن اس کی فولادی گرفت سے نکل نہ سکی۔

ایسے وقت ایک کمزور لڑکی کیا کر سکتی ہے؟ چیخیں مار سکتی ہے' شور مچا کر مدد کے لیے پکار سکتی ہے لیکن میں جب بھی چیخنا چاہتی تھی وہ میرا گلا دبا دیتا تھا۔

ایسے وقت جدوجہد کی جاتی ہے۔ ڈوبنے سے بچنے کے لیے تیراکی آئے تو ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں لیکن ہاتھ پاؤں مارنے والے ہمیشہ ڈوب جاتے ہیں۔

اور میں ڈوب گئی۔ کمرے میں تاریکی تھی نہ بھی ہوتی تو میری زندگی میں اندھیرا چھا گیا تھا مجھ پر جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرے ساتھ کبھی ایسا ہو گا۔ میں ان لمحات میں بے حس ہو گئی تھی۔ کوئی احساس نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے۔ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ میں جیسے کوما میں پڑی ہوئی تھی۔

وہ ایک بجے کے بعد آیا تھا اور چار بجے تک رہا تھا بڑی درندگی سے بار بار بدمعاشیاں کرتا رہا تھا پھر اس نے ٹارچ کو روشن کر کے ایک میز پر رکھا۔ کمرا کسی حد تک روشن ہو گیا۔ تب اسے دیکھتے ہی میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں' وہ شہزاد تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بڑی رئیس زادی بنتی تھی۔ نہ محبت سے راضی ہو رہی تھی' نہ خوشامد سے' لیکن میں بھی بہت ضدی ہوں۔ جس صابن سے نہانا چاہتا ہوں اسے ہاتھ سے پھسلنے نہیں دیتا۔ اس کے حمام میں آ کر میل اتارتا ہوں۔"

وہ فاتحانہ انداز میں بول رہا تھا اور میں گم صم سی دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ میں کیا بولتی' بولنے کے لیے کچھ نہ رہا تھا۔ یہ وہی تھا جسے میں بہت قابل بنانا چاہتی تھی لیکن ایسے مرد جب کچھ نہیں کر پاتے تو عورت پر اپنی مردانگی دکھاتے ہیں۔ اس نے بڑی بے رحمی اور بے شرمی سے اپنی اوقات دکھا دی تھی۔

وہ تن کر بولا۔ "تمہارے باپ نے مجھے حوالات میں پہنچایا تھا میری پٹائی کرائی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ نہیں جانتا کہ پہلے کئی بار ایسی پٹائی ہو چکی ہے۔ ہم جیسوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا لیکن جس طرح میں نے تمہاری آبرو کی پٹائی کی ہے۔ اسے یاد کر کے تم باپ بیٹی ساری زندگی روتے رہو گے۔ میں جا رہا ہوں پھر ایسی کسی خدمت کے لیے میری ضرورت ہو تو مجھے یاد کر لینا۔"

وہ میز پر سے اپنی ٹارچ اٹھا کر اس کی روشنی میرے منہ پر لہرانے لگا۔ قہقہے لگانے لگا پھر اسی طرح قہقہے لگاتا ہوا میری بربادی کا مذاق اڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

کمرے میں پھر تاریکی چھا گئی۔ اس کے جانے کے دس منٹ بعد ہی بجلی آ گئی پوری کوٹھی روشن ہو گئی۔ اب بجلی تو کیا سورج کی روشنی بھی میرے اندر کی بے حیا تاریکی کو دور نہیں کر سکتی تھی۔ میرے ساتھ جو واردات ہوئی تھی' اس کا اثر میرے ذہن پر اتنا شدید تھا کہ میں پوری طرح اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ یہ بھی خیال نہیں تھا کہ میں کس حالت میں بستر پر پڑی ہوئی ہوں۔

تھوڑی دیر بعد ممی کی آواز سنائی دی۔ "صدا..... صدا' تم خیریت سے ہو' کیا اپنے کمرے میں؟"

وہ دروازہ کھول کر مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئیں۔ ندا ان کے پیچھے تھی۔ انہوں نے پلٹ کر کہا۔ "تم یہیں رکو۔ ابھی کمرے میں نہ آنا۔"

انہوں نے کمرے میں آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ تیزی سے چلتی ہوئیں میرے پاس آئیں۔ مجھ پر چادر ڈالتے ہوئے بولنے لگیں۔ "او مائی گاڈ! میں تو سمجھ رہی تھی کہ وہ صرف ڈاکا ڈالنے آئے ہیں۔ وہ دس لاکھ نقد اور زیورات لے گئے ہیں۔ میں اسے جان کا صدقہ سمجھ کر برداشت کر رہی تھی لیکن وہ تو جان لینے والی درندگی دکھا کر گئے ہیں۔"

وہ صدمے سے بڑبڑا رہی تھیں۔ ان واردات کرنے والوں کو گالیاں دے رہی تھیں پھر انہوں نے کہا۔ "اٹھو بیٹی! باتھ روم میں جاؤ غسل کرو' لباس تبدیل کرو۔ ندا ایسی حالت میں تمہیں دیکھے گی تو اس کے ذہن پر برا اثر پڑے گا۔"

ندا کا نام سن کر میں ذرا ہوش میں آئی۔ میں نے ایک بہت بڑے عذاب سے گزرتے وقت ایک بار اس کے بارے میں بھی سوچا تھا۔ ممی کی بڑبڑاہٹ سن کر ایک ذرا اطمینان ہوا کہ ندا پر ایسی قیامت نہیں آئی تھی۔

میں بستر سے اٹھ گئی۔ چادر لپیٹ کر باتھ روم میں چلی گی۔ وہاں غسل کرتے وقت

مجھے رونا آ رہا تھا میرا صدمہ ایسا تھا کہ میں بھائی اور باپ کو بھول گئی تھی۔ ڈیڈی رات کے دو بجے کے بعد فون کرنے والے تھے اور انہوں نے ضرور فون کیا ہو گا لیکن میں نے اپنے موبائل کو تھوڑی دیر کے لیے بند رکھا تھا۔ رات دو بجے کے بعد اسے آن کرنے والی تھی لیکن ایسا نہ کر سکی۔ مجھے تو اپنا ہوش نہیں تھا۔ ڈیڈی یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ میں چھوٹے بھائی کی خوش خبری سننے کے لیے جاگ نہیں رہی ہوں بلکہ فون بند کر کے سو گئی ہوں۔

صبح ہوتے ہوتے مجھے بخار چڑھ گیا جو شاک مجھے پہنچا تھا اس کا ردعمل یہی ہو سکتا تھا کہ میں ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جاتی' دماغی مریضہ بن جاتی یا بیمار پڑ جاتی۔ اسی لیے میں بیمار ہو گئی۔ ممی نے لیڈی ڈاکٹر کو بلایا۔ لیڈی ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا۔ ممی نے کہا۔ "صبح سے بخار ہے' چپ چپ سی رہتی ہے بولتی نہیں ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "اسے کوئی گہرا صدمہ پہنچا ہے۔"

پھر ڈاکٹر نے مجھے مخاطب کیا۔ "صدا! میں تو تمہاری فیملی ڈاکٹر ہوں مجھے بتاؤ کیا پریشانی ہے۔"

میں نے سر ہلا کر ظاہر کیا کہ کوئی پریشانی نہیں ہے۔

ممی نے کہا۔ "پچھلی رات کوئی ڈراونا خواب دیکھا ہو گا۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "اب یہ ڈراؤنا خواب دیکھنے والی بچی نہیں ہے۔ شادی ہو چکی ہے۔ کوئی ایسی بات ہے جو اندر ہی اندر صدا کو شاک پہنچا رہی ہے۔ بیٹی! اپنے ڈاکٹر سے کوئی بات نہیں چھپانا چاہیے۔"

ممی نے کہا۔ "کوئی بات ہوتی تو یہ مجھ سے کبھی نہ چھپاتی آپ کوئی ایسی دوا دیں کہ اس کا بخار اتر جائے۔"

ڈاکٹر مجھے ایک دوا کھلا کر باقی دوائیں لکھ کر دے گئی۔ ممی نے ملازم سے دوائیں منگوائیں پھر میرے پاس آ کر بیٹھتے ہوئی بولیں۔ "بیٹی جو کچھ ہوا اسے دل پر اتنا کیوں لے رہی ہو۔ زندگی میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ تمہارے مقدر میں جو لکھا تھا' وہ ہو گیا۔ شکر ہے تم کنواری نہیں تھیں۔ تم بیاہتا ہو تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ کوئی تم پر انگلی نہیں اٹھائے گا۔"

ممی اپنا فلسفہ سمجھا رہی تھیں کہ آبرو لٹنے کا دکھ صرف کنواریوں کو ہوتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سائنس کو نہیں ہوتا ہے۔ آبرو کا تعلق ضمیر سے ہے' روح سے ہے اس مادی دنیا میں رہ کر انسان نے ضمیر اور روح کی حیثیت..... بالکل گرا دی ہے۔ لہٰذا روح اور ضمیر کے حوالے سے ہم ایمان کی اور آبرو کی اہمیت کو سمجھنا بھول گئے ہیں۔

پھر ممی یہ سمجھا رہی تھیں کہ مجھے اس صدمے کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ کیونکہ میں بیاہتا تھی۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ میں میکے سے کنواری گئی تھی اور کنواری ہی واپس آئی تھی۔ جن حالات میں ایک کنواری لٹ جاتی ہے انہی حالات میں' میں لٹ گئی تھی۔

اور ممی کہہ رہی تھیں کہ مجھ پر آنچ نہیں آئے گی۔ کوئی مجھ پر انگلی نہیں اٹھائے گا۔ وہ اپنے طور پر درست کہہ رہی تھیں۔ سسرال کے باہر بیاہتا عورت کا منہ کہیں بھی کالا ہو جائے وہ کالک کسی کو نظر نہیں آتی۔ انہوں نے کہا۔ "میں نے ندا کو سختی سے تاکید کی ہے کہ تمہارے بارے میں کسی کے سامنے زبان نہ کھولے۔ میں نے پولیس والوں کو بھی بیان دیا ہے کہ مسلح ڈاکو آئے تھے۔ نقد رقم اور زیورات لے گئے ہیں۔ انہوں نے ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ وہ تمہارا بھی بیان لیں گے میں نے کہہ دیا ہے کہ تم گونگی ہو لیکن اپنا تحریری بیان دے سکتی ہو۔ طبیعت سنبھل جائے تو یہ لکھ دینا جو میں سمجھا رہی ہوں۔"

وہ بول رہی تھیں اور میں سن رہی تھی پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں جیسے سونا چاہتی ہوں۔

انہوں نے کہا۔ "میں سمجھ رہی ہوں تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو۔ تمہیں تو ماں دشمن نظر آتی ہے مگر میں تمہارے بھلے کے لیے سمجھا رہی ہوں۔ جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا ہے' اس کا ذکر اپنے میاں سے نہ کرنا۔ یہ مرد باہر جا کر چاہے جتنی بے حیائی کر لیں' عورت کی بے حیائی ان سے برداشت نہیں ہوتی۔ تمہارا قصور ہو یا نہ ہو۔ صداقت تمہیں داغدار کہے گا۔ خواہ مخواہ اس کی مردانگی جوش میں آ جائے گی۔ وہ لوٹنے والے کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ لٹنے والی کو یا تو طلاق دے گا یا پھر زندگی بھر طعنے دیتا رہے گا۔"

میں نے آنکھیں نہیں کھولیں "ہاں یا نہ۔" میں سر نہیں ہلایا۔ وہ بولیں۔ "تم کیوں ایسی حرکتیں کر رہی ہو میں بہت اہم باتیں کر رہی ہوں کسی ایک بات کا جواب تو دے سکتی ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے کہا۔ "تم بولو یا نہ بولو۔ میں تو سب کے

سامنے یہ بیان دوں گی کہ ہمارے گھر میں صرف ڈاکا پڑا ہے۔ ہم میں سے کسی کے ساتھ کچھ نہیں ہوا ہے۔ تمہارے باپ سے بھی ایسا کہنا بے حیائی ہوگی ان سے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

وہ بولتی ہوئی چلی گئیں۔ دوپہر کو ڈیڈی نے فون پر کہا۔ "بیٹی میں بہت خوش ہوں۔ میرا بیٹا' تمہارا بھائی واپس مل گیا ہے۔ میں اسے بحفاظت رکھنے کے انتظامات کر رہا ہوں۔ میں نے کل رات فون کیا تھا۔ مگر تم نے فون بند کر رکھا تھا۔ اب تو تم خوش ہو نا؟"

میں نے جواب میں کھنکارنے کی آواز پیدا کی۔ انہوں نے کہا۔ "یہ کیا؟ تمہارا بھائی آ گیا ہے۔ اب تو تمہیں بولنا چاہیے۔"

میں نے پہلے "ہوں" کہا پھر "اوں ہونہہ" کہہ کر چپ ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔ "شاید تم اس وقت تک نہیں بولو گی' جب تک اپنے بھائی کو آنکھوں سے دیکھ نہیں لو گی۔ ٹھیک ہے میرے پرائیویٹ بنگلے کا پتا نوٹ کرو پھر شام چھ بجے کے بعد آؤ۔ میں وہاں شام کے بعد ہی ملوں گا۔"

انہوں نے اپنے ذاتی بنگلے کا پتا بتایا میں نے اسے نوٹ کرنے کے بعد "ہوں" کہا۔ انہوں نے فون بند کر دیا۔ جب انہیں جواب نہیں مل رہا تھا تو وہ اور کیا بولتے؟ میں شام کو بول سکتی تھی۔

ندا میرے پاس آ کر باتیں کرنے لگی۔ اس وقت اس کی باتوں میں ہمدردی تھی۔ وہ سمجھ دار ہو گئی تھی۔ پچھلی رات اس نے بیڈ روم میں میری ہتھری کی ایک جھلک دیکھی تھی اور بہت کچھ سمجھ گئی تھی۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔ "باجی! آپ تو بہت سمجھ دار ہیں۔ بہت حوصلہ مند ہیں۔ آپ اپنا دکھ نہیں بھولیں گی تو میں حوصلہ ہار جاؤں گی۔"

میں نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر کاغذ قلم لانے کو کہا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر لے آئی۔ میں نے لکھا۔ "میں تمہارے لیے بڑے سے بڑے صدمے کو بھلا دوں گی۔ تم پہلے کی طرح ہنستی بولتی رہو۔"

"باجی! آپ مسکرائیں گی تو میں ہنسوں گی۔ آپ ہنسیں گی تو میں قہقہے لگاؤں گی۔"

میں جبراً مسکرانے لگی۔ وہ خوش ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ "باجی آپ مسکراتی ہیں تو ساری خوشیاں لوٹ کر آ جاتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے ہمارا منا بھی آ گیا ہے۔"

میں نے اسے الگ کیا۔ اسے مسکرا کر دیکھا پھر لکھا۔ "میں شام کو ایک سہیلی سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ملنے جاؤں گی۔ کیا میرے ساتھ چلو گی؟"

اس نے پوچھا۔ "آپ کس سہیلی سے ملنے جائیں گی؟"

میں نے لکھا۔ "ابھی کچھ نہ پوچھو۔ میرے ساتھ چلو گی یا نہیں؟"

"آپ کے ساتھ تو میں کہیں بھی چلی جاتی ہوں۔ آپ مجھ سے پوچھ کیوں رہی ہیں؟ میں ضرور چلوں گی مگر میں تو آپ کی کسی ایسی سہیلی کو نہیں جانتی ہوں' جس سے آپ خود جاکر ملتی ہوں۔"

میں نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سمجھایا کہ وہ خاموش رہے۔ کچھ نہ پوچھے میں نے اسے بچے کے بارے میں اس لیے نہیں بتایا کہ وہ خوشی سے باؤلی ہو جائے گی۔ اس کے لیے صبح سے شام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اسے خوش دیکھ کر ممی حیران ہوتی رہیں گی کہ گھر میں اتنی بڑی واردات ہو گئی ہے پھر وہ کس بات سے اتنی خوش ہو رہی ہے۔

☆=======☆=======☆

بہرحال شام ہو گئی۔ ندا نے میری طرف سے ممی کو پہلے ہی بتایا تھا کہ میں کسی سہیلی کے پاس جانے والی ہوں۔ ہم دونوں سات بجے تک اس بنگلے میں پہنچ گئیں۔ ندا نے منے کو ڈیڈی کی گود میں دیکھتے ہی خوشی سے چیخ ماری پھر دوڑتی ہوئی جاکر ان کی گود سے منے کو لے لیا اور دیوانہ وار اسے سینے سے لگا کر چومنے لگی۔ ڈیڈی خوش ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اسے ندا سے لے کر چومتے ہوئے کہا۔ "میں اسے ربانی جونیئر کہوں گی۔"

ندا خوشی سے اچھل کر بولی۔ "ڈیڈی۔ باجی بول رہی ہیں۔"

انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میں جانتا تھا۔ میری بیٹی اسے دیکھتے ہی بولے گی۔ میرا نام نصیرالدین ربانی ہے۔ میرے والد ربانی کہلاتے تھے۔ اس لحاظ سے صدا اپنے دادا کا نام پوتے کو دے رہی ہے۔ ہم اسے ربانی ہی کہا کریں گے۔"

ندا نے بھائی کو پھر مجھ سے چھین لیا۔ اسے پیار کرتے ہوئے بولی۔ "ڈیڈی ہمارا یہ ربانی جونیئر کہاں تھا؟ دنیا میں آتے ہی ادھر سے ادھر بھاگنے لگا ہے۔"

اس کی بات پر ہم سب ہنسنے لگے۔ کیا غم ہوتا ہے کیا خوشی ہوتی ہے میں ان لمحات میں خود پر گزرنے والی قیامت کو بھول گئی تھی۔ بے اختیار ہنسنے کا کوئی موقع آئے تو بھولنے کی کوشش کرنے میں آسانی ہوتی ہے پھر جنہیں بھل جانا آتا ہے زندگی ان پر گراں نہیں گزرتی۔

ایک معصوم بچے نے مجھے بہلا دیا تھا۔ میرا اپنا بھی یہی خیال تھا کہ وقت اور حالات کے مطابق ڈھیٹ بن کر زندگی نہ گزارو تو مصائب اور صدمات کینسر کی طرح اندر ہی اندر کھا لیتے ہیں۔

ڈیڈی ندا کو بتا رہے تھے کہ انہوں نے کس طرح ثمینہ آنٹی کو لاکھوں روپے میں خرید کر جونیئر ربانی کو حاصل کیا ہے۔ اب جتنی مدت تک رازداری سے اس کی پرورش کی جا سکتی ہے۔ اس وقت تک کی جاتی رہے گی تاکہ پھر اس معصوم بچے پر کوئی مصیبت نہ آئے۔

پھر ڈیڈی نے بتایا کہ انہوں نے فون پر ممی سے باتیں کی تھیں۔ وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ ڈیڈی اس شہر میں نہیں ہیں۔ انہوں نے پچھلی رات ہونے والی واردات کے متعلق بتایا تھا۔ ڈیڈی سے صرف ڈکیتی کا ذکر کیا تھا۔ باقی باتیں چھپالی تھیں۔

میں نے کن انکھیوں سے ندا کو دیکھا۔ ندا مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظروں سے اطمینان جھلک رہا تھا کہ ممی نے ڈیڈی سے اور کوئی بات نہیں کی ہے۔

پھر انہوں نے کہا۔ "ابھی آدھا گھنٹا پہلے میں نے صداقت کو فون کر کے اس کی اور گھر والوں کی خیریت دریافت کی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ہمارے گھر جا رہا ہے۔ وہ تمہیں اپنے گھر لے جانا چاہتا ہے۔ بیٹی تم وہاں خوش تو ہو نا؟"

"نو ڈیڈ! میں نے یہ بات ممی کو نہیں بتائی۔ آپ کو بتا رہی ہوں ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ میرے سسر شوکت زبیری کا کاروبار اور تمام دولت اور جائیداد صداقت کے نام نہیں ہے۔ وہ اپنے باپ کا محتاج ہے۔"

انہوں نے حیرانی سے کہا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ سے اتنا بڑا جھوٹ بولا جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "ایک اور بات ہے صداقت کا کردار مشکوک ہے وہ کسی زرینہ نام کی عورت کے چکر میں ہے۔"

انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔ "یا خدا! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ لوگ تو سراسر دھوکے باز ہیں۔ میں شوکت زبیری سے ابھی جا کر ملوں گا۔ اس کے جھوٹ اور فریب کا حساب لوں گا۔ اس کے خلاف ایسی کارروائیاں کروں گا کہ وہ اپنی عزت اور جان بچانے کی خاطر یہاں سے بھاگ کر لندن بھی نہیں جا سکے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نے کہا۔ "ڈیڈی آپ ان سے کیسے ملیں گے؟ آپ تو اس شہر میں نہیں ہیں۔ بزنس ٹور پر ہیں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئے۔ "اوہ! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ ٹھیک ہے آج نہ سہی۔ کل ملوں گا۔ یہ ظاہر کروں گا کہ واپس آگیا ہوں۔"

"یہاں ہمارے جونیئر کو کون سنبھالے گا؟"

انہوں نے ایک گورنس اور دو ملازموں کو بلایا۔ ان سے تعارف کرایا گورنس ایک تعلیم یافتہ عمر رسیدہ عورت تھی۔ اس سے پہلے کئی بڑے گھرانوں میں بچوں کو سنبھالنے اور ان کی پرورش کرنے کے فرائض انجام دے چکی تھی۔ صبح سے آکر ربانی جونیئر کو سنبھال رہی تھی۔ وہ اتنی تجربے کار تھی کہ جونیئر اس سے مانوس ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "اب ہمیں اطمینان رہے گا کہ ہمارا جونیئر یہاں محفوظ ہے اور پوری توجہ سے اس کی پرورش ہو رہی ہے۔"

ندا نے کہا۔ "ہمارے علاوہ ڈیڈی بھی آیا کریں گے اور جونیئر کو تنہا نہیں ہونے دیں گے۔"

پھر میں نے کہا۔ "ڈیڈی' صداقت اور اس کے والدین ہمارے گھر آچکے ہوں گے۔ مجھے گھر جانا چاہیے۔"

"ان کم بختوں کو آنے دو اور جانے دو۔ میں کل ان سے نمٹ لوں گا۔"

"آپ غصے میں نہ رہیں۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے کوئی مناسب فیصلہ کریں اگر بات بڑھے گی اور رشتہ ٹوٹے گا تو میں سہاگن بننے ہی مطلقہ کہلاؤں گی۔ ایسے وقت لڑکی میں کوئی عیب نہ ہو' تب بھی وہ عیبی کہلاتی ہے۔ ہم کتنوں کے منہ بند کرتے پھریں گے؟"

"تم چاہتی ہو ان سے سمجھوتا کیا جائے؟"

"جی ہاں میں نے ساس بیگم کو یہ لکھ کر دیا ہے کہ صداقت تحریری طور پر یہ اقرار کر لے گا کہ کسی عورت سے اس کے تعلق نہیں ہیں اور یہ تحریری وعدہ کرے گا کہ آئندہ بھی کسی سے ناجائز تعلقات نہیں رہیں گے تو....."

میری اس بات پر ڈیڈی کا سر جھک گیا تھا۔ ان کا داماد بھی وہی کر رہا تھا' جو وہ کر چکے تھے۔ میں آئینہ نہیں دکھا رہی تھی بعض حالات میں آئینہ خود سامنے آجاتا ہے۔

میں نے کہا۔ "میں نے ساس بیگم کو یہ بھی لکھ کر دیا ہے کہ جب تک کاروبار

صداقت کے نام نہیں کیا جائے گا' میں ایک محتاج شوہر کے گھر واپس نہیں آؤں گی۔"

ان کا سر بدستور جھکا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا۔ "تمہاری دونوں باتیں درست ہیں۔ میں شوکت زبیری سے یہی شرائط منواؤں گا۔"

میں نے ندا سے کہا۔ "ہمیں اب چلنا چاہیے۔ مہمان آگئے ہوں گے۔ ممی میری سہیلیوں کے گھر فون کر کے ہمیں تلاش کر رہی ہوں گی۔"

وہ جونیئر ربانی کو چوم کر بولی۔ "میرا جانے کو جی نہیں چاہتا۔ باجی رک جائیں نا۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "صدا کو وہاں جانا چاہیے۔ تم کل آکر جونیئر کو پیار کرتی رہنا۔"

انہوں نے اسے ندا کی گود سے لے لیا۔ وہ مجبوراً میرے ساتھ چلتی ہوئی بولی۔ "میں کل اسکول کے وقت آؤں گی اور اسکول کی چھٹی ہونے تک اپنے جونیئر کے ساتھ رہوں گی۔"

ہم وہاں سے چلے آئے۔ ہمیں اپنے بھائی سے قدرتی لگاؤ تھا۔ برسوں سے اس کی تمنا تھی۔ جب تک وہ دنیا میں نہیں آیا تھا' تب تک صبر تھا کہ قدرت کو منظور نہیں ہے اور جب قدرت کو منظور ہوا تو ممی اسے نامنظور کر رہی تھیں۔ ممی تو کیا ساری دنیا ایسے بچے کو قبول نہ کرتی۔

ربانی جونیئر سب کے لیے غیر ضروری تھا لیکن ڈیڈی کے لیے لازمی تھا۔ جب ممی ایک بیٹا نہیں دے سکتی تھیں تو انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ کسی دوسری سے یہ بچہ حاصل کرتے۔ وہ اس دوسری سے باقاعدہ نکاح پڑھا سکتے تھے لیکن ممی کی ضد اور سازش کے باعث ایسا نہ کر سکے۔ دیکھا جائے تو ان بڑوں کا کچھ نہیں بگڑا۔ ایک بچے کو سزا ملی کہ وہ اس دنیا میں چوری کا مال بن گیا۔ ہمارے خاندان میں چور دروازے سے آیا تھا اور چوری چوری جی رہا تھا۔

یہ انسانی فطرت ہے۔ انسان کو کسی چیز کے حصول کے لیے روکا جائے تو وہ دنیا سے چھپ کر اسے حاصل کرتا ہے ڈیڈی کے لیے ایک بیٹا ناگزیر تھا۔ انہوں نے ممی کا کاروبار بڑھانے اور پھیلانے کے لیے لکھ پتی سے کروڑ پتی اور ارب پتی بننے کے لیے دن رات محنت کی تھی۔ ان کی یہ ساری محنت ان کی موت کے بعد بھی اس طرح ان کے نام رہتی کہ ان کی نسل کو آگے بڑھانے والا ایک بیٹا پیدا ہوتا۔ بیٹوں سے اور پوتوں سے یہ خاندانی ہسٹری قائم رہتی ہے کہ باپ دادا اپنی زندگی میں کیسی تھکا دینے والی جدوجہد کرتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہے ہیں۔ آئندہ نسلوں تک ایسی ہسٹری قائم رکھنے والا بیٹا ہر باپ کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔

☆======☆======☆

میں ندا کے ساتھ گھر پہنچی تو صداقت اپنی ماں کے ساتھ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ ممی نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "تم کہاں رہ گئی تھیں۔ تمہاری جن سہیلیوں کے نمبر معلوم تھے انہیں فون کرتی رہی۔ تم آخر کہاں گئی تھیں؟"

میری ساس بیگم نے کہا۔ "چلو کوئی بات نہیں۔ دیر سے آئی ہو مگر آ گئی ہو چلو ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔"

میں نے انہیں گھور کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ سمجھ گئیں۔ انہوں نے کہا۔ "بیٹی تم سے کہہ چکی ہوں۔ پہلے گھر چلو۔ صداقت کے ابو تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

ممی نے کہا۔ "کوئی ضروری بات ہے تو وہ یہاں آ جاتے۔ ہم سے ملاقات بھی ہو جاتی۔ بائی دا وے۔ بات کیا ہے۔ میں صدا کے تیور پہچانتی ہوں۔ یہ آپ کو اس طرح کیوں دیکھ رہی ہے۔"

وہ ذرا ہچکچاتے ہوئے ذرا مسکراتے ہوئے بولیں۔ "بات کچھ نہیں ہے۔ بس ذرا سی بات پر میری بہو ناراض ہو گئی ہے۔ اس نے ہمیں لکھ کر دیا ہے کہ ہمارا جو کاروبار ہے۔ اس میں صداقت کو حصہ دیا جائے۔"

ممی نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا اپنے باپ کے کاروبار میں بیٹے کا حصہ نہیں؟ آپ لوگوں نے تو کہا تھا کہ سارا کاروبار صداقت ہی چلاتا ہے۔"

"بے شک باپ کا کاروبار بیٹا نہیں چلائے گا تو اور کون چلائے گا۔ آخر ایک دن سب کچھ تو میرے بیٹے کے نام ہی ہونا ہے۔"

ممی نے کہا۔ "آپ کے بیٹے کے نام جب ہو گا تب ہو گا ابھی تو میری بیٹی ایک محتاج شوہر کے گھر میں ہی جائے گی۔ آپ لوگوں نے بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہمارا سبھی کچھ ہمارے بیٹے کا ہے پھر دھوکا کیسا؟"

"ہم سے یہ کیوں کہا گیا کہ بیٹا اپنے باپ کے کاروبار میں خود مختار ہے۔ کل کلاں تمہارا بیٹا مرجائے تو میری بیٹی ایک فلاش کی بیوہ بن کر واپس آئے گی۔"

"مرے آپ کی بیٹی۔ میرا بیٹا کیوں مرے گا۔ جو منہ میں آتا ہے بول دیتی ہیں۔"

"ہم کاروباری لوگ ہیں۔ اسی طرح جینے مرنے کی باتیں کرتے ہیں اور حساب لگاتے ہیں کہ کس کے بعد کسے کیا ملنے والا ہے۔ آپ کے میاں نے اب تک اپنے بیٹے کو کاروبار سے کچھ نہیں دیا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی معمولی وجہ نہیں ہوگی۔ بہت بڑی بات ہوگی ہم پیدا ہوتے ہی ناپ تول سیکھ لیتے ہیں۔ آپ اپنے میاں کو لے کر یہاں آئیں۔ میرے میاں بھی کل تک یہاں آنے والے ہیں۔ پہلے فیصلہ ہوگا پھر بیٹی یہاں سے جائے گی۔"

ساس بیگم نے کہا۔ "آپ اس انداز میں گفتگو نہ کریں۔ ہم کوئی گرے پڑے نہیں ہیں۔ حیثیت میں آپ سے کم نہیں ہیں۔ میرے میاں صدا سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ وہ ہمارے یہاں آئیں اور اپنے سمدھی سے باتیں کرلیں۔ وہ نہیں آئیں گے تو ہماری بلا سے۔"

انہوں نے صداقت کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "چلو بیٹے۔ ہم اب یہاں نہیں آئیں گے۔ انہیں بیٹی کا گھر بسانا ہوگا تو یہ خود آئیں گی۔"

بیٹا ماں کے پیچھے چلنے لگا۔ میں راستہ روک کر کھڑی ہوگئی پھر ناگواری سے بولی۔ "بات پوری کرکے جائیں۔"

ماں بیٹے نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میرے بولنے پر ممی بھی حیران ہوئیں۔ میں نے کہا۔ "آپ نے سمجھا تھا میں گونگی ہوں۔ آپ اپنے بیٹے کے کرتوت چھپا کر چلی جائیں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولیں۔ "کیا ہیں میرے بیٹے کے کرتوت؟ جو تم سمجھتی ہو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔"

میں نے صداقت کو دیکھا۔ وہ مجھ سے نظریں چرانے لگا۔ میں نے کہا۔ "نظریں چرانے سے سچائی نہیں چھپے گی۔ بہتر ہے سچ بتادیں۔ زرینہ کون ہے۔"

اس نے میری ممی کو دیکھا پھر ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ وہ میری

کزن ہے اور....."

میں نے چیخ کر کہا۔ "کوئی کزن اتنی بے تکلف اور اتنی بے حیا نہیں ہوتی کہ وہ اپنے کزن سے ملنے کے لیے اس کی دلہن کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ کیا وہ اتنی رات کو صرف یہ بتانے آئی تھی کہ میں گونگی ہوں۔ وہ آپ کی زندگی میں بہت گہرائی تک اتری ہوئی ہے۔"

ممی نے کہا۔ "یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ کون ہے یہ زرینہ؟ یہ ہمیں کس طرح دھوکے پر دھوکا دیا جارہا ہے۔ صدا جو کچھ کہہ رہی ہے اگر یہ سچ ہے تو میں اپنی بیٹی کی زندگی برباد نہیں ہونے دوں گی۔ ہم دھوکا کھا کر چپ رہنے والوں میں سے نہیں ہیں۔"

میں نے ساس بیگم سے کہا۔ "یہ آپ کے صاحب زادے گونگے کیوں ہوگئے ہیں۔ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں اگر انہوں نے سچ نہیں کہا تو میں بات کو دور تک لے جاؤں گی۔"

"دور تک لے جاؤ۔ ہمارا کیا بگاڑ لوگی۔ کیا ہم پر مقدمہ کروگی۔"

صداقت نے کہا۔ "امی پلیز۔ آپ کو سمجھنا چاہیے کہ بات بڑھے گی تو کیا ہوگا۔"

بیٹے کی اس بات سے ساس بیگم کو جیسے عقل آگئی۔ انہوں نے پریشان ہو کر مجھے اور ممی کو دیکھا۔ صداقت نے کہا۔ "ہم سب تعلیم یافتہ ہیں اگر کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو اسے سہولت سے حل کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "مگر آپ کی امی یہ نہیں چاہتیں۔ وہ تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو ایک ننھے بچے کی طرح لے جارہی ہیں۔ کیا اس طرح مسئلے حل ہوتے ہیں؟"

"میں ممی کی طرف سے سوری کہتا ہوں۔ تم میری ایک بات مان لو۔ تھوڑی دیر کے لیے ہمارے گھر آجاؤ۔ ابو تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

ممی نے ناگواری سے پوچھا۔ "تمہارے ابو یہاں کیوں نہیں آرہے ہیں کیا پیروں میں مہندی لگا رکھی ہے۔"

میں نے کہا۔ "پلیز ممی۔ آپ غصے میں ایسی باتیں نہ کریں۔ یہ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ مجھے بات کرنے دیں۔" پھر میں نے صداقت سے پوچھا۔ "آپ کے ابو یہاں آنے والے تھے پھر کیوں نہیں آئے؟"

"اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی ہے پھر تمہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ تمہیں محبت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے اپنے پاس بلا کر باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ تو تمہیں ان کے پاس جانا چاہیے۔"

ممی نے کہا۔ "یہ رشتہ دھوکے سے کیا گیا ہے۔ کیا ایسے میں یہ تمہارے باپ کی عزت کرے گی۔"

"پلیز ممی۔ یہ رشتہ نہ ہوتا۔ تب بھی میں ان کی عزت کرتی وہ میرے بزرگ ہیں۔"

پھر میں نے صداقت سے کہا۔ "ہم نے جو دھوکے کھائے ہیں' اس کا علم میرے ڈیڈی کو ہونا چاہیے۔ پہلے یہ باتیں انہیں بتائی جائیں گی پھر میں آپ کے ابو سے ملنے آؤں گی۔"

صداقت نے کہا۔ "تم درست کہہ رہی ہوں اگرچہ یہ باتیں سن کر تمہارے ڈیڈی کو بھی غصہ آئے گا مگر مجھے امید ہے کہ تم بات بگڑنے نہیں دوگی۔ میں جارہا ہوں۔ تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا۔ اس کے سہولت سے بولنے کا انداز اچھا لگا۔ شادی کی رات وہ میرے خلاف غصے میں بول رہا تھا۔ میری سمجھ میں آیا کہ اس کے مزاج میں گرمی نہیں ہے لیکن زرینہ نے اسے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ اسی نے میرے خلاف اسے بھڑکایا تھا۔ میں اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھ کر صداقت سے سمجھوتا کرنا چاہتی تھی۔

دوسرے دن ڈیڈی نے ممی سے فون پر کہا کہ وہ آج رات تک واپس آرہے ہیں۔ ممی نے کہا "جتنی جلدی ہو سکے چلے آؤ۔ یہاں ہماری بیٹی کے سسرال والے پکے فراڈ ہیں۔ انہوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے تم آؤ گے تو میں ان کی اصلیت بتاؤں گی۔"

میں ڈیڈی کو پہلے ہی بتا چکی تھی۔ انہوں نے انجان بن کر پوچھا۔ "ایسی کیا بات ہوگئی ہے؟ صدا کے سسرال والوں نے کیا دھوکا دیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "ممی فون پر ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ ایسی باتیں تفصیل سے روبرو ہوا کرتی ہیں۔"

انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کہا۔ "یہ کیا آپ نے فون بند کر دیا؟"

"لو تم ہی تو کہہ رہی تھیں کہ یہ باتیں مجھے فون پر نہیں کرنی چاہئیں۔"

"لیکن آپ نے ادھوری بات کی ہے۔ وہ بے چین رہیں گے۔ انہیں تسلی تو دینا چاہیے کہ بات بگڑی نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تم نے فون بند کرنے کو کہا میں نے کر دیا۔ اب تسلی دینے کو کہہ رہی ہو۔ کیا فون بند کر کے دیواروں کو تسلی دوں۔ تم لڑکیاں کبھی کچھ کہتی ہو تو کبھی کچھ۔ پتا نہیں کب عقل آئے گی۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔ ندا منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستے ہوئے بولی۔ "ہماری ممی کا جواب نہیں ہے۔ باقی دادے۔ آپ نے تو ڈیڈی کو ساری باتیں بتا دی ہیں۔ وہ آئیں گے تو آپ کی سسرال والوں سے زبردست جنگ شروع ہوگی۔"

ہو سکتا تھا۔ بات بگڑ جائے۔ میں ممی کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ وہ ان کے فراڈ کے جواب میں ایسی کارروائیاں کر سکتی تھیں جن کی ہم توقع بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ نیچے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتی تھیں۔

رات کو صداقت نے فون پر کہا۔ "صدا میں بہت شرمندہ ہوں۔ ساگ رات ایسی ہوتی ہے کہ اس رات میاں بیوی ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کرتے ہیں۔ میں تمہارے مزاج کو نہیں سمجھتا تھا۔ اس رات میرا رویہ غلط رہا۔ کیا تم اس غلطی کو معاف کر دوگی۔"

"تم سلجھی ہوئی باتیں کر رہے ہو۔ تم اپنی غلطی کا احساس کر رہے ہو۔ یہی بہت ہے۔ معافی چاہنے والی بات نہ کریں۔"

"تم معاف نہیں کرو گی تو سمجھوتا نہیں ہوگا۔ اگر سمجھوتا نہیں ہوگا تو میرے گھر نہیں آؤ گی۔"

"میں آؤں گی۔ سمجھوتا ہو جائے گا۔ میرے دل میں ایک پھانس ہے اسے نکال دیں۔"

"کیسی پھانس؟ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"یہ زرینہ کون ہے؟ یہ جھوٹ نہ کہنا وہ آپ کی کزن ہے۔ کوئی کزن تم سے بے تکلف ہو سکتی ہے مگر بے حیا نہیں ہو سکتی۔ وہ بڑی بے حیائی سے ہمارے ساگ کے کمرے تک آگئی تھی۔"

"وہ سر پھری ہے۔ ایسی الٹی سیدھی حرکتیں کرتی رہتی ہے۔"

"گویا آپ اس کی الٹی سیدھی حرکتیں ایک عرصے سے دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ کافی پرانی شناسائی ہے۔"

"تم تو بات پکڑ لیتی ہو۔ جب وہ میری کزن ہے تو میں اسے بچپن سے جانتا ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں بحث نہیں کروں گی۔ آپ بزرگوں کے سامنے پکے کاغذ پر یہ لکھ کر دیں کہ زرینہ سے یا کسی بھی عورت سے آپ کے ناجائز تعلقات نہیں ہیں پھر میں آپ کے پاس چلی آؤں گی۔ کیا آپ لکھ کر دیں گے؟"

"آں.....ہاں.....ہاں لکھ دوں گا۔ جو کہو گی لکھ دوں گا لیکن پہلے ایک بار میرے ابو سے مل لو۔"

"یہ میرا اور آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس کا تعلق آپ کے ابو سے نہیں ہے۔"

"کہہ تو رہا ہوں لکھ کر دے دوں گا۔ تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ضرور لکھ کر دوں گا مگر بعض ذاتی معاملات ایسے ہوتے ہیں جو بزرگوں کے ذریعے نمٹائے جاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے کل رات میرے ڈیڈی آ رہے ہیں میں تمہارے ابو سے ملنے آؤں گی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ جب کسی سے باتیں ہوتی رہتی ہیں اپنے سخت رویے کے باوجود لاشعور میں یہ خوشی چھپی رہتی ہے کہ وہ ہمیں طلب کر رہا۔ اس کی باتوں سے انکار کرنے کے باوجود اپنے اندر چھپی ہوئی دلمن اقرار کرتی رہتی ہے۔

میرے اندر بھی کشمکش تھی۔ بس ایک زرینہ کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی۔ یہ کانٹا اسی رات نکل جاتا تو میں سکے آ کر نہ بیٹھتی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے صداقت مجھے زرینہ کے معاملے میں ٹال رہا ہے۔ میں اس سے پکے کاغذ پر لکھوانا چاہتی تھی۔ یوں لکھوانے سے صرف یہ تحفظ حاصل ہوتا کہ آئندہ مجھ پر کوئی سوکن نہ آتی لیکن مردوں کے لیے پکے کاغذ کے پیچھے بھی چور دروازے ہوتے ہیں۔

ممی نے میرے ڈیڈی کا کیا بگاڑ لیا تھا۔ انہوں نے بڑے ہنگامے برپا کیے تھے۔ ڈیڈی اور ماریہ کا رشتہ ہونے سے پہلے ہی اسے توڑ ڈالا تھا۔ بڑی بے رحمی سے بچے کو کہیں دور پھنکوا دیا تھا لیکن یہ سب کچھ کر کے انہوں نے کیا حاصل کیا تھا۔ ایک مرد نے اپنی ضد پوری کر لی تھی۔ دوسری عورت سے بیٹا حاصل کر لیا تھا اور اس کی پرورش کر رہا تھا۔

عورت کاغذی کارروائیاں کر کے کاغذ کی کشتی میں بیٹھتی ہے۔ مگر پار لگنے سے پہلے ڈوب جاتی ہے۔ پہلے ڈیڈی کے حالات و واقعات نے پھر مجھے پیش آنے والے حالات نے مجھے اپنی عمر سے زیادہ سوچنے کا ڈھنگ سکھا دیا تھا۔

دوسری رات ڈیڈی آ گئے۔ انہوں نے فون کے ذریعے شوکت زبیری سے کہا۔ "میں باہر گیا ہوا تھا۔ یہاں آ کر پتا چلا ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"

"مسٹر ربانی آپ کے نقطۂ نظر سے یہ دھوکا ہے لیکن میں نے اپنے حالات سے مجبور ہو کر حکمت سے کام لیا ہے۔ آپ یقین کریں میری اس حکمت عملی سے آپ کی بیٹی صدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"پتا نہیں۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اور آپ کی حکمت عملی کیا ہے۔ آپ مجھ سے ملاقات طے کریں اور اس معاملے کو فوراً نمٹائیں۔"

"میں بیمار ہوں۔ ورنہ آپ کے دولت خانے پر حاضر ہو جاتا۔ آپ میری مجبوری کو پیش نظر رکھ کر یہاں آ جائیں۔ میری عزت افزائی ہو گی آپ کے دل میں میرے خلاف جو غبار ہے وہ دھل جائے گا۔"

دوسرے دن شام کو ملاقات کا وقت طے ہو گیا مگر اسی رات شوکت زبیری کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ انہیں دل کا دورہ پڑا تھا۔ انہیں اسپتال میں ..... داخل کرنا پڑا۔ ڈاکٹروں کے مطابق ان کی جان شدید خطرے میں تھی۔ تاہم بروقت طبی امداد کے باعث ان کی جان تو بچ گئی مگر ذہنی حالت ایسی ہو گئی کہ وہ کوئی بات سمجھنے کے قابل نہیں رہ گئے۔

سب پریشان تھے۔ یہ معاملہ جوں کا توں رہا۔ اس دوران میں، میں باقاعدگی سے اسپتال جاتی رہی مگر صداقت کے ساتھ اس کے گھر نہیں گئی۔

ڈاکٹروں کی بہتر نگہداشت اور غالباً خود ان کی خلیک ہونے کی مزید خواہش نے انہیں غیر متوقع طور پر تندرست کر دیا۔ اس ساری کش مکش میں تقریباً دو مہینے گزر گئے۔

پہلے مہینے کے دوران میں ہی مجھے جو علامتیں محسوس ہو رہی تھیں ان سے دہلی جا رہی تھی پھر ایک دن میرے سلسلے میں شوکت زبیری کے گھر جانے کی بات طے ہوئی۔

ممی نے کہا۔ "میں صاف صاف کہہ دیتی ہوں۔ ہم ان کے سامنے نہیں جھکیں گے انہوں نے جو فراڈ کیا ہے، اس کے خلاف ایسی کارروائیاں کریں گے کہ وہ ہمارے سامنے ناک رگڑ کر ہماری شرائط کے مطابق اپنی بہو کو یہاں سے لے جائیں گے۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "میں تمہاری ہر بات مان لیتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے بھی شوہر کی طرح تمہارے سامنے سر جھکائیں گے۔ یہ بیٹی کا اور اس کے سسرال

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا معاملہ ہے۔ یہ دلہن بن کر جا چکی ہے وہاں رہ کر آ چکی ہے۔ اب ہم رشتہ توڑنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ اپنی بیٹی کو مطلقہ نہیں کہلانے دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ممی! آپ وہاں اپنا دماغ ٹھنڈا رکھیں گی۔ ورنہ بنتی ہوئی بات بگڑ جائے گی۔"

"میں تمہاری ماں ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔ وہاں جا کر تمہارا گھر نہیں اجاڑوں گی۔ تم نے مجھ سے زیادہ دنیا نہیں دیکھی ہے۔ تم کیا جانو کہ اپنے شوہر کو اور سسرال والوں کو کس طرح اپنے سامنے جھکایا جاتا ہے۔"

میں نے اور ندا نے ڈیڈی کی طرف دیکھا۔ وہ ذرا جھینپ گئے۔ انہوں نے کہا "شوہر کو جھکانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ساری دنیا کو جھکالو گی۔ بہتر ہے تم وہاں نہ جاؤ۔ میں اور صدا جائیں گے۔"

"میں تو ضرور جاؤں گی۔ انہوں نے میری بیٹی کے ساتھ فراڈ کیا ہے تم تو دوسروں کی بات فوراً مان لیتے ہو۔ ان کی بھی ہاں میں ہاں ملاؤ گے۔"

"اگر میں دوسروں کے سامنے جھکنے والا ہوتا..... تو سب سے پہلے کاروباری دنیا میں ناکام رہتا۔ میں اپنے معاملات میں مستقل مزاج رہتا ہوں۔ اپنے نفع نقصان کو دیکھ کر اہم فیصلے کرتا ہوں۔ پہلے تمہارا کاروبار اسی ملک تک محدود تھا۔ میں نے اسے یورپ کے چار ملکوں تک پھیلایا ہے۔"

"بہت بڑا تیر مارا ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو نہ بنو۔ بات کاروبار کی نہیں بیٹی کے مستقبل کی ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "آپ دونوں بحث نہ کریں اگر اسی طرح لڑتے جھگڑتے رہیں گے تو میں تنہا اپنے سسرال چلی جاؤں گی۔ میں اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کروں گی۔ پہلے ہی بہت دن گزر چکے ہیں۔"

میں وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی۔ ندا میرے پیچھے آ رہی تھی' میرا دل گھبرا رہا تھا' طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔ کمرے میں پہنچتے ہی سر چکرانے لگا۔ میں ندا کا سہارا لے کر چلتے چلتے رک گئی۔ ایسا چند سیکنڈ کے لیے ہوا تھا۔ بڑی دیر سے متلی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں برداشت کر رہی تھی۔ ندا میری بدلتی ہوئی کیفیت کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے مجھے تھام کر پوچھا۔ "باجی کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

میں تیزی سے باتھ روم میں گئی اور واش بیسن پر جھک گئی۔ ابکائیاں سے آ رہی تھیں۔ میرے منہ سے اونک اونک کی آواز نکلنے لگی۔ ندا آ کر میری پیٹھ سہلانے لگی۔ بڑی دیر میں تھوڑی سی قے ہوئی۔ میں پسینہ پسینہ ہو گئی۔ ہانپنے لگی۔ میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "ممی کو بلاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے نلکے کو کھول کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ بہت کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ میں واش بیسن پر جھکی..... گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ ندا' ممی کو میری حالت بتاتی ہوئی آ رہی تھی۔ انہوں نے باتھ روم کے دروازے پر رک کر مجھے دیکھا۔ انہیں میری موجودہ حالت کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ قریب آ کر مجھے سہارا دیتے ہوئے بولیں۔ "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ابھی طبیعت سنبھل جائے گی۔"

میں ان کے ساتھ چلتی ہوئی کمرے میں آ کر بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے کہا۔ "ندا! کچن میں جاؤ تھوڑا سا اچار لے آؤ اچار نہ ہو تو فریج سے لیموں لے آنا۔"

وہ چلی گئی انہوں نے کہا۔ "آرام سے لیٹ جاؤ۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ اب تو سسرال والے تمہارے سامنے جھکیں گے۔ تم میرے مشوروں پر چلو۔ اپنی شرائط منوائے بغیر ان کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "ممی تھوڑی دیر چپ رہیں۔ مجھے سوچنے دیں۔ جو ہو رہا ہے اچھا نہیں ہو رہا ہے۔"

"یہ.....! سب اچھا ہی اچھا ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں دل گھبراتا ہے۔ کمزوری لگتی ہے مگر تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے اور تمہیں کچھ سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ آرام سے لیٹی رہو۔ باقی میں نمٹ لوں گی۔"

میں کچھ کہنا چاہتی تھی پھر رک گئی۔ ندا ایک پلیٹ میں آم اور لیموں کا اچار لے کر آئی تھی۔ میں نے اچار کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا کر زبان پر رکھ کر چکھا۔ ایسی حالت میں خوب کھٹا کھانے کو جی چاہتا ہے لیکن میں اس کھٹاس کے پیچھے دور پہنچ گئی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا اندھیرا سا تھا۔ بجلی چلی گئی تھی ڈاکو آ گئے تھے اور ایک ڈاکو بڑی بے رحمی سے مجھ پر حملے کر رہا تھا۔ میں چیخنا چاہتی تھی مگر وہ میری چیخوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اس رات قیامت آئی تھی اور قیامت کی اس رات کی صبح اب ہوئی تھی۔ اب اس کا نتیجہ سامنے آ رہا تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے دیوار کو دیکھ رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ممی ندا کو خوش خبری سنا رہی تھیں۔ "تمہاری باجی' امی بننے والی ہے۔"

ندا خوش ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ "ہائے باجی! آپ امی بن رہی ہیں۔ مجھے آنٹی بنا رہی ہیں۔ اب تو ہمارے پاس دو دو ننھے ہو جائیں گے۔"

میں نے ندا کو گھور کر دیکھا۔ وہ خوشی کے مارے ربانی جونیئر کی گنتی کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ تو باؤلی ہے۔ بے تکی باتیں کرتی رہتی ہے۔ ندا یہاں سے جاؤ۔ میں ممی سے کچھ باتیں کروں گی۔"

اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ میں نے کہا۔ "ممی آپ یہ ماں بننے والی بات صداقت اور اس کے والدین کو نہیں بتائیں گی۔"

"کیوں نہیں بتاؤں گی۔ کیا اتنی بڑی خوشی کبھی چھپائی جاتی ہے۔"

"یہ خوشی نہ چھپے گی نہ میں چھپانا چاہتی ہوں لیکن ایسی خوشیاں بھی ہوتی ہیں جو سوچنے سمجھنے کے بعد سنائی جاتی ہیں۔ یہ بات نہیں چھپے گی لیکن دوسروں کو بتانے سے پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں دلہن بن کر گئی تھی لیکن میں نے سہاگ رات نہیں گزاری ہے۔"

"کیا؟" انہوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "تم وہاں ایک رات رہ کر آئی ہو۔"

"وہاں ایک رات رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صداقت سے کوئی تعلق رہا ہو۔ میں یہاں سے جیسی گئی تھی۔ ویسی ہی واپس آئی تھی اور یہاں دوسری رات مجھ پر جو قیامت گزری تھی اسے آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

وہ ہکا بکا سی ہو کر میرا منہ تکنے لگیں۔ کہنے لگیں۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ جیسی یہاں سے گئی تھیں ویسی ہی واپس آئی تھیں۔ کوئی اندر کی بات نہیں جانتا ہے۔ تم ایسی باتیں نہ کرو۔"

"میں اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ یہ خوشی کی بات ہوتے ہوئے بھی خوشخبری نہیں ہے۔ آپ یہ خوشخبری میرے سسرال والوں کو نہیں سنائیں گی۔ یہ صداقت بھی جانتے ہیں کہ میں ابھی تک اس گھر کی کنواری بہو ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولیں۔ "اوہ گاڈ! یہ بات میری عقل میں نہیں آئی کہ صداقت کو ابھی یہ خوش خبری نہ سنائی جائے۔ یہ تو ہمارے حق میں برا ہو رہا ہے۔ میں چاہتی تھی تم

اپنی شرائط منوا کر وہاں جاؤ مگر تمہیں تو آج ہی جانا چاہیے دیر ہو گئی تو صداقت کو شبہ ہو گا۔ آج نہیں تو کل یہ بات کھلے گی۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولیں۔ "ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ نہ ہم جھکیں گے نہ وہ ہمیں جھکا سکیں گے۔ رشیدہ ہماری فیملی ڈاکٹر ہے۔ وہ اس بچے کا قصہ ہی ختم کر دے گی۔ کسی کو معلوم نہیں ہو گا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ وہ معصوم جو ابھی اس دنیا میں نہیں آیا ہے۔ آپ اسے قتل کریں گی۔ آپ کے سینے میں دل ہے یا پتھر۔ آپ دنیا میں آنے والے ایسے کتنے بچوں کو قتل کریں گی یا ثمینہ آنٹی جیسی عورت کے ذریعے کتنے بچوں کو کچرے میں پھنکوائیں گی۔ آپ کے منہ میں جو آتا ہے بول دیتی ہیں۔ میرے سسرال والوں کے سامنے اپنا سراونچا رکھنے اور اپنی شرائط منوانے کے لیے ایک بچے کو مار ڈالنا چاہتی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ ماں کیسے بن گئیں۔ آپ نے ہمیں کیوں نہیں مار ڈالا۔"

"تم اتنا غصہ کیوں دکھا رہی ہو۔ میں تو تمہیں صداقت کی نظروں سے گرنے سے بچا رہی ہوں۔"

"میں ساری دنیا کی نظروں سے گر جاؤں گی مگر اپنے بچے کو قتل کرنے والی ماں نہیں بنوں گی۔"

وہ جھنجھلا کر بولیں۔ "کیا دنیا والوں کو بتاؤ گی کہ یہ کسی ڈاکو بدمعاش کی اولاد ہے۔"

"میں ابھی نہیں جانتی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں بری طرح الجھی ہوئی ہوں۔ پتا نہیں میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ میں نے ایک نئی زندگی شروع کرنے کے لیے شادی کی تو سسرال بھی میرے مزاج کے خلاف مل رہا ہے اور یہ..... یہ جو میرے اندر ہے چاہے جتنا ہی قابل نفرت ہو۔ ہماری تہذیب ہماری سوسائٹی کو نامنظور ہو یہ مجھ جیسی عورتوں کے لیے ناگزیر ہے۔ انسانیت کہتی ہے کہ ناگزیر ہے۔ ہم درندے بن کر اسے ہلاک نہیں کر سکتے مگر یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

ڈیڈی 'ندا کے ساتھ آئے' خوش ہو کر کہنے لگے۔ "یہ ندا بہت بڑی خوش خبری سنا رہی ہے۔"

ممی نے گھور کر کہا۔ "ندا تمہارے پیٹ میں کوئی بات نہیں رہتی۔ کیا اپنے باپ کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خبر سنانا ضروری تھا۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "کلثوم اسے کیوں ڈانٹ رہی ہو۔ کیا اسے اچھی خبر نہیں سنانا چاہیے تھی۔"

وہ میرے پاس سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے مجھے دیکھا پھر ڈیڈی سے کہا۔ "تم میرے ساتھ آؤ۔"

وہ کمرے سے جانے لگیں۔ ڈیڈی ان کے رویے سے کچھ اُلجھ سے گئے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا پھر ان کے پیچھے چلے گئے۔ ندا نے میرے پاس آ کر پوچھا۔ "ابھی تو یہ خوش تھیں پھر غصہ کیوں دکھا رہی ہیں؟"

میں نے بات کا رُخ پھیر دیا۔ "تم خوشی میں آپے سے باہر ہو جاتی ہو۔ تم نے دو منٹ کی بات کیوں کی تھی میں نے بڑی مشکل سے بات بنائی ہے۔ تم کبھی نہ کبھی اپنی حماقتوں سے ممی کو بتا دو گی کہ ڈیڈی ربانی جونیئر کو لے کر آئے ہیں۔ کیا تم اپنے بھائی کے لیے پھر مصیبتیں پیدا کرو گی۔"

وہ شرمندہ ہو کر بولی۔ "سوری باجی۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی۔ ممی کو معلوم تو نہیں ہوا ہے نا۔"

"نہیں۔ میں نے بات بنائی ہے۔ خوشی کا کوئی بھی موقع ہوتا ہے تو تم قابو میں نہیں رہتی ہو۔ سوچے سمجھے بغیر بولنے لگتی ہو۔"

"کہہ تو رہی ہوں پھر کبھی اس گھر میں منے کا نام نہیں لوں گی۔ آپ کا بھی منا ہو گا ناں۔"

اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے اسے خلی خلی نظروں سے دیکھا۔ منا ہو گا یا منی۔ خوش ہونا چاہیے یا ماتم کرنا چاہیے۔ ایسے بچے چیلنج بن کر ہماری دنیا میں آتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ قبول کرو گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو تہذیب اور اخلاق کے خلاف ہمیں چھپ چھپ کر قبول کرنا ہو گا۔ ورنہ ایسا قانون بناؤ جو ہمیں دوسرے بچوں کی طرح نیک نام اور نیک مقام دے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ خود ہی تہذیب کے پروردہ کہلاؤ اور خود ہی تہذیب کی دھجیاں اڑا دو۔

☆=======☆=======☆

دوپہر کو کھانے کی میز پر ہم سب تھے۔ ممی اور ڈیڈی کے سر جھکے ہوئے تھے۔ وہ

خاموشی سے کھا رہے تھے۔ ندا نے پوچھا۔ "اتنی خاموشی کیوں ہے۔ باجی' امی بننے والی ہے۔ ایسے وقت کتنی ساری باتیں....."

ممی نے ڈانٹ کر کہا۔ "ندا زیادہ نہ بولا کرو۔ میں تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ ابھی کسی سے بچے کا ذکر نہ کرنا کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں وقتی طور پر چھپایا جاتا ہے۔"

اس نے حیرانی سے مجھے دیکھا پھر ممی سے پوچھا۔ "آپ اتنی بڑی خوش خبری کیوں چھپانا چاہتی ہیں۔"

ڈیڈی نے مجھ سے نظریں چراتے ہوئے ندا سے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ صدا کے سسرال والوں سے جھگڑا چل رہا ہے۔ ابھی ہم یہ خوش خبری سنائیں گے تو وہ ہمارے سامنے نہیں جھکیں گے۔ ہماری شرائط تسلیم نہیں کریں گے۔"

ممی نے کہا۔ "تم ہمارے رشتے داروں کو بھی کچھ نہیں بتاؤ گی۔ بس یہ سمجھ لو ابھی کوئی خوش خبری نہیں ہے۔"

وہ مایوسی سے منہ بنا کر چپ چاپ کھانے لگی۔ ممی نے ڈیڈی کو اس رات کی پوری واردات سنا دی تھی۔ انہیں یہ سب سن کر بہت صدمہ ہوا تھا۔ وہ شام کو میرے ساتھ سسرال جانے والے تھے۔ انہوں نے جانے سے پہلے کہا۔ "بیٹی حالات ایسے ہیں کہ ہمیں سمجھوتا کرنا ہو گا۔ پہلے ہم انہیں جھکانا چاہتے تھے اب انہیں جھکانے کے بجائے یہ کوشش کریں گے کہ ہمیں بھی نہ جھکنا پڑے۔ تمہاری ممی کو بھی عقل آ گئی ہے۔ اب ان کا رویہ بھی نرم رہے گا۔"

واقعی ممی ایسی لگ رہی تھیں جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ وہ چپ چپ سی تھیں۔ ہم صداقت کے یہاں پہنچے تو انہوں نے بڑی گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا۔ ہم سب ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے رسم کے مطابق ہمیں شربت پلایا۔ ڈیڈی نے کہا۔ "آپ نے ہمیں رات کے کھانے پر بھی مدعو کیا ہے لیکن ہم رات تک یہاں نہیں رہ سکیں گے پھر کسی دن یہاں آ کر کھالیں گے۔"

میری ساس بیگم نے کہا۔ "رات کے کھانے کا تمام انتظام ہو چکا ہے ہم آپ کو ایسے نہیں جانے دیں گے۔"

شوکت زبیری نے کہا۔ "یہ ہم سے ناراض ہیں جب ہم ناراضگی دور کر دیں گے تو یہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر ضرور کھائیں گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈیڈی نے کہا۔ "بہتر ہے کہ ہم اپنے مسائل پر گفتگو کریں۔"

ساس بیگم نے میرے سسر کو دیکھا انہوں نے کھنکار کر کہا۔ "مسئلہ کوئی نہیں ہے۔ میرے لیے سب سے بڑا مسئلہ میرا بیٹا ہے۔ اسے کاروبار کی سوجھ بوجھ ہے مگر اس کے اندر ارادوں کی پختگی نہیں ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک کامیاب بزنس مین کے لیے مستقل مزاجی لازمی ہوتی ہے۔ میرے بیٹے میں اس کی کمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے کاروبار میں سے اسے کوئی حصہ نہیں دے رہا ہوں۔ اس طرح یہ بات اس کے لیے چیلنج بن گئی ہے کہ اسے خود کو میرے کاروبار کا اہل بنانا ہو گا۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "آپ کا یہ طریقہ کار درست ہے۔ اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ کروڑوں اربوں کا کاروبار یونہی اس کے حوالے نہیں کیا جاتا۔ پہلے اسے آزمائشوں سے گزارہ جاتا ہے لیکن آپ نے ہمیں یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی۔"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ میں پہلے بتا دیتا تو آپ اس رشتے کے لیے شاید راضی نہ ہوتے آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے دھوکا دیا ہے لیکن ابھی میں آپ کو مطمئن کر دوں گا کہ میں نے اپنی بہو صدا کو نقصان پہنچانے والی کوئی بات نہیں کی ہے۔"

ممی نے کہا۔ "دھوکا تو دھوکا ہی ہوتا ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ میری بیٹی کو آپ نے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"آپ تحمل سے میری بات سنیں۔ بات غلط ہو تو میں سزاوار کہلاؤں گا۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "کلثوم پہلے ان کی باتیں سن لو پھر ہم اپنی کہیں گے۔"

شوکت زبیری نے کہا۔ "اب سے سات برس پہلے میرے بیٹے صداقت نے اپنی پسند سے شادی کی تھی۔ ہم نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ ہم ایک بہو اور اس سے ہونے والی اولاد چاہتے تھے۔ ہم ہر برس انتظار کرتے لگے ہمارے یہاں اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ ہم بہو کی میڈیکل رپورٹ چاہتے تھے کہ وہ بانجھ ہے یا ماں بن سکتی ہے۔"

ساس بیگم نے کہا۔ "لیکن وہ تو بہت ہی ضدی اور خود سر ہے ایسے طبی معائنے کو اپنی انسلٹ سمجھتی ہے۔ اس نے کبھی معائنہ نہیں کرایا۔"

ممی نے پوچھا۔ "آپ نے بیٹے کا معائنہ کرایا ہے؟"

"بے شک جا کر معائنہ کرایا ہے رپورٹ موجود ہے۔ وہ باپ بن سکتا ہے لیکن بہو تو ایسی بات کہتی ہے جسے ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔"

ممی نے کہا۔ "آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے وہ بہو اب تک موجود ہے۔"

"وہ ہے مگر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔"

"اس کے ہونے سے آپ کے لیے فرق نہیں پڑتا مگر آپ نے ہمیں بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔ نکاح نامے میں لکھوایا ہے کہ صداقت کنوارہ ہے۔ جبکہ وہ شادی شدہ ہے۔ ہم اس نکاح نامے کو عدالت تک پہنچا سکتے ہیں۔"

شوکت زبیری نے کہا۔ "آپ کچھ بھی کر سکتی ہیں لیکن آپ کو حاصل کچھ نہیں ہو گا۔ خواہ مخواہ بات بڑھتی رہے گی اور بدنامی پھیلتی رہے گی۔ میں اس معاملے کو حسن و خوبی سے نمٹانا چاہتا ہوں۔"

"میری بیٹی کا تو کچھ بھلا نہیں ہو گا۔ آپ کا حسن آپ کی خوبی ہمارے کسی کام نہیں آئے گی۔"

"خدا کے واسطے پہلے میری بات سن لیں۔ میں نے یہ سوچ کر صدا کو بہو بنایا ہے کہ جس دن میرے پوتے یا پوتی کی ماں بنے گی۔ میں اپنا تمام کاروبار اس بچے کے نام لکھ دوں گا۔"

یہ ایسی بات تھی کہ ممی اور ڈیڈی کو چپ سی لگ گئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کاروباری انداز میں دیکھا۔ میں تو ماں بننے ہی والی تھی۔ وہ شوکت زبیری کا پورا کاروبار جیت رہے تھے۔

تقدیر بھی عجیب تماشے دکھاتی ہے۔ جو بچہ نامنظور تھا' وہ اب محض ممی کے لیے ہی نہیں' میرے سسرال والوں کے لیے بھی منظور شدہ ہو گیا تھا۔ کوئی آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگلتا۔ دکھائی نہ دے تو نگل لیتا ہے اور وہ لوگ نگلنے والے تھے۔

ڈیڈی نے ممی سے پوچھا۔ "تم کیا کہتی ہو؟"

ممی نے کہا۔ "اب کہنے کو کیا رہ گیا ہے۔ شوکت بھائی نے جو کیا وہ غلط ہے..... لیکن یہ میری بیٹی کی بہتری چاہتے ہیں۔"

شوکت زبیری نے کہا۔ "صداقت پچھلے پندرہ برسوں سے میرے ساتھ کاروبار میں ہے۔ اسے خاصا تجربہ ہو چکا ہے لیکن وہی ایک کمی ہے جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ مستقل مزاجی سے بروقت معقول فیصلے نہ کیے جائیں تو سارا کاروبار تباہ ہو جاتا ہے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ صداقت اپنی حماقتوں سے زرینہ کو صدا پر ترجیح دے۔ ہم زرینہ سے ناانصافی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں کریں گے لیکن جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے۔ وہ صرف میرے پوتوں کے نام ہو گا۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "آپ کی باتوں سے اطمینان ہو رہا ہے۔ میری بیٹی یہاں کسی کی محتاج نہیں رہے گی اور یہ سوکن کے ساتھ نہیں رہے گی۔ جب آپ اپنے بیٹے صداقت کی اولاد کے نام اپنا کاروبار لکھیں گے تو میں بھی اپنے کاروبار میں سے صدا کا حصہ دے دوں گا۔"

شوکت زبیری نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے آپ میرے فیصلے کو تسلیم کر رہے ہیں۔ آپ کا فیصلہ ہی معقول ہے میرا خیال ہے کہ اب آپ کی شکایت دور ہو گئی ہو گی۔"

وہ دونوں اٹھ کر ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔ ہنستے ہوئے کہنے لگے۔ "جب گلے سے گلے مل گئے سارا گلہ جاتا رہا۔" اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ سبھی خوش ہو گئے۔ میرے سسرال والے اپنے حصے کا دھوکا ہمیں دے چکے تھے۔ مجھے اپنی پہلی بہو کی سوکن بنا کر لے آئے تھے۔ اب ہم اپنے حصے کا دھوکا انہیں دینے والے تھے۔

ساس بیگم نے میری بلائیں لیتے ہوئے کہا۔ "میری یہ بہو اس گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں لائے گی۔ بیٹی یہاں رہ جا۔ میکے واپس نہ جانا۔ اب تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔"

میرے کچھ بولنے سے پہلے ہی ممی نے کہا۔ "دستور کے مطابق آپ بہو کو لینے ہمارے گھر آئیں گی۔"

"یہ ہمارا ہی بنایا ہوا دستور ہے اور ہم ہی ایک دوسرے سے متفق ہو کر دستور بدل سکتے ہیں۔"

صداقت ایک طرف صوفے پر بیٹھا بار بار مجھے دیکھ رہا تھا۔ کئی بار میں نے دیکھا تو اس سے نظریں ملتی رہیں۔ میرے سسر نے کہا۔ "ہمارے خاندان کے لوگ آتے ہیں اور بہو کو پوچھتے رہتے ہیں ہم اب تک باتیں بناتے رہے۔ بہتر ہے اس دستور پر بھی کسی طرح کا سمجھوتا کر لیا جائے۔ میں تو چاہتا ہوں ہماری صدا یہاں سے نہ جائے۔"

صداقت نے کہا۔ "ابو ایک آئیڈیا ہے۔ ابھی یہ صدا کو لے کر اپنے گھر جائیں۔ ہم پیچھے پیچھے جائیں گے پھر دستور کے مطابق اسے لے آئیں گے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ میں نے ساس بیگم کے کان میں کہا۔ "میں نہیں جاؤں

گی۔ یہیں رہوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولیں۔ "بہو نے ہمارے حق میں فیصلہ سنایا ہے یہ اپنے ممی ڈیڈی کے ساتھ نہیں جائے گی یہیں رہے گی۔"

صداقت نے خوش ہو کر مجھے دیکھا میں نے مسکرا کر نظریں جھکا لیں ممی اور ڈیڈی میرے معاملے کی نزاکت کو سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے میرے فیصلے پر اعتراض نہیں کیا۔ دستور کی کوئی بات نہیں کی۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد ساس بیگم نے مجھے اسی سماگ کے کمرے میں پہنچایا۔ مجھ سے کہا۔ "بیٹی تم نے بڑی سمجھ داری سے کام لیا ہے۔ امید ہے آئندہ بھی تم سمجھ داری سے یہ پورا گھر سنبھالو گی۔"

میں سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔ وہ چلی گئیں۔ کچھ دیر بعد صداقت نے آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر کہا۔ "آج تم گھونگھٹ میں نہیں ہو؟"

"گھونگھٹ میں پہلی بار کسی کو دیکھا جاتا ہے اور آپ مجھے کئی بار دیکھ چکے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے تم گونگی نہیں ہو۔ اس رات مجھے بہت غصہ آیا تھا۔"

"آپ کو غصہ نہیں آیا تھا۔ زرینہ نے میرے خلاف بھڑکایا تھا۔"

"ہاں۔ مگر وہ دل کی بری نہیں ہے۔ یہ عورت کی فطرت ہے۔ پہلی بار کوئی سوکن آئے تو وہ برداشت نہیں کرتی۔ خود بھڑکتی ہے دوسروں کو بھی بھڑکاتی ہے۔ رفتہ رفتہ تم دونوں ایک دوسرے کو سمجھنے لگو گی۔"

"عورت اپنے میکے سے صرف اپنے شوہر کو سمجھنے آتی ہے۔ میں صرف آپ کو جانتی اور پہچانتی ہوں مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔ کسی سوکن کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا ہے۔"

"اگر وہ بھی ساتھ رہے تو تمہارا کیا نقصان ہے۔"

"آپ دونوں کو ساتھ رکھنے کا راستہ ہموار نہ کریں میں آپ کے بزرگوں سے بھی کہہ چکی ہوں زرینہ اس گھر میں نہیں رہے گی۔ ورنہ میں اپنے میکے میں رہنے لگوں گی۔"

"کیا مشکل ہے؟ ایک تو ابو اپنی بات منواتے رہتے ہیں۔ دوسری تم آئی ہو۔ میں زبردستی نہیں کر رہا ہوں مگر دوستی تو ہو سکتی ہے۔ اس سے ملنے سے تو انکار نہیں کرو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گی۔"

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ آپ زرینہ کے دباؤ میں رہتے ہیں۔ اس سے اپنی بات نہیں منوا سکتے۔"

"تم میرے بارے میں غلط رائے قائم کر رہی ہو۔ میں عورتوں کے دباؤ میں رہنے والا مرد نہیں ہوں۔"

"تو پھر آپ نے زرینہ کو طبی معائنے کے لیے راضی کیوں نہیں کیا۔ وہ معائنہ کیوں نہیں کراتی ہے۔"

"یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔"

"پھر میں بھی اپنے ذاتی معاملات میں آپ کو مداخلت نہیں کرنے دوں گی۔"

"یہ تو سوکنوں سے جلنے اور حسد کرنے والی باتیں ہیں۔ تم سوکن کی زبان سے بول رہی ہو۔"

"آپ نے مجھے سوکن بنایا ہے تو منہ میں سوکن کی زبان ضرور ہو گی۔"

اچانک میرا سر چکرانے لگا۔ دل گھبرانے لگا۔ پہلے کی طرح متلی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر سوچا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں یہ بات آئندہ دو چار روز میں ظاہر کرنے والی تھی مگر یہ قدرتی حالات میرے ارادوں کے خلاف ہو رہے تھے۔

میں برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ دل ہی دل میں دعا مانگنے لگی کہ صرف آج رات کے لیے طبیعت سنبھل جائے۔ صبح تک چور دروازہ کھل جائے گا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ صداقت نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ اپنی تھنگ رانگ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

وہ میرے قریب آیا۔ بے اختیار میرا منہ کھل گیا۔ حلق سے آواز نکل۔ اونک.....

میں منہ پر ہاتھ رکھ کر باتھ روم میں گئی پھر واش بیسن پر جھک کر ابکائیاں لینے لگی۔ وہ میرے پیچھے چلتا ہوا آیا تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میرے حلق سے ابکائیاں لینے کی آوازیں نکل رہی تھی۔ عجیب سی گھبراہٹ تھی۔ متلی ہو رہی تھی قے نہیں ہو رہی تھی اندر سے کچھ نکلتا تو طبیعت سنبھلتی۔

وہ سوچ رہا تھا۔ ایک ایک قدم میری طرف آ رہا تھا۔ مجھے بڑے غور سے سوچتی

ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے سر تھام کر اسے دیکھا۔ اسی وقت تھوڑی سے قے ہوئی۔ سینے کے اندر جو بوجھ تھا' وہ کچھ کم ہوا۔ میں ہانپ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ کانپ رہی تھی پھر نلکے کو کھول کر کلیاں اور غرارے کرتے ہوئے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔

اس بری حالت میں یہ بات میرے اندر گردش کر رہی تھی کہ بھید کھل گیا ہے۔ اب تو جو بھی ہو حالات کا سامنا کرنا ہو گا۔

میں نے دوپٹے کے آنچل سے اپنے چہرے کو پونچھتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالی پھر اس سے کترا کر کمرے میں آ گئی۔ اب اس بیڈ پر بیٹھنے کا مجھے حق نہیں تھا۔ میں صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ میرے پیچھے پیچھے تھا۔ بیٹھتے وقت سامنا ہوا۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

اب تو کچھ چھپانا تھا نہ ڈرنا تھا۔ میں نے کہا۔ "وہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "اتنا بڑا دھوکا۔ تم نے کہیں منہ کالا کیا ہے اور اسے جائز بنانے کا سرٹیفکیٹ لینے میرے پاس آئی ہو۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "اپنی زبان کو قابو میں رکھیں۔ میں کہیں منہ کالا کرنے والی بے حیا لڑکی نہیں ہوں۔ میرے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اسے نہ تم سنو گے نہ سمجھو گے اور مجھے اس کی پروا نہیں ہے کہ تم میرے خلاف کتنا شور مچاؤ گے مگر شور مچانے سے پہلے دماغ ٹھنڈا رکھ کر باتیں کرو گے تو یہ بہتر ہو گا۔"

وہ چپ رہا۔ سوچنے لگا۔ کچھ الجھی ہوئی نظروں سے مجھے تکنے لگا۔ میں بے باکی سے نظریں ملا رہی تھی۔ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ جان بوجھ کر بے حیائی نہیں کی تھی۔ اس لیے نہ شرما رہی تھی نہ جھک رہی تھی۔ وہ سوچتا ہوا مجھ سے ذرا دور جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت میں نہیں سمجھ رہی تھی کہ وہ کس الجھن میں پڑ گیا ہے۔

میں نے کہا۔ "آپ لوگوں نے پہلے مجھ سے دھوکا کیا ہے۔ میں نے سمجھوتا کیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دھوکا اب دھوکا نہیں رہا۔ تمہارے ابو کے ساتھ مجبوری تھی۔ انہوں نے ہم دونوں سے اولاد حاصل کرنے کے لیے ہی فریب دیا۔ میری بھی مجبوری ہے۔ مجھ پر جبر ہوا ہے۔ خدا گواہ ہے میں نے اپنی مرضی سے بے حیائی نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی ہے چونکہ میری یہ مجبوری سمجھی نہیں جائے گی۔ اس لیے میں بھی دھوکا دے رہی ہوں۔"

"تمہاری کوئی بھی مجبوری ہو مگر میں تمہیں قبول نہیں کروں گا۔"

"کیوں نہیں کرو گے۔ یہ کہاوت سچ ہے کہ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ میں ٹیڑھی انگلی سے نکال رہی ہوں۔ آپ یہ نہ بھولیں کہ میں یہاں ایک رات گزار کر گئی ہوں۔"

وہ بھی بھڑک کر بولا۔ "بکواس مت کرو۔ میں نے تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔"

"کون یقین کرے گا۔"

"اس رات امی ہمارے کمرے میں آئی تھیں۔"

"وہ صبح آئی تھیں۔ آپ جائیں انہیں رات کا فسانہ سنائیں ہو سکتا ہے آپ کی امی یقین کرلیں لیکن ابو یقین نہیں کریں گے کیونکہ آپ ماں بیٹے نے میری اس رات ناراضگی کی بات ان سے چھپائی ہے۔"

اس کا غصہ ذرا دھیما پڑ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "ابو یقین کریں یا نہ کریں۔ جو سچ ہے وہ ہم دونوں جانتے ہیں۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ تم مجھے اس رات کے حوالے سے کسی ناجائز بچے کا باپ بنالو گی۔"

میں نے کہا۔ "ہر شخص اپنی برائی اور کمزوری چھپانا چاہتا ہے۔ آپ لوگ اپنی کمزوریاں چھپا رہے تھے۔ میں اپنی کمزوریاں چھپانے کے لیے اپنے سسر کا سہارا لوں گی اور وہ میرے لیے بہت مضبوط سہارا بنیں گے۔ کیا تم ان کے سامنے ہماری پہلی رات کی کوئی بات کہہ سکو گے۔"

وہ مجھ سے منہ پھیر کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ میں رات گیارہ بجے کمرے میں آئی تھی اب بارہ بج رہے تھے۔ حالات ایسے تھے کہ ہم سب کے بارہ بج رہے تھے۔ میں سمجھ رہی تھی کہ یہ بھید کھلتے ہی وہ آپے سے باہر ہو جائے گا۔ میں اس کے گھر کی عزت بن کر آئی تھی۔ وہ غیرت سے مجھے دھکے مار کر اپنے کمرے سے اپنی زندگی سے نکال دے گا۔ جو غیرتمند ہوتے ہیں وہ یہی کرتے ہیں۔

لیکن میری توقع کے خلاف وہ غصہ دکھاتے ہی جھاگ کی طرح ابھر کر بیٹھ رہا تھا۔ کبھی اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ میں انتظار کرتی رہی کہ وہ کچھ بولے گا یا کسی فیصلے پر پہنچنے کے

لیے اپنی ماں کو بلا کر یہاں لائے گا لیکن وہ مسلسل خاموش رہا۔

رات کا ایک بج گیا پھر دو بج گئے۔ میں نے کہا۔ "کیوں خوامخواہ انگاروں پر لوٹ رہے ہیں میں اچھی طرح جانتی ہوں آپ اپنے ابو کی ناراضگی مول لینا نہیں چاہیں گے۔ آپ کو ان کے کاروبار سے ان کی دولت اور جائیداد سے میرے ذریعے اور میری اولاد کے ذریعے حصہ مل سکتا ہے۔"

"تم غلط سوچ رہی ہو۔ میں تمہیں چھوڑ کر کسی دوسری سے شادی کر سکتا ہوں۔ اس سے اولاد پیدا کر سکتا ہوں۔ ابو کی خواہش پوری کر کے انہیں خوش کر سکتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "پھر الجھن کیا ہے۔ کمرے کا دروازہ کھولو اور مجھے باہر نکالو۔"

اس نے مجھے دیکھا پھر منہ پھیر لیا۔ میں نے کہا۔ "ذرا دانشمندی سے سوچیں۔ میرے بعد آنے والی بانجھ ہوئی تو کیا ہوگا۔ آپ اپنی میڈیکل رپورٹ درست رکھ کر کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

وہ ٹہل رہا تھا۔ تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ پھر بولا "نہ جانے کیوں مجھے تم سے ہمدردی ہو رہی ہے۔ میں تمہیں اپنی زندگی سے نکالوں گا تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی لیکن میں تمہیں بدنام نہیں کرنا چاہتا۔"

"واقعی؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "صرف مجھ سے ہمدردی کریں گے یا کسی مجبوری سے سمجھوتا کریں گے۔"

"تم پتا نہیں خود کو کیا سمجھتی ہو۔ میں تمہیں بدنامی سے بچانا چاہتا ہوں اور تم مجھے مجبور سمجھ رہی ہو۔"

"سوری۔ میں نے عملی زندگی گزارنے کی تربیت حاصل کی ہے۔ ہماری دنیا میں کچھ لیے دیے بغیر کوئی کسی کے کام نہیں آتا اور آپ تو ایک ناجائز بچے کو اپنا نام دے کر انسان سے فرشتہ بن رہے ہیں بلکہ فرشتے سے بھی کچھ زیادہ بن رہے ہیں۔"

وہ جھنجلا کر مجھے دیکھ رہا تھا مگر بڑے صبر و ضبط سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "عملی زندگی کے اصول کبھی نہیں بدلتے۔ ہمیشہ دو اور دو چار کی طرح اٹل رہتے ہیں۔ جب سمجھوتا کرنا ہی ہے تو میری بات کا برا نہ مانیں۔ صاف اور سیدھی باتیں کریں۔"

وہ چپ بیٹھا رہا۔ مجھے سنجیدگی سے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں بدنامی سے بچاؤں گا۔ اس کے عوض مجھے کیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حاصل ہو گا۔"

"یہ ہوئی صاف اور سیدھی بات۔ آپ کے ابو کے کاروبار سے دولت اور جائیداد سے مجھ کو اور بچے کو جو کچھ ملتا رہے گا۔ میں اس کا نصف حصہ آپ کو دیتی رہوں گی۔ جو کچھ آپ کے ابو کا ہے۔ یوں بھی آپ ہی کا ہے۔ جب میں انہیں بچے کی خوشی دوں گی تو آپ کو بہت کچھ دینے کے لیے انہیں منالوں گی۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ "وہ تو بچے کی خوش خبری سنتے ہی میری بہت سی کوتاہیوں کو بھلا دیں گے۔ مجھے بہت کچھ حاصل کرنے کے لیے زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آکر بیٹھ گیا پھر میرا ہاتھ تھام کر بولا۔ "اب ہم میاں بیوی ہیں۔"

میں نے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔ "ہم لائف پارٹنر نہیں۔ بزنس پارٹنر ہیں اور بزنس پارٹنر تمام زندگی کے ساتھی نہیں ہوتے۔ لین دین میں فراڈ ہوتا ہے تو ساتھ چھوٹ جاتا ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ کیا ہم میاں بیوی بن کر نہیں رہیں گے؟"

"مجھے جھوٹ اور فریب پسند نہیں ہے اگر آپ محبت سے رہیں گے مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے تو میں بیوی بن کر رہوں گی۔ کیا آپ مجھ سے سچ بولیں گے؟"

"کیوں نہیں؟ اب جھوٹ بولنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

"آپ نے مجھ سے یہ سمجھوتا کیوں کیا ہے؟"

"تمام حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔"

"آپ کو میری ضرورت کیوں ہے؟ آپ اولاد کے لیے میری جگہ کسی دوسری کو لا سکتے تھے کیا آپ کو شبہ ہے کہ اس دوسری سے بھی اولاد نہیں ہوگی؟"

"کیوں نہیں ہوگی۔ تم یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ جب بات بن چکی ہے تو اسے کیوں الجھا رہی ہو۔"

"میرا ذہن الجھا ہوا ہے اسے سلجھا رہی ہوں۔ آپ صرف اتنا بتا دیں کسی دوسری سے اولاد ہوگی۔"

وہ جیسے الجھ گیا۔ ذرا جھنجلا کر بولا۔ "ضرور ہوگی۔ میرے پاس سرٹیفکیٹ ہے۔"

"کیا آپ اس میڈیکل سرٹیفکیٹ کی ایک نقل مجھے دیں گے۔"

"میں وہ سرٹیفکیٹ تمہیں دکھاؤں گا۔ تم اسے پڑھ سکتی ہو۔ اس کی نقل لے کر کیا کرو گی۔"

"میڈیکل رپورٹ میں ڈاکٹروں اور لیبارٹری ایکسپرٹ کے اصطلاحی الفاظ عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ میں اپنے ڈاکٹر سے پڑھا کر اسے سمجھوں گی۔"

"میرے ابو نے اس رپورٹ کو پڑھا ہے اور یقین کیا ہے۔ جب بزرگ یقین کر رہے ہیں تمہیں بھی کرنا چاہیے۔"

"آپ کے بزرگ ہم سے جھوٹ بول چکے ہیں۔ دھوکا دے چکے ہیں۔ لہٰذا میں اپنے طور پر یقین حاصل کروں گی۔"

"تم بات بڑھا رہی ہو۔ میری میڈیکل رپورٹ کو دیکھے اور سمجھے بغیر اسے غلط سمجھ رہی ہو۔ کیا مجھے جھوٹا اور بے ایمان سمجھتی ہو۔"

میں نے مسکرا کر طنزیہ انداز میں دیکھا۔ میری نظریں پوچھ رہی تھیں۔ "کیا جھوٹے اور بے ایمان نہیں ہو۔"

وہ تلملا کر بولا۔ "ابھی ہمارے درمیان سمجھوتا ہوا ہے۔ کیا اس پر قائم نہیں رہو گی۔"

"سمجھوتے پر قائم رہنے کے لیے ہم ایک دوسرے کو سچ بولنا سکھائیں گے اور آئندہ جھوٹ بولنے سے باز رکھیں گے۔"

وہ میرے پاس سے اٹھ گیا۔ مجھ سے دور جا کر غصے سے دیکھنے لگا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر بولا۔ "تم بھی زرینہ کی طرح ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔ پچھلے تین برس سے اس کی ایک ہی ضد ہے کہ میں اپنا میڈیکل سرٹیفکیٹ دکھاؤں اور جب تک نہیں دکھاؤں گا۔ وہ اپنا میڈیکل چیک اپ نہیں کرائے گی۔"

"پھر وہ ایسی ضد کرنے میں حق بجانب ہے۔ وہ میری سوکن ہے مگر اس معاملے میں ہماری سوچ ایک ہے اور ایک ہونی چاہیے۔ آپ کی صحیح یا غلط رپورٹ کا اثر ہم دو عورتوں پر پڑے گا اور شاید زرینہ پر اثر پڑ رہا ہے۔ وہ سات برس کی رفاقت میں آپ کی اولاد پیدا نہ کر سکی۔"

"وہ بانجھ ہے۔ اپنی کمزوری چھپا رہی ہے۔"

"آپ اپنی میڈیکل رپورٹ کی ایک نقل اسے دے دیں گے تو پھر اسے بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میڈیکل چیک اپ کے لیے راضی ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد بھی اس نے چیک اپ کرانے سے انکار کیا تو ثابت ہو جائے گا کہ اس میں کھوٹ ہے۔"

"اب تو اسے میڈیکل رپورٹ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ہم اولاد کی خوش خبری سنائیں گے تو پھر زرینہ کو میری رپورٹ پر شبہ نہیں رہے گا۔"

"یعنی آپ مجھ سے ہونے والی اولاد کے ذریعے اپنے میڈیکل سرٹیفکیٹ کو درست ثابت کریں گے۔"

"بے شک اس اولاد کی آمد سے کسی میڈیکل سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"ضرورت تب نہیں رہے گی۔ جب آپ مجھے رازدار بنالیں گے اور آپ کا راز یہ ہے کہ آپ باپ نہیں بن سکتے۔"

اس نے شکست خوردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ مجھ سے نظر ملی تو وہ منہ پھیر کر بولا "مجھ سے بحث نہ کرو۔ میرے بارے میں جو رائے قائم کرنا چاہو کرتی رہو مگر ہم اپنے سمجھوتے پر قائم رہیں گے۔"

بات صاف ہوگئی وہ کھل کر اعتراف نہیں کررہا تھا لیکن یہ درست تھا کہ وہ باپ نہیں بن سکتا تھا اور اسے اپنے ابو کو خوش کرنے اور ان کا سب کچھ حاصل کرنے کے لیے ایک بچہ ناگزیر تھا اور وہ اب اسے ملنے والا تھا۔

میں صوفے سے اٹھ کر بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "تم واقعی سوداگر زادی ہو بڑی معاملہ فہم ہو۔"

اس نے سوئچ بورڈ کے پاس جاکر بتیاں بجھادیں۔

☆======☆======☆

جب عورت اور مرد کو ایک دوسرے سے سب کچھ ملے۔ تب محبت ہوتی ہے۔ شوہر اپنی کمائی لاکر نہ دے تو بیوی محبت نہیں کرے گی جھگڑا کرے گی۔ کمائی کے بغیر بھوکی محبت ہر گھر میں دم توڑ دیتی ہے۔ عورت اولاد نہ دے تو مرد کی محبت پٹڑی بدل کر دوسری کی طرف چلی جاتی ہے۔ دنیا کی ہر کتاب میں محبت کو افضل اور طاقت ور کہا گیا ہے۔ بیوی سے محبت کرو' شوہر سے محبت کرو۔ اپنے خدا سے محبت کرو لیکن آج تک انسان نے ایک دوسرے سے کچھ لیے دیے بغیر محبت نہیں کی۔ جہاں لین دین میں فرق آتا ہے۔ محبت

وہیں مرجاتی ہے۔

میرا لین دین پکا ہوگیا تھا۔ کچھ دن بعد میں نے اپنے سسرال میں' ظاہر کیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میرے علاج کے لیے ایک لیڈی ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس ڈاکٹرنے میرا معائنہ اور ضروری ٹیسٹ وغیرہ کرانے کے بعد ساس بیگم کو اور میرے سسر کو خوش خبری سنائی کہ وہ دادی دادا بننے والے ہیں۔ وہ سنتے ہی خوشی سے کھل گئے اسی وقت اپنے کمرے میں جاکر شکرانے کی نماز پڑھنے لگے۔

میرے میکے والے خوش تھے کہ بگڑنے والی بات بن گئی ہے۔ میری ہونے والی بدنامی پر پردہ پڑ گیا ہے۔ سسرال والے ہم سے زیادہ خوش تھے۔ میرے سسر شوکت زبیری نے مجھے اپنے کمرے میں بلا کر کہا۔ "بیٹی تم نے ہماری برسوں کی محرومیوں کو ختم کیا ہے۔ میں تمہیں اپنے دل کی بات بتاتا ہوں۔ دراصل میں اپنے بیٹے سے مایوس ہوگیا تھا کبھی کبھی شبہ ہوتا تھا کہ اس نے مجھے جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ دکھایا ہے۔ وہ کبھی باپ نہیں بن پائے گا۔"

میں نے کہا۔ "جب آپ کو یہ شبہ تھا تو آپ نے مجھے کیوں بہو بنایا؟"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ صداقت بہت جھوٹ بولتا ہے اس نے ایک بار کہا تھا کہ وہ زرینہ کے ساتھ لندن جائے گا اس کا علاج کرائے گا تو وہ ضرور ماں بنے گی تب میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں نے ایک بار اس کے کمرے میں میڈیکل لٹریچر دیکھا تھا اس میں ٹیوب بے بی کے سلسلے میں تفصیلی معلومات درج تھیں۔ میں اپنے بیٹے کے جھوٹ اور فراڈ کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ مجھے خوش کرنے کے لیے اور میرا سب کچھ اپنی اولاد کے نام کرانے کے لیے ایک ٹیوب بے بی لندن سے لا سکتا تھا۔ زرینہ یہاں آکر اس بچے کو جنم دیتی تو ہم اسے اپنا ہی خون سمجھتے۔ میں اتنا بڑا دھوکا نہیں کھانا چاہتا تھا۔ میں نے صاف کہہ دیا۔ لندن جانے کی اجازت نہیں دوں گا یہاں دوسری بہو لاؤں گا اگر وہ انکار کرے گا تو میں اسے عاق کردوں گا۔"

مجھے یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ وہ زرینہ کے ساتھ ٹیوب بے بی کی پلاننگ کررہا تھا۔ جو شخص مجھ سے ہونے والے پرائے بچے کو اپنا نام دے سکتا تھا۔ وہ زرینہ سے بھی ٹیوب بے بی کے سلسلے میں سمجھوتا کر سکتا تھا۔

میں نے اس رات صداقت سے پوچھا۔ "یہ ٹیوب بے بی کا کیا چکر تھا؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ "یہ ٹیوب بے بی والی بات تمہارے دماغ میں کیوں آرہی ہے۔"

"آپ نے زرینہ کے ساتھ کوئی پلاننگ کی تھی۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ابو نے خواہ مخواہ بکواس کی ہوگی۔"

"لیٹگو بیج پلیز۔ اپنے والد کے لیے کیسے الفاظ استعمال کررہے ہیں۔ ہمارا جھوٹ اور فراڈ اپنی جگہ ہے لیکن ہمیں بزرگوں کا احترام کرنا نہیں بھولنا چاہیے۔"

"میں کیا کروں۔ میرے خلاف جھوٹ کہا جاتا ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ میرا اور آپ کا ساتھ زیادہ دنوں تک نہیں رہے گا۔ آپ ہم راز ہو کر مجھ سے اپنے راز چھپاتے ہیں اس طرح سمجھوتے کی گاڑی نہیں چلے گی۔ آپ کے ابو بچے کی خوشی میں مجھے دس لاکھ روپے دینے والے ہیں۔ جب بچہ اس دنیا میں آئے گا تو اس کے لیے بہت کچھ کریں گے۔ سوچتی ہوں انکار کردوں میرے لیے دس لاکھ روپے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔"

"میرے لیے تو اہمیت رکھتے ہیں تم انکار نہیں کروگی۔"

"مجھے غیر سمجھو گے' مجھ سے باتیں چھپاؤ گے' تو میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔"

"کیا مصیبت ہے اگر میں نے زرینہ کے ساتھ ٹیسٹ ٹیوب بے بی والی پلاننگ کی تھی تو تمہارے لیے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم زرینہ کے معاملے میں نہ بولو۔"

"اس کا یہ معاملہ تو میرے لیے بہت اہم ہے۔ جس طرح تم نے میرے بچے کو اپنا بچہ تسلیم کیا ہے۔ آئندہ زرینہ کے ذریعے ٹیوب بے بی لاکر ثابت کرو گے کہ آپ واقعی باپ بننے کے قابل ہو اس لیے اب زرینہ بھی اولاد پیدا کررہی ہے۔"

"ہمارا یہ بچہ کافی ہے۔ میں زرینہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے سلسلے میں کبھی رضا مند نہیں ہوں گا۔"

"آپ رضامند ہو جائیں گے تو میں آپ کا کیا بگاڑ لوں گی۔ آپ تو ڈنکے کی چوٹ پر کہیں گے کہ جب میں تمہارے بچے کی ماں بن سکتی ہوں تو زرینہ بھی بن سکتی ہے۔ ایسے وقت میں آپ کے دعوے کو جھٹلا نہیں سکوں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "تم خواہ مخواہ اتنی دور تک سوچ رہی ہو۔"

"میں کلثوم بیگم کی بیٹی ہوں۔ ہونے والے منافع کو یا نقصان کو پہلے ہی تاڑ لیتی ہوں۔"

وہ مجھ سے دور جاکر بیٹھ گیا۔ ناراضگی دکھانے لگا۔ میں نے کہا۔ "خاموش رہنے سے بات نہیں بنے گی۔"

"آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

"اپنا تحفظ' اپنی بہتری' میں چاہتی ہوں کہ زرینہ سے کبھی کوئی اولاد پیدا نہ ہو۔"

"کہہ تو رہا ہوں۔ اس سے کوئی اولاد نہیں ہوگی۔ کتنی قسمیں کھانے سے تمہیں یقین آئے گا۔"

"میں وعدوں اور قسموں سے نہیں بہلتی۔ مجھے پکی ضمانت چاہیے۔"

"کس طرح کی پکی ضمانت چاہتی ہو؟"

"کل آپ میرے ساتھ میری فیملی ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔ وہ ایک مستند ڈاکٹر ہے آپ کا چیک اپ کرائے گی۔ وہاں سے جو رپورٹ ملے گی اسے میں ضمانت کے طور پر اپنے پاس رکھوں گی۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ "کیا بکواس کررہی ہو؟ میں تمہاری کسی فیملی ڈاکٹر سے نہیں ملوں گا۔ میں کوئی محکوم اور مجبور جورو کا غلام نہیں ہوں۔"

"اپنی سچائی ثابت کرنے سے آپ مجبور اور غلام بھی بن جائیں گے۔ آپ میری اولاد کے مقابلے میں میری سوکن کی اولاد نہیں لائیں گے۔ اگر کل میرے ساتھ اسپتال نہیں چلیں گے تو میں شام تک انتظار کروں گی پھر آپ کے ابو سے سچ کہہ دوں گی کہ وہ کسی ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے دھوکا نہیں کھانا چاہتے تھے۔ اس کے باوجود وہ دھوکا کھا رہے ہیں۔ میرا بچہ ایک چور دروازے سے آرہا ہے۔"

"مجھے دھمکی نہ دو۔ کوئی عورت اپنی بدنامی نہیں چاہتی۔ کیا تم پاگل ہو کہ خود کو اور اپنے پورے خاندان کو بدنام کروگی۔"

"میری کیا بدنامی ہوگی۔ کتنی بدنامی ہوگی۔ کیا میری دوسری شادی نہیں ہو سکے گی۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم کتنے دولت مند ہیں دولت کی چکاچوند میں بدنامی کا دھبا دکھائی نہیں دیتا۔ کتنے ہی ضرورت مند گھر داماد بننے کے لیے میرے سامنے سر جھکا کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ مجھ میں عارضی بدنامی برداشت کرنے کا حوصلہ ہے۔ آپ اپنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حوصلے کو آزما لیں۔ یہ بھید کھلتے ہی آپ کے ابا حضور اتنا بڑا فراڈ برداشت نہیں کریں گے۔ آپ کو عاق کردیں گے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے چٹانی ارادوں سے مرعوب تھا۔ شوکت زبیری نے اس سے کہا تھا کہ وہ اکلوتا بیٹا ہے اسے بالکل ہی کنگال نہیں بنائیں گے اس کے نام ایک چھوٹی سی دکان کرکے ہمیشہ کے لیے رشتہ توڑ دیں گے اور اپنی ساری دولت و جائیداد دین اور دنیا کے نیک کاموں میں خرچ کردیں گے لیکن باپ سے دھوکا کرنے والے شیطان بیٹے کو پھر کبھی پھوٹی کوڑی نہیں دیں گے۔

شوکت زبیری اپنے بیٹے کو لگام دینے کے لیے وہی کررہے تھے جو ایک سمجھ دار اور تجربے کار باپ کو کرنا چاہیے۔ وہ مجھ سے دور ایک صوفے پر بیٹھا اپنے موجودہ حالات کا تجزیہ کررہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ایک چھوٹا سا دکان دار بن کر وہ کروڑوں روپے کے کاروبار سے محروم ہو جائے گا۔ وہ اپنے باپ کی سخت مزاجی اور اٹل فیصلوں کو خوب سمجھتا تھا۔ یہ اعلان ہوچکا تھا کہ وہ باپ بننے والا ہے اگر میں اپنا بھید کھول دیتی تو اس کا محاسبہ ہوتا کہ وہ کس خوشی میں پرائے بچے کا باپ بن رہا تھا۔

وہ ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا پھر تھک ہار کر بولا۔ "میں تمہاری بات مانتا ہوں لیکن اسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس میڈیکل سرٹیفکیٹ موجود ہے تم اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہو۔"

"میں ڈس اونر ہونے والے چیک قبول نہیں کرتی۔ میں نادان بچی نہیں ہوں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ آپ کا میڈیکل سرٹیفکیٹ سراسر جعلی ہے۔"

وہ بڑی بے بسی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ابھی رات باقی ہے۔ صبح ہونے میں بہت دیر ہے۔ آرام سے فیصلہ کریں اور کل میرے ساتھ اسپتال چلیں۔"

کمرے میں صرف ایک نیبل لیمپ آن تھا۔ میں نے اسے آف کردیا۔ گہری تاریکی چھاگئی۔ وہ بڑی دیر تک اندھیرے میں بیٹھا رہا۔ آخر میرے پاس آگیا۔

☆=======☆=====☆

رپورٹ آگئی۔ وہ نیگیٹو تھا۔ باپ نہیں بن سکتا تھا۔ وہ مجھ سے قسمیں لینے لگا کہ میں وہ رپورٹ کسی کو نہیں دکھاؤں گی۔ میں نے کہا۔ "آپ نے پکی ضمانت دی ہے اب آپ کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ مجھے دھوکا نہیں دیں گے۔ جب تک آپ میرا

اعتماد حاصل کرتے رہیں گے یہ رپورٹ میرے اپنے گھر والوں کی نظروں میں بھی نہیں آئے گی۔ اب ہم صحیح معنوں میں محبت کرنے والے میاں بیوی بن کر رہیں گے۔

میں نے اس رپورٹ کو اپنے لاکر میں محفوظ کرلیا۔ اس نے دفتر جاتے ہوئے کہا "میں شام کو پانچ بجے فارغ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے ہوٹل شیرٹن میں ملو ہم چائے پئیں گے پھر کہیں تفریح کے لیے جائیں گے۔"

میں اس سے رخصت ہوکر ڈیڈی کے پرائیویٹ بنگلے میں آئی۔ وہاں ربانی جونیئر کے ساتھ وقت گزارنے لگی۔ نداٹیوشن پڑھنے کے بہانے وہاں بھائی سے پیار کرنے کے لیے آتی رہتی تھی۔ ہم نے ڈیڈی کو فون کیا تو وہ بھی ہم سے ملنے آگئے۔ ہم سب نے وہاں اپنے جونیئر کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارہ پھر میں شام کو ان سے رخصت ہوکر ہوٹل شیرٹن میں آئی۔ دور تک نظریں دوڑا کر دیکھا۔ صداقت نہیں آیا تھا۔ میں ایک میز کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک جوان عورت میرے پاس آکر بولی۔ "اِف یو ڈونٹ مائنڈ کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "بہت سی میزیں خالی پڑی ہیں۔ میں اعتراض نہیں کرتی لیکن میرے ہزبینڈ آنے والے ہیں۔"

وہ مسکرا کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "کوئی بات نہیں۔ وہ میرے بھی ہزبینڈ ہیں۔"

میں نے اسے چونک کر دیکھا پھر کہا۔ "اچھا تو تم زرینہ ہو۔"

"چلو اچھا ہے تم تعارف کے بغیر پہچان گئیں۔ میں نے سنا ہے۔ تم مجھ سے ملنا نہیں چاہتیں۔ دیکھا جائے تو مجھے ناراض ہونا چاہیے۔ کیونکہ تم مجھ پر سوکن بن کر آئی ہو۔"

میں خاموش رہی۔ اسے گہری نظروں سے دیکھتی رہی۔ وہ بولی۔ "مگر میں ناراض نہیں ہوں۔ بڑی فراخ دلی سے ملنے آئی ہوں۔ سوچا تمہیں ماں بننے کی مبارکباد دے دوں۔ کونگریچولیشن۔"

میں نے مبارکباد کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا۔ وہ بولی۔ "تمہاری آنکھوں میں بڑی چمک ہے۔ بڑی گہرائی ہے۔ میں جانتی ہوں تم سوچ رہی ہو کہ میں اچانک یہاں کیسے پہنچ گئی ہوں۔ میں اکثر یہاں آتی ہوں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہاں تم سے سامنا ہوگا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نے اس کا جھوٹ پکڑ لیا۔ اس نے ابھی کہا تھا کہ وہ بڑی فراخ دلی سے ملنے آئی ہے۔ گویا اسے معلوم تھا کہ یہاں مجھ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا۔ ”تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں نے صداقت کو کس طرح اپنا اسیر بنا کر رکھا ہے۔ آج صبح میں بینک سے دفتر گئی تھی وہاں اس نے مجھے تم سے ملنے پر راضی کیا مگر میں نے کہا۔ زرینہ کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں ملنے کے لیے راضی ہوں۔ تب اس نے میرے سامنے ہی تمہیں فون کیا اور تمہیں بتایا کہ آج ٹھیک پانچ بجے میں ہوٹل شیرٹن میں جاؤں گی۔ وہ تھوڑی دیر بعد آئے گا۔“

اسے اپنی توہین کا احساس ہوا کہ صداقت نے میری موجودگی میں اسے فون کیا اور اسے یہ نہیں بتایا کہ فون کرتے وقت میں اس کے پاس موجود تھی۔ وہ بے یقینی سے بولی ”نہیں تم جھوٹ بول رہی ہو۔ اس نے تمہاری موجودگی میں فون نہیں کیا تھا۔“

”یعنی میری غیر موجودگی میں کیا تھا۔“

”آں؟“ وہ گڑبڑا گئی۔ جلدی سے بولی۔ ”اس نے مجھے کوئی فون نہیں کیا تھا۔“

”سانچ کو آنچ کیا ہے۔ ابھی صداقت آنے والا ہے۔ تم میرے سامنے اس سے پوچھو گی تو وہ بوکھلا جائے گا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ میں تمہیں سچ بتا دوں گی۔“

وہ میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ ”شٹ.....وہ جھوٹ اور ہیرا پھیری سے باز نہیں آئے گا۔ کرتا کچھ ہے۔ کہتا کچھ ہے۔ میں اس سے بولنا تو کیا' اس کی صورت دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گی۔“

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ میں نے کہا۔ ”اس نے میرے سامنے تمہیں کمتر بنا دیا ہے۔ تمہیں جانا ہی چاہیے۔“

وہ اونہہ کہہ کر چلی گئی۔ اس مختصر سی ملاقات میں' میں یہ سمجھ گئی کہ زرینہ اور صداقت دونوں ہی جھوٹ بولتے ہیں مگر انہیں جھوٹ چھپانا نہیں آتا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد صداقت تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر میرے قریب کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”سوری دفتر میں اتنا کام تھا کہ ذرا لیٹ ہو گیا۔“

وہ مجھ سے مخاطب تھا اور اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”تم اپنی مصروفیات کے باعث دیر سے آئے مگر آ تو گئے۔“

اس نے پیچھے کی طرف گھوم کر دیکھا۔ وہاں کتنی ہی خواتین اپنے گھر والوں کے ساتھ مختلف میزوں پر نظر آ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ ”بار بار اِدھر اُدھر کیا دیکھ رہے ہیں؟“

وہ بولا۔ ”کچھ نہیں۔ میرا ایک دوست یہاں ملاقات کے لیے آنے والا تھا؟“

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ”دوست یا گرل فرینڈ۔“

”کیسی باتیں کرتی ہو۔ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔“

”مگر وہ تو آئی تھی۔“

اس نے چونک کر پوچھا۔ ”کون؟“

”بڑے تیور دکھا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ اس نے آپ سے جھوٹ کہا تھا کہ مجھ سے ملے گی اور بچے کی مبارکباد دے گی۔ وہ تو صرف ایک بار مجھ سے ملنے کا بہانہ چاہتی تھی اور آپ نے اسے فون پر بتا دیا تھا کہ میں یہاں مل سکتی ہوں۔“

وہ میری باتوں کے دوران میں بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا پھر بولا۔ ”میں نے کسی کو تمہارے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ بھلا کسی کو کیوں بتاؤں گا کہ ہم یہاں ملنے والے ہیں۔“

”مگر وہ تو کہہ رہی تھی کہ آپ سے جھوٹ بول کر اور ہماری میٹنگ کی باتیں معلوم کر کے یہاں صرف یہ چیلنج کرنے کے لیے آئی ہے کہ میں ماں بن سکتی ہوں تو وہ بھی آپ کے بچے کی ماں بن کر دکھائے گی۔“

”وہ بکواس کرتی ہے۔ جب میں اپنی میڈیکل رپورٹ تمہیں دے چکا ہوں تو وہ ماں کیسے بنے گی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ ایسی بکواس کرنے یہاں آئے گی۔“

”معلوم ہوتا تو آپ کبھی بھی اسے یہاں نہ بھیجتے۔“

”توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی.....“

وہ کہتے کہتے چونک گیا۔ مجھے کھٹکنے لگا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”میں حلق میں ہاتھ ڈال کر اندر کا جھوٹ باہر نکال لیتی ہوں۔ اس کا بھی جھوٹ پکڑ لیا تھا۔ اس لیے وہ جھنجلا کر چلی گئی۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ”وہ..... میں..... یہ چاہتا تھا کہ ایک بار تم دونوں کو تنہائی میں ملنا چاہیے۔ اس لیے میں ذرا دیر سے آیا۔“

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ سچ بولتے ہیں مگر وہ سے بولتے ہیں۔ آپ نے اس کی مرضی سے یہ ملاقات کرائی تھی۔ میری مرضی کیوں نہیں پوچھی گئی۔ آپ نے مجھے دھوکا دے کر پہلے یہاں بلایا ہے۔ جیسے میری کوئی حیثیت نہیں ہے کیا آپ نے مجھے دھوکا نہیں دیا ہے۔ مجھے بے وقوف نہیں بنایا ہے۔"

"پلیز مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں ایک اچھے جذبے سے تم دونوں کو ملانا چاہتا تھا۔"

"تو پھر اس ملاقات کا علم صرف اسے کیوں تھا۔ مجھے کیوں نہیں تھا؟"

"تم تو ذرا ذرا سی بات کو پکڑتی ہو۔ مجھے یہ بتاؤ کیا اس نے یہی کہا تھا۔ جو تم کہہ رہی ہو۔"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ آپ دونوں کی طرح جھوٹی نہیں ہوں۔ وہ صرف ماں بننے کا چیلنج کرنے آئی تھی۔ اس لیے چلی گئی اگر خلوص سے ملنے آتی تو یہیں بیٹھی رہتی۔"

"ٹھیک ہے میں اس سے نمٹ لوں گا۔ وہ مجھ سے کہتی کچھ ہے۔ کرتی کچھ ہے۔ کیا حیثیت ہے۔ اس نے بنتی ہوئی بات بگاڑ دی۔"

"آپ کون سی بات بنانا چاہتے تھے؟"

"میں چاہتا تھا۔ تم دونوں رفتہ رفتہ ایک دوسرے کو سمجھ لو۔ آپس میں سمجھوتا کرلو۔ اس طرح ایک ہی کوٹھی میں رہو۔ آخر وہ بھی میری بیوی ہے۔ اس کے ساتھ رہنا بھی ضروری ہے۔ ابھی تو میں دو طرف تقسیم ہوگیا ہوں۔ کل سے اس کے پاس بھی جانا ہوگا۔"

"آپ پورا دن جہاں چاہیں جائیں۔ شام کو واپس آجائیں۔"

"میں تمام دن دفتر کا کام سنبھالتا ہوں۔ ابو میری غیر حاضری برداشت نہیں کرتے ہیں۔"

"میرا وقت صرف میرا ہے۔ میں آپ کی غیر حاضری برداشت نہیں کروں گی۔ آپ سے چھٹی لے لیں۔ دفتر کے اوقات میں اس کا دل خوش کیا کریں۔ اس کے ناز اٹھاتے رہیں۔"

"یہ تم انصاف کی بات نہیں کررہی ہو۔ میں ایک رات تمہارے پاس رہوں گا اور ایک رات اس کے پاس۔"

میں نے بحث نہیں کی۔ گھر آکر اپنی ساس بیگم کے کمرے میں گئی۔ وہ بولیں۔ "آؤ بیٹی، صداقت کے ساتھ خوب سیر سپاٹے ہورہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ میں کالج میں سائیکالوجی پڑھتی تھی۔ بڑے بڑے ماہر نفسیات بھی کہتے ہیں کہ زچگی ہونے تک عورت دن رات اپنے خاوند کے ساتھ رہے تو بچہ اپنے باپ پر جاتا ہے۔"

"بیٹی یہ تو ہم نے بھی اپنی بڑی بوڑھیوں سے سنا ہے۔ میں تو دل سے دعا مانگتی ہوں کہ ہمارے گھر میں دوسرا صداقت آئے۔"

میں نے مایوسی سے منہ بنا کر کہا۔ "مگر شاید ایسا نہیں ہوسکے گا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کل سے زرینہ کے پاس جاکر رہیں گے۔ بچہ ان پر جائے یا کسی پر جائے۔ انہیں پروا نہیں ہے۔"

وہ بھڑک کر بولیں۔ "ہمیں تو پروا ہے۔ کہاں ہے وہ جورو کا غلام۔ بیٹی میں تمہیں نہیں کہہ رہی ہوں وہ زرینہ کا غلام بنا ہوا ہے۔ اس کی غلطیاں باپ سے چھپاتی رہتی ہوں تو اتنا سر چڑھ گیا ہے کہ اس عورت کی خاطر بچے کو بھی اہمیت نہیں دے رہا ہے کہاں ہے وہ؟"

وہ اسی وقت وہاں سے اٹھ کر جانے لگیں۔ میں پیچھے رہ گئی۔ وہ ہمارے کمرے میں جاکر صداقت کو ڈانٹ رہی تھیں۔ وہ بھی جواب میں کچھ کہہ رہا تھا پھر وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے آنے لگیں۔ "میں تو ہمیشہ یہی کہتی ہوں کہ اس عورت نے کچھ گھول کر پلا دیا ہے۔ میرا کام سمجھانا تھا۔ میں نے سمجھا دیا ہے۔ اس سے ملنا ہو تو ایک آدھ گھنٹے کے لیے جایا کرو۔ ورنہ باپ نے تمہیں یہاں نہ دیکھا تو وہ ایک ہی ڈانٹ میں اس عورت کا بھوت سر سے اتار دیں گے۔"

ساس بیگم کی باتوں سے اور صداقت کی حرکتوں سے یہ صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ سچ مچ زرینہ کا دیوانہ ہے۔ میں نے رفتہ رفتہ معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ زرینہ آٹھ برس پہلے ایک اسٹینو ٹائپسٹ کی حیثیت سے اس کے دفتر میں ملازمت کرنے آئی تھی۔ صاحب زادے اس پر عاشق ہو گئے۔ باپ سے کہا کہ وہ زرینہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ باپ خالص کاروباری آدمی تھا۔ کاروباری انداز میں بیٹے کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ جیسے کہ بعد میں مجھ سے کی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیٹے کی دیوانگی دیکھ کر ماں اس کی حمایت کرنے لگیں۔ وہ اپنے میاں کے پیچھے پڑ گئیں۔ ہمارے پاس دولت اور جائیداد کی کمی نہیں ہے اگر کوئی بہو اپنے جہیز میں کوئی انڈسٹری یا کروڑوں روپے لے کر نہیں آئے گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میرے بیٹے اور بہو کے مقدر سے ہمارا کاروبار اور پھیلے گا۔

وہ کئی مہینوں تک اپنے میاں کا سر کھاتی رہیں۔ آخر انہوں نے بیزار ہو کر شادی کی اجازت دے دی اور کہا۔ "مجھے اپنے نالائق بیٹے پر بھروسا نہیں ہے۔ میں ایک پوتا چاہتا ہوں۔ اسے اپنے ساتھ رکھوں گا۔ اچھی تربیت دوں گا اور کاروبار کے گُر سکھاؤں گا۔"

لیکن شوکت زبیری کی یہ حسرت ہی رہی۔ جب ایک ایک برس گزرنے لگا اور اولاد نہیں ہوئی تو وہ ماں بیٹے کو غصہ دکھانے لگے پھر انہیں اس فراڈ کا شبہ ہوا کہ وہ زرینہ کا غلام ٹیسٹ ٹیوب بے بی لا کر انہیں دھوکا دے سکتا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ مجھے بہو بنا کر لے آئے۔

رفتہ رفتہ اس خاندان کی پوری ہسٹری معلوم ہوتی جا رہی تھی۔ شوکت زبیری کاروباری لحاظ سے ایک اچھی مثبت سوچ کے مالک تھے۔ مغرور نہیں تھے انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ زرینہ کبھی ان کے دفتر میں ملازم تھی۔ وہ بعد میں ان دونوں کے فراڈ سے بدظن ہو گئے تھے۔

انہوں نے ایک کوٹھی زرینہ کے نام کر دی تھی اور اس کے اخراجات کے لئے ماہانہ پچیس ہزار روپے دیا کرتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وہ بہو بھی کسی سے کم تر سمجھی جائے۔

بہرحال انتظار کے دن گزر گئے میں ایک بیٹے کی ماں بن گئی۔ میں نے بہت کچھ ہار کر بیٹا حاصل کیا تھا لیکن اس بیٹے سے پورے سسرال کو جیت رہی تھی۔ اب کوئی اس بچے کو ناپسندیدہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ نامنظور نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بہت بڑے تاجر شوکت زبیری کا پوتا کہلا رہا تھا۔

صداقت واقعی زرینہ کا دیوانہ تھا۔ اس کی ہر جائز اور ناجائز بات کو تسلیم کرتا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمراز تھے لیکن اس کی میڈیکل رپورٹ کا راز ایسا تھا جسے اس نے زرینہ پر ظاہر نہیں کیا تھا۔

پہلے وہ صداقت سے کہتی تھی۔ "میں اپنا میڈیکل چیک اپ نہیں کراؤں گی۔ پہلے

تم اپنی رپورٹ حاصل کرو۔ جب تمہاری رپورٹ پازیٹو ہو گی تو اپنے آپ ثابت ہو جائے گا کہ میں بانجھ ہوں۔"

جب چھ برس گزر گئے اور اولاد نہ ہوئی تو اس نے کہا۔ "میں یقین سے کہتی ہوں کہ تم میں باپ بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جو سچ ہے اسے تسلیم کرو اور یہاں سے لندن چلو میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے ماں بن کر دکھاؤں گی۔"

صداقت اس بات پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے مجھے بعد میں یہ تفصیلات بتائیں اور یہ اعتراف کیا کہ جانے کیسے اس کی بات سے انکار کرتے کرتے وہ مان گیا تھا۔ اس بات پر راضی ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھ لندن جائے گا اور واپسی میں باپ کو دھوکا دے گا۔

میں نے کہا۔ "زرینہ مجھ سے زیادہ چالاک ہے۔ میں نے تو آپ کی میڈیکل رپورٹ حاصل کر کے اصلیت معلوم کی ہے۔ وہ تو ٹیوب بے بی کا شوشا چھوڑ کر مجھ سے پہلے آپ کی بے بسی اور محرومی کو سمجھ چکی ہے۔ آپ اس سے سچ نہیں بول رہے ہیں وہ جان بوجھ کر انجان بنی ہوئی ہے۔"

یہ میں نے درست کہا تھا۔ وہ جان بوجھ کر انجان بنی ہوئی تھی۔ میری زچگی کے دوسرے دن اس نے مجھے فون پر کہا۔ "ہیلو میں زرینہ بول رہی ہوں۔ سنا ہے بیٹا ہوا ہے۔ چور دروازہ مبارک ہو۔"

"کیا تم نے یہی بکواس کرنے کے لیے فون کیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "بیوی سے زیادہ اس کے شوہر کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ میں بھی بیوی ہوں اور ٹھیک تمہاری طرح اس کی اس دکھتی رگ کو پہچانتی ہوں۔"

"جب پہچانتی ہو تو اب تک خاموش کیوں رہیں۔"

"آئندہ بھی خاموش رہوں گی۔ اگر تم مجھ سے سمجھوتا کرو گی۔"

"کیا سمجھوتا کرنا چاہتی ہو۔"

"میں برابر کے حقوق چاہتی ہوں۔ اگر مجھے یہ حقوق نہ ملے تو میں تمہیں اور صداقت کو میڈیکل رپورٹ کے لیے چیلنج کروں گی۔ اسے طبی معائنہ کرانے پر مجبور کروں گی اسے دھمکی نہ سمجھنا۔"

"نہیں سمجھوں گی۔ ایک سوکن اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی

ہے۔ میں تمہارے انتقامی جذبے کو سمجھ رہی ہوں۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"اس سے آگے فون پر باتیں نہیں ہوں گی۔ روبرو معاملات طے ہوں گے۔"

"کل صبح میں اسپتال سے گھر چلی جاؤں گی تم وہاں آکر مجھ سے مل سکتی ہو۔"

"سسر صاحب نے اس گھر کے دروازے میرے لیے بند کردیے ہیں۔"

"میں دروازے کھلوا دوں گی۔ جب چاہو چلی آؤ۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ میں اس کے انتقامی جذبے سے پریشان نہیں تھی۔ یہ تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ صداقت کی محرومی کو سمجھتی ہے۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میرے ماں بنتے ہی وہ پھٹ پڑے گی۔ دنیا کا کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ صداقت کے نام سے اس بچے پر چاندی کا ورق چڑھایا گیا ہے۔ صرف ایک زرینہ ایسی تھی جو بیوی ہونے کی حیثیت سے اپنے شوہر کو چیلنج کر سکتی تھی اور اس چیلنج کے نتیجے میں ہمارا بھید کھل سکتا تھا۔

میں اس معاملے میں زیادہ پریشان نہیں تھی۔ یہ جانتی تھی کہ میرے سسر کی دولت و جائیداد میں سے جو کچھ مجھے اور میرے بچے کو ملے گا وہ اس کا آدھا حصہ طلب کرے گی یا اس فریبی اور مطلبی دنیا میں رہ کر میری طرح وہ بھی اپنے سسرال والوں سے فریب کرے گی اور چور دروازے سے صداقت کو باپ بنائے گی۔ اپنے بچے کے لیے برابر کا حصہ طلب کرے گی۔ ویسے طلب کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ بھی شوکت زبیری کا اپنا خون کہلائے گا۔ وہ خود اس بچے کو بھی برابر کا حصہ دیں گے۔ کاروباری دنیا میں ایسی ہی بازیاں کھیلی جاتی ہیں اور جیتی جاتی ہیں۔

میں نے اپنے ساس اور سسر سے کہہ دیا تھا کہ زرینہ مجھ سے ملنے آئے گی اسے آنے دیا جائے وہ دوسرے دن شام کو آگئی۔

میں اپنے بیڈ روم میں تھی۔ صداقت کو معلوم تھا کہ وہ آنے والی ہے۔ وہ بھی اس کے انتظار میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔ "ہماری پہلی ملاقات مناسب نہیں رہی تھی۔ ہماری یہ ملاقات بالکل بروقت اور مناسب ہے۔"

میں نے اسے بیٹھنے کو کہا۔ وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔ "صداقت! مائنڈ نہ کرنا میں صدا سے تنہائی میں باتیں کروں گی۔ پلیز تم تھوڑی دیر کے لیے چلے جاؤ۔"

وہ بولا۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ میں کوئی غیر تو نہیں ہوں۔ تم دونوں کا شوہر ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں نے کہا آپ اعتراض نہ کریں۔ یہاں سے آپ کے خلاف کوئی سازش نہیں ہوگی۔"

اس نے ناگواری سے منہ بنایا پھر اٹھ کر چلا گیا۔ میں اٹھ کر دروازہ بند کرنا چاہتی تھی۔ وہ بولی۔ "بیٹھی رہو۔ تمہیں اٹھنا نہیں چاہیے۔"

اس نے اٹھ کر دروازہ بند کردیا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی۔ "میں نے ابھی اس ملاقات کو بروقت اور مناسب کہا ہے کیونکہ اب ہم دونوں برابر کی سطح پر ہیں۔ پہلے تم ماں بن رہی تھی اور میری اہمیت بالکل ختم ہوگئی تھی۔ اب تم جیتنے والی سوکن کی حیثیت سے مجھے غرور نہیں دکھاؤ گی۔"

میں نے کہا۔ "تم فضول تمہید باندھ رہی ہو۔ کام کی بات کرو۔"

"میری باتیں تمہیں زیادہ پریشان نہیں کریں گی۔ پہلے یہ تو سمجھ لو کہ میں نے تمہاری زچگی سے پہلے یہ بھید کھولنے کی دھمکی کیوں نہیں دی۔ تمہارے ساتھ اس ملاقات کا انتظار کیوں کیا۔"

"ہاں' میں یہ معلوم کرنا چاہوں گی۔"

"دراصل میں صداقت کی بدنامی نہیں چاہتی۔ نہ میں نے تمہاری زچگی سے پہلے اسے بدنام کیا۔ نہ آخری سانس تک اس کی بدنامی کا خیال تک دل میں لاؤں گی۔ اس کی محبت نے مجھے فرش سے عرش تک پہنچایا ہے۔ اپنی سوسائٹی میں عزت دی ہے۔ احترام دیا ہے میرے سسر بھی مجھے فخر سے اپنی بہو تسلیم کرتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تعجب ہے تم ان کا احسان مان رہی ہو۔ ان کا اتنا احترام کر رہی ہو تو پھر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے انہیں دھوکا دینا چاہتی تھیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے چپ رہی پھر بولی۔ "ٹیسٹ ٹیوب بے بی تو بہت دور کی بات ہے۔ میں یہاں ان باپ بیٹے کے اعتماد کو دھوکا دے سکتی تھی۔ میں بھی کوئی چور راستہ ڈھونڈ سکتی تھی لیکن آج تک میں نے ایسا نہیں کیا۔"

مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھے چور راستے کا طعنہ دے رہی ہے۔ میں نے تڑخ کر کہا۔ "زیادہ پارسا نہ بنو میں کوئی بے حیا' بدچلن نہیں ہوں کہ کسی چور راستے سے ایسا کروں گی ہمارے گھر میں ڈاکو گھس آئے تھے۔ مجھ پر جبر ہوا ہے۔"

زرینہ نے کہا۔ "میں مانتی ہوں۔ اگر تم جان بوجھ کر ایسا کرتیں اور یہ گناہ ہوتا تو تم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے فوراً ہی مٹا دیتیں۔ تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے۔"

مجھے غصہ آ رہا تھا مگر ایک دم سے ٹھنڈی پڑ گئی۔ وہ بڑے ہی مثبت انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "دراصل صداقت مجھ سے اپنی کمزوری چھپا رہے تھے۔ انہوں نے میڈیکل رپورٹ دکھائی تھی۔ اس رپورٹ کے ذریعے مجھے الزام دے رہے تھے کہ میں بانجھ ہوں۔ میں عورت ہوں ماں بننا چاہتی ہوں پھر ایسا الزام کیسے برداشت کر سکتی ہوں؟"

میں نے تائید میں سر ہلایا۔ اس نے کہا۔ "میں صداقت کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ ان کے منہ سے ان کے جھوٹ اگلوانا جانتی ہوں۔ میں نے کہا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے میں یہ ثابت کروں گی کہ میں ماں بن سکتی ہوں۔

ایک شریف عورت کو ایسا کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے مگر میرا دل صاف تھا۔ میری نیت میں فتور نہیں تھا۔ میں تو صرف سچ جاننا چاہتی تھی اور میں نے خواہ مخواہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے لیے ضد کرتے کرتے انہیں مجبور کر دیا وہ راضی ہو گئے۔ تب بات سمجھ میں آ گئی کہ اگر ان کی رپورٹ پوزیٹو ہوتی تو وہ کبھی گوارا نہ کرتے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم نے صداقت سے تسلیم نہیں کرایا۔"

"نہیں۔ میں نے سمجھ لیا۔ اتنا ہی کافی تھا میں نہیں چاہتی تھی کہ میرے شوہر کی نظریں میرے سامنے جھکی رہیں۔ تم سمجھو گی کہ میں اپنی محبت کا قصیدہ پڑھ رہی ہوں مگر خدا بہتر جانتا ہے کہ جس کی محبت نے مجھے ایک ملازمہ سے شریک حیات بنایا ہے۔ اپنے اعلیٰ خاندان کی بہو بنایا ہے۔ میں اس کی محبت میں جان دے دوں گی لیکن میڈیکل رپورٹ کے حوالے سے کبھی اسے بدنام نہیں کروں گی۔"

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ان لمحات میں میری کھوپڑی ایک دم سے گھوم گئی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے زرینہ نہیں تھی۔ ماریہ بیٹھی ہوئی تھی۔

میرے ڈیڈی کی ملازمہ۔ میرے ڈیڈی نے بھی اسے فرش سے عرش تک پہنچانا چاہا تھا۔ اسے اپنے خاندان میں اور اپنی سوسائٹی میں عزت دینا چاہی تھی مگر وہ ناکام رہے تھے۔ ان کی ناکامیوں کے باوجود ماریہ ان سے وفادار رہی۔ جیسے یہ زرینہ وفادار تھی۔

اس نے ڈیڈی کی برسوں کی محرومی کو دور کیا تھا۔ انہیں ایک بیٹا دے کر اپنی جان دے دی تھی۔

زرینہ کوئی اولاد نہ دے سکی۔ اس میں اس کا نہیں صداقت کا قصور تھا لیکن یہ اس کی عظمت تھی کہ وہ اپنی سوکن کو یعنی مجھ کو ماں بنتے دیکھ رہی تھی لیکن ایسی وفادار تھی کہ اپنے شوہر پر بدنامی کی آنچ نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔

اس نے کہا۔ "میں تم سے تنہائی میں یہی کہنے آئی ہوں کہ صداقت کو یہ نہ بتاؤ کہ میں اس کی محرومی کو سمجھ رہی ہوں۔ اسے خوش رہنے دو۔ فخر کرنے دو۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ جب بھی میرے سامنے آئے ایک مرد کی طرح سینہ تان کر آئے۔ سینہ تان کر رہنے والا قد آور مرد اچھا لگتا ہے۔ مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ میرے نام ایک کوٹھی ہے مجھے ماہانہ اخراجات کے لیے اچھی خاصی رقم ملتی ہے۔"

اچانک میں اپنے اندر چیخنے لگی۔ ارے یہ تو ماریہ ہے۔ یہ زرینہ کے روپ میں مجھے سمجھانے آئی ہے کہ میں اس کی حمایت میں اپنی ممی سے لڑتی رہتی تھی لیکن اب سوکن کی بات آئی تو کیا اس کے لیے لڑائی بھول جاؤں۔

ماریہ میرے سینے میں دفن تھی۔ میں اسے بھول گئی تھی۔ اب وہ میرے اندر سے باہر نکل آئی تھی۔ سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ہمارے روپے ڈالرز اور پاؤنڈز کی کاروباری دنیا میں اپنی محبت کے تمام ترسچے جذبوں کے ساتھ زندہ تھی۔ کون کہتا ہے کہ محبت کو اولیت حاصل نہیں ہے۔ ایک ماریہ تھی جو دولت کے بغیر محبت کرتے کرتے مر گئی مگر ارب پتی تاجر نصیرالدین ربانی کی زندگی میں اپنے بیٹے کی محبت کا جھنڈا گاڑ کر چلی گئی۔

دوسری محبت کرنے والی زرینہ تھی۔ اس نے اپنے پیار کو دولت کے ترازو میں نہیں تولا تھا۔ وہ چاہتی تو خود غرضی سے لین دین کرنے کے لیے چور دروازے سے ماں بن سکتی تھی۔ اس نے سوکن کے ماں بننے پر حسد اور جلن سے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی۔ چپ چاپ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ "میں جا رہی ہوں تم سے ایک چیز مانگتی ہوں۔"

میں اتنی دیر سے جیسے بولنا بھول گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم نہ مانگو۔ جو چاہو اسے اپنی چیز سمجھ کر لے جاؤ۔"

وہ بولی۔ "میں صداقت کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کے ساتھ رہنے کے لیے تمہارا انصاف چاہتی ہوں۔"

"یہ تو تمہارا حق ہے۔ تمہیں برابر کا حق ملے گا۔ تم اس کے ساتھ رہو گی اور جب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چاہو گی یہاں بھی آؤ گی تمہارے لیے ہر دروازہ کھلا رہے گا۔"

وہ شکریہ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے خوش ہو کر مصافحہ کیا۔ میں نے کہا۔ "تنہا واپس نہ جانا۔ صداقت کو ساتھ لے جانا۔"

اس نے دوبارہ شکریہ ادا کیا پھر دروازہ کھول کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ساس بیگم نے آ کر کہا۔ "صداقت اس کے ساتھ گیا ہے۔ میں کہتی ہوں مگر کوئی مانتا ہی نہیں اس نے ضرور کچھ گھول کر پلایا ہے۔"

"میں مانتی ہوں۔ ممی وہ بہت خطرناک ہے۔ اس نے مجھے بھی کچھ گھول کر پلا دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولیں۔ "کیا پلا دیا ہے تم نے کیا پیا ہے تم بچے کو دودھ پلاتی ہو۔ اس پر بھی اثر ہو گا۔"

"اچھا ہے امی۔ میرے بیٹے پر بھی اس کا اثر ہونا چاہیے۔ میں بھول گئی تھی کہ محبت کرنے والیاں کیا ہوتی ہیں۔ ہوس اور خود غرضی کی کاروباری دنیا میں بھی محبت کے پھول کھلاتی ہیں اور محبت کی خاطر لین دین کرتی ہیں۔"

ساس بیگم حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھیں پھر بولیں۔ "تم اس کی تعریفیں کر رہی ہو یا برائیاں بیان کر رہی ہو۔"

"اس میں کوئی برائی ہو گی تو بیان کروں گی البتہ میں نے اسے خطرناک کہا ہے اور محبت بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ ہم جیسوں کے دل و دماغ میں بھی گھس جاتی ہے پھر نکلنے کا نام نہیں لیتی۔ وہ بہت اچھی ہے امی۔ اس کے لیے اپنے گھر کے اور اپنے دل کے تمام دروازے کھلے رکھیں۔ وہ محبت کرنے والی کبھی کسی چور دروازے سے نہیں آئے گی۔"

ساس بیگم نے میری بلائیں لیتے ہوئے کہا۔ "خدا تمہیں خوش رکھے۔ میں تو پہلے دن سے جانتی ہوں کہ وہ کھرا سونا ہے مگر تمہارے اور صداقت کے ابو کے مزاج کو دیکھ کر چپ رہتی تھی۔"

میں نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ زرینہ نے ہم سے پہلے آپ کو کچھ گھول کر پلا دیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگیں۔ اس دن سے میرے سسر نے بھی زرینہ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ وہ بھی اس کا گھر تھا وہ وہاں آنے اور رہنے لگی۔ کبھی صداقت اس کی کوٹھی میں جانے

لگا۔ میں اب تک ایسے بچوں کا ذکر کرتی رہی ہوں جو نامنظور ہوتے ہیں لیکن ناگزیر بھی ہوتے ہیں۔ بڑے جھوٹ سے' بڑے فریب سے' بڑی رازداری اور بڑے حیلوں بہانوں سے انہیں دنیا سے منظور کرایا جاتا ہے۔

کیا یہ درست ہے کیا ہم جھوٹ سن کر اور فریب کھا کر مطمئن رہتے ہیں کہ سب ٹھیک ہے۔ ہماری دنیا میں چور جذبوں کی بے حیا آلودگی نہیں ہے۔

میرے ان سوالات کے جوابات نہیں ملیں گے۔ جو بھی جھوٹ چاندی کے ورق میں لپیٹ کر پیش کیا جائے گا اسے ہم قبول کرتے رہیں گے۔

چار برس گزر گئے۔ ہماری گھریلو ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار اور بے مثال رہی۔ ایک دن ممی کو پتا چل گیا کہ بڑی راز داری سے ربانی جونیئر کی پرورش کی جا رہی ہے۔ وہ آپے سے باہر ہو گئیں۔ چیخ چیخ کر سارا گھر سر پر اٹھانے لگیں۔ "یہ باپ بیٹیاں مل کر میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کرتے رہے ہیں۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "جب کسی چیز کے حصول کے لیے صاف اور سیدھا راستہ بند کیا جائے گا تو چور راستہ ضرور کھلے گا۔ اگر تم دینی احکامات کے مطابق مجھے ماریہ سے شادی کرنے کی اجازت دے دیتیں تو تم میرے بیٹے کو کبھی ناجائز نہ سمجھتیں۔ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ تم نے ایک معصوم بچے کو کہیں دور پھینک دینے کی کوشش کی تھی۔"

"مجھے شرم نہ دلاؤ۔ بے شرمی تو تم نے کی ہے۔ ایک طرف مجھے دھوکا دیتے رہے' دوسری طرف ماریہ کے ساتھ منہ کالا کرتے رہے۔ تھو ہے تمہارے جیسے شوہروں پر۔"

ڈیڈی نے تڑاخ سے ایک طمانچہ جڑ دیا۔ ممی لڑکھڑا کر پیچھے چلی گئیں۔ چند لمحوں تک سکتے میں رہ گئیں۔ زندگی میں پہلی بار انہوں نے ہاتھ اٹھایا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ بیٹے کی اہمیت اتنی بڑھ جائے گی کہ سر جھکا کر باتیں سننے والا شوہر انہیں طمانچہ مار دے گا۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگیں۔ "تمہاری یہ جرأت؟ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ میرے ٹکڑوں پر پلنے والے' میرا جھوٹا کھانے والے! میں تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکال دوں گی۔ ایک ایک پیسے کا محتاج بنا دوں گی۔"

میں اور ندا اپنے بیڈ روم سے نکل کر آ رہی تھیں۔ ممی کو طمانچہ کھاتے دیکھ کر ہم بھی حیرت سے گم صم رہ گئی تھیں۔ ہم نے بچپن سے اب تک کبھی ڈیڈی میں اتنا حوصلہ نہیں دیکھا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پھر ہم دونوں بہنیں دوڑتی ہوئی آ کر ممی سے لپٹ گئیں۔ میں نے غصے سے کہا۔
"ڈیڈی آپ نے ہماری ماں پر ہاتھ کیسے اٹھایا؟ آپ کو کبھی اتنا غصہ نہیں آتا تھا لیکن غصہ آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ تہذیب اور شرافت کو بھول جائیں۔ ممی چاہے جتنی ہی غلط ہوں۔ آپ ابھی ان سے معافی مانگیں۔"
وہ چیخ کر بولیں۔ "کیا معافی مانگنے سے میں اسے معاف کر دوں گی۔ اسے تو گھر سے نکال کر بھوکا ننگا بنا دوں گی۔"
میں نے کہا۔ "یو شٹ اپ ممی۔ ایسی پرانی اور گھسی پٹی دھمکیاں نہ دیں۔ یہ صرف آپ کے شوہر نہیں ہیں ہمارے باپ بھی ہیں۔ آپ نہیں نکال نہیں سکیں گی۔ اگر ایسا کچھ کیا تو ہم ان کے ساتھ نکل جائیں گے۔"
"یہ تو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ باپ کے ساتھ رہو گی۔ باپ کے ساتھ مرو گی۔"
"بے شک ربانی جونیر کی پرورش میں میرا اور ندا کا بھی ہاتھ ہے۔ ڈیڈی کے ساتھ آپ ہم دونوں کو بھی نکالیں گی۔"
ڈیڈی نے کہا۔ "بیٹی بس کرو۔ اس عورت کو نہ سمجھاؤ۔ یہ شادی کے دن سے آج تک مجھے شوہر نہیں زر خرید غلام سمجھتی رہی۔ میں ایسی خریدار بیوی کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ خدا نے مجھے بیٹا دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ خوش رہوں گا۔"
ممی نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "کسی خوش فہمی میں نہ رہنا۔ جس بچے نے میرا گھر اجاڑا ہے۔ میں اسے جائز کہلانے نہیں دوں گی۔ تمہارا محاسبہ کراؤں گی کہ تم نے کب اور کس سے شادی کی تھی؟ وہ بچہ کہاں سے آیا ہے؟"
"بس کریں امی آپ ایسا کبھی نہیں کریں گی۔"
"کیا تم ایسا کرنے سے روکو گی۔"
"جس دن آپ ڈیڈی کا محاسبہ کرائیں گی۔ اس دن سے میں اپنا محاسبہ کراؤں گی۔ سسرال میں بتا دوں گی کہ میرا بیٹا سلامت زبیری کہاں سے آیا ہے۔"
اس بار وہ چیخ کر نہیں بولیں دھیرے سے مگر غصے سے بولیں۔ "تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟"
"آپ جانتی ہیں۔ میں کیسی ضدی ہوں۔ جو کہہ دیتی ہوں کر گزرتی ہوں۔ جب آپ ڈیڈی کو بدنام کریں گی تو اپنی بیٹی کو بھی بدنام ہوتے دیکھیں گی۔ کیا خوب تماشا ہو گا۔

ساری دنیا ہنسے گی کہ ایک ناجائز اولاد باپ کے پاس ہے دوسری بیٹی کے پاس ہے۔"
"بکواس مت کرو۔ تم ایسا نہیں کرو گی۔ میں اس طمانچے کو نہیں بھولوں گی۔ تمہارے باپ کا خون پی جاؤں گی۔"
ڈیڈی نے کہا۔ "تمہیں جو کرنا ہے کر لو۔ میں گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جانے سے پہلے تمہیں یہ عقل سکھا دوں کہ میں نے کاروباری دنیا میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ان چار برسوں میں اپنے اور بیٹے کے لیے اتنا کچھ کیا ہے کہ تمہیں معلوم ہو گا تو سر پکڑ کر بیٹھ جاؤ گی۔"
وہ پلٹ کر جانے لگے پھر جاتے جاتے رک کر بولے۔ "بے وقوف عورت! ہماری زندگی کے تمام شعبوں میں فراڈ ہے۔ تم جس شعبے سے جعلی سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہو میں لا کر دے دوں گا۔ میرے پاس باقاعدہ نکاح نامہ ہے۔ جس کی رُو سے ماریہ میری بیوی تھی۔ تم اپنا سارا زور لگا لو۔ میرے بیٹے کو ناجائز ثابت نہیں کر سکو گی۔"
انہوں نے ہم سے کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ اپنے بھائی سے آ کر ملتی رہنا۔"
پھر وہ پلٹ کر چلے گئے۔ ممی گم صم کھڑی خالی دروازے کو دیکھتی رہیں پھر شکست خوردہ انداز میں صوفے پر بیٹھ گئیں۔ میں نے کہا۔ "ممی ہمارے اندر چاہے جتنی بھی طاقتِ پرواز ہو۔ ہمیں اپنی حد سے زیادہ اونچا نہیں اڑنا چاہیے۔"
اب وہ بھی اس بات کو سمجھ گئی تھیں کہ ڈیڈی ان کے پَر کاٹ کر چلے گئے ہیں۔ وہ ان سے زیادہ اونچی نہیں اڑ سکیں گی بلکہ اب تو اڑنا بھول جائیں گی۔
اس روز سے وہ گم صم سی اور اکیلی اکیلی سی رہنے لگی تھیں۔ بڑی ضدی تھیں۔ ڈیڈی سے صلح نہیں کر رہی تھیں۔ میں نے سمجھایا۔ "اب ایک بچے کی مخالفت کرنے کے لیے آپ کے پاس کیا رہ گیا ہے۔ نہ آپ اسے ناجائز ثابت کر سکتی ہیں۔ نہ ڈیڈی کی دولت اور جائیداد سے اسے محروم کر سکتی ہیں۔"
ان کا ایک ہی جواب تھا۔ "میں آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگلوں گی۔ اسے کبھی قبول نہیں کروں گی۔"
"پھر میرے بیٹے کو کیوں قبول کرتی ہیں کیوں اسے گود میں لیتی ہیں؟"
"صرف اس لیے کہ تمہاری بات اور ہے۔ تم نے جان بوجھ کر کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا آپ کے ایسا کہہ دینے سے دنیا اسے جائز تسلیم کر لے گی۔ آپ جائیں میرے سسرال والوں ہی سے تسلیم کرالیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں اسے اس لیے گود میں لیتی ہوں اور اس کی نانی کہلاتی ہوں کہ تمہارے سسرال والوں کو شبہ نہ ہو۔"

امی سے بحث کرنا فضول تھا۔ انہوں نے ڈیڈی سے صلح نہیں کی۔ ہم دونوں بہنیں کبھی ممی کے پاس جاتی تھیں۔ کبھی ڈیڈی کے پاس۔ صداقت کبھی میرے پاس رہتا تھا۔ کبھی زرینہ کے پاس۔ میری زندگی کے دونوں اہم رشتے دو طرف بٹ گئے تھے۔

☆======☆======☆

پھر چھ برس گزر گئے۔ مجھے زرینہ سے ہمدردی تھی۔ اسے ماں بننے کا ارمان تھا مگر نہیں بن سکتی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہنوں کی طرح ملتی تھیں۔ کبھی کبھی سارا دن ساری رات ساتھ گزارتی تھیں۔ ہمارے درمیان سوکنوں والی کوئی بات نہیں تھی۔

میرا بیٹا سلامت زبیری تقریباً ساڑھے پانچ برس کا ہو گیا تھا۔ اسکول جانے لگا تھا۔ شوکت زبیری پوتے کو زیادہ سے زیادہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ رات کو اپنے پاس سلاتے تھے۔ وہ اسے اپنا خون سمجھتے تھے اور فخر کرتے تھے۔ جب اتنے برس گزرنے لگے تو انہوں نے میری ساس بیگم سے کہا کیا دوسری اولاد نہیں ہو گی۔ خاندانی منصوبہ بندی والے بھی دو بچوں کا مشورہ دیتے ہیں۔ ہمارا بیٹا اور بہو تو ایک ہی پر صبر کر رہے ہیں۔

ساس بیگم نے یہ بات مجھ سے کہی۔ میں نے اس رات اپنے کمرے میں صداقت سے کہا۔ "آپ کی امی اور ابو دوسرے بچے کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے زرینہ کے سلسلے میں یہ سمجھ لیا کہ بے چاری بانجھ ہے اب میں کیا کروں۔ آپ ان سے بات بنائیں۔ بہانہ کریں میری سمجھ میں نہیں آتا مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "پتا نہیں قدرت نے مجھے باپ بننے سے کیوں محروم رکھا ہے۔ تمہارے آنے سے پہلے باپ بن سکتے تھے نہ اب بن سکتے ہیں۔"

صداقت نے اچانک ہی میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اُدھر دیکھا۔ کھڑکی کے شیشے والے پٹ کھلے تھے۔ ان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس پردے پر شوکت زبیری کا سایہ پڑ رہا تھا۔ وہ ٹی وی لاؤنج کی تیز روشنی میں کھڑے ہوئے تھے ہم ان کے سائے سے بھی انہیں پہچان سکتے

تھے۔

پھر وہ سایہ وہاں سے ہٹ گیا۔ وہ جا چکے تھے۔ صداقت نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا انہوں نے سن لیا ہے۔"

میں بھی پریشان ہوئی تھی۔ صداقت نے کہا۔ "تم اونچی آواز میں بول رہی تھیں۔"

"آپ بھی تو اسی طرح بول رہے تھے۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ ابو ٹی وی لاؤنج میں ہوں گے۔"

"ہم جانتے ہیں مگر یہ بھول گئے کہ وہ نو بجے کی خبریں سننے ادھر آتے ہیں۔ خبریں ختم ہونے کے بعد جا رہے ہوں گے۔ ایسے وقت ہماری باتیں سن لی ہوں گی۔"

یہ ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ ہم ایک دوسرے کو سمجھانے لگے کہ انہوں نے کچھ نہیں سنا ہے مگر وہ کھڑکی کے پاس کیوں رک گئے تھے وہ کبھی بیٹے اور بہو کے دروازے پر نہیں آئے تھے لیکن کھڑکی ٹی وی لاؤنج کی طرف تھی۔ بس یہی گڑبڑ ہو گئی تھی۔

ایک گھنٹے بعد ہمارے دروازے پر دستک ہوئی۔ صداقت نے دروازہ کھولا۔ وہاں ساس بیگم کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ "بیٹی صدا میرے ساتھ آؤ۔ صداقت کے ابو بلا رہے ہیں۔"

ہم نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر صداقت سے کہا۔ "آئیں چلتے ہیں۔"

ساس بیگم نے کہا۔ "صداقت تم یہیں رہو۔ انہوں نے صدا کو بلایا ہے۔"

میں اور پریشان ہو گئی۔ ان کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ بولیں۔ "پتا نہیں کیا بات ہے۔ وہ بہت پریشان ہیں گھنٹے بھر سے کمرے میں ٹہل رہے ہیں۔ میں نے بار بار پوچھا تو مجھے ڈانٹ دیا۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ جھوٹ کے چھوٹے چھوٹے پاؤں چلتے چلتے گھس گئے ہیں۔ اب یہ جھوٹ آگے نہیں بڑھے گا۔ میں نے کمرے میں آکر دیکھا وہ ٹہل رہے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر بولے۔ "میں نے تمہارے والدین سے ایک جھوٹ بول کر تمہیں اپنی بہو بنایا ہے۔ وہ شادی شدہ تھا۔ میں دھوکا دے کر تمہیں ایک سوکن پر لے آیا۔ یہ سمجھ رہا تھا تمہیں اپنی محبتیں دے کر اپنی غلطی کی تلافی کر رہا ہوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن غلطی پھر غلطی ہے۔ اپنا انجام دکھا کر رہتی ہے۔"

میں سر جھکائے کھڑی تھی۔ نہ وہ مجھ سے کچھ پوچھ رہے تھے نہ میں جواب دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "میرا بیٹا تو شروع سے جھوٹا اور مکار ہے۔ اس نے مجھے بڑے زخم دیے ہیں مگر تم نے بھی دھوکے کے جواب میں خوب دھوکا دیا ہے۔"

میری ساس بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ آپ اتنی دیر سے کیا بولے جا رہے ہیں۔ آخری بات کچھ سمجھ میں آئی ہے۔ آپ بہو سے شکایت کر رہے ہیں۔ اس نے کیا دھوکا دیا ہے۔"

انہوں نے ڈانٹ کر کہا۔ "تم خاموش کھڑی سنتی رہو۔ تم نے ہی بچپن سے صداقت کو جھوٹ بولنا اور مجھ سے چھوٹی بڑی باتیں چھپانا سکھایا ہے۔ تمہاری ممتا اس کے لیے زہر بن گئی ہے۔ اس زہر کے گھونٹ میں پی رہا ہوں۔"

وہ سہم کر پلنگ سے لگ کر کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ "میں دوسروں کی باتیں کبھی چھپ کر نہیں سنتا مگر خدا کو یہ منظور تھا۔ وہاں سے گزرتے وقت میں نے ایک ایسا فقرہ سنا ہے جسے سنتے ہی میرے قدم رک گئے۔ میں جہاں تھا وہیں پتھر کا ہو کر رہ گیا۔"

وہ چپ ہو گئے۔ جیسے پھر ایک بار پتھر کے ہو گئے ہوں میں ایک مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی پھر اچانک میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے میں آنچل سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کہنے لگی۔ "میں جھوٹی ہوں' دھوکے باز ہوں لیکن بے حیا اور بدچلن نہیں ہوں۔ آپ ممی اور ڈیڈی سے پوچھ لیں۔ تھانے میں بھی رپورٹ درج کرائی گئی تھی۔ اس رپورٹ سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ ہمارے گھر میں ڈاکو گھس آئے تھے۔ ممی نے صرف ڈاکے کی رپورٹ درج کرائی ہے۔ میری بدنامی کے ڈر سے یہ بیان نہیں دیا گیا تھا کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی تھی۔ یہ شرم ناک بات تھی۔ ہم کسی سے کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ گھر کی چاردیواری میں جو کچھ ہوا اسے چھپا لیا گیا مگر بات نہیں چھپتی۔ جو سچ ہے۔ وہ دیر سے سامنے آتا ہے مگر ضرور آتا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "مجھے کوئی غرض نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ میں تمہاری پارسائی کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہتا۔ تم با حیا ہو یا بے حیا ہو یہ تم سمجھو لیکن بڑی دھوکے باز ہو۔ تم اس ایک دھوکے سے میرے خاندان کا شجرہ بدل رہی تھیں۔ ایک ڈاکو

کی اولاد کو ہماری ولدیت' ہمارا شجرہ دے رہی تھیں۔ جی تو چاہتا ہے پہلے اپنے بیٹے کو گولی ماروں پھر تمہیں مار کر پھانسی پر چڑھ جاؤں۔"

میں چپ کھڑی رہی۔ یہ اتنا بڑا دھوکا تھا کہ میں معافی بھی نہیں مانگ سکتی تھی اور نہ ہی وہ معاف کر سکتے تھے۔ میں نے ان کے بستر کی طرف دیکھا۔ میرا بیٹا سلامت زبیری وہاں سو رہا تھا۔ آئندہ وہ شوکت زبیری کی نسبت سے زبیری نہیں کہلائے گا۔

میں اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر اسے گود میں اٹھا کر جانے لگی۔ دادا اپنے اس پوتے کے بغیر نہ کھاتا پیتا تھا نہ سوتا تھا اور کہتا تھا۔ "اسے ایک منٹ نہ دیکھوں تو میری جان نکل جاتی ہے۔"

ایسے دعوے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ میں ان کی جان نکال کر وہاں سے لے جا رہی تھی مگر وہ زندہ تھے۔ اب ان کا خاندانی شجرہ..... یہاں سے آگے بڑھنے والا نہیں تھا مگر وہ سینہ تان کر کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں فخر تھا کہ ان کے شجرے پر آج تک کوئی دھبا نہیں آیا ہے۔

میں اپنے بیٹے کو لے کر صداقت کے پاس آئی۔ اس سے کہا۔ "تمہارے ابو نے میرے بیٹے سے رشتہ توڑ دیا ہے۔ تم بھی چاہو تو مجھ سے رشتہ توڑ سکتے ہو۔ میں یہاں سے جا رہی ہوں۔"

میں ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ صداقت نے کہا۔ "اتنی رات کو کہاں جاؤ گی' رک جاؤ میں صبح تمہیں میکے چھوڑ آؤں گا۔"

"میں اپنے گھر نہیں جاؤں گی۔"

رابطہ ہونے پر زرینہ کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "میں ابھی تمہارے پاس آ رہی ہوں۔"

"میں تنہائی میں بور ہو رہی ہوں فوراً چلی آؤ۔ صداقت کہاں ہے؟"

میں نے اسے ریسیور دیا۔ اس نے اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو زرینہ بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ابو کو سلامت کے بارے میں حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ صدا گھر چھوڑ کر تمہارے پاس آ رہی ہے۔"

اس نے کچھ سننے کے بعد کہا۔ "میں؟ میں بھی آ جاؤں؟ لیکن ابھی مجھ پر بھی قہر ٹوٹنے والا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نے اپنے ہینڈ بیگ میں سامان رکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں میرا اپنا جو سامان رہ جائے گا۔ پلیز آپ اسے زرینہ کے گھر پہنچادیں۔"

وہ ریسیور رکھتے ہوئے بولا۔ "زرینہ کہہ رہی ہے کہ ابو کو دھوکا دینے کے سلسلے میں' میں بھی برابر کا مجرم ہوں۔ مجھے تمہاری حمایت میں بولنا چاہیے یا تمہارے ساتھ گھر چھوڑ دینا چاہیے۔ تم کیا کہتی ہو۔ ویسے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ڈیڈی غصے میں جوتے پھینک کر مارنے لگتے ہیں۔"

"ہم نے کام ہی جوتے کھانے والا کیا ہے۔ آپ ڈرتے کیوں ہیں۔ آپ جتنا بھی بڑا جرم کریں گے تو آپ کو عارضی طور پر سزا ملے گی پھر معاف کر دیا جائے گا۔"

میں سلامت کو اپنی گود میں اٹھا کر ہینڈ بیگ لے کر جانے لگی۔ ڈرائنگ روم سے گزرتے وقت ساس بیگم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بیٹے کے حمایت میں جھگڑا کر رہی تھیں۔ کہہ رہی تھی کہ ایک ہی بیٹا ہے۔ اسے گھر سے بے گھر نہیں کریں گے۔ شوکت زبیری بھی غصے میں بول رہے تھے۔

میں باہر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر زرینہ کے پاس آگئی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی سلامت کو مجھ سے لیا پھر بولی۔ "بیڈ روم میں آؤ۔ یہ وہاں آرام سے سوتا رہے گا۔"

میں بیڈ روم آکر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ زرینہ نے بچے کو سلانے کے بعد کہا۔ "سر پکڑنے سے کچھ نہیں ہو گا یہ بات ہی ایسی ہے کہ بگڑ جانے کے بعد کبھی بن نہیں سکے گی۔"

میں نے کہا۔ "ہم کہاں جائیں۔ ایسے بچے کو کہاں لے جائیں کیا ان بچوں کے لیے ہماری دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ان معصوموں کا کوئی قصور نہیں ہوتا مگر انہیں سزائیں ملتی رہتی ہیں۔ کوئی ہمیں سزا نہیں دے سکتا ہم کسی نہ کسی طرح نیک نامی سے جینے کے لیے اپنے راستے ہموار کر لیتے ہیں۔"

زرینہ نے کہا۔ "بے شک تم جیسے چاہو گی اپنی زندگی گزار لو گی لیکن اسے کبھی باپ کا نام نہیں دے سکو گی۔ تم بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سلامت نیند سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر پر اپنے دادا جان کو ڈھونڈنے لگا۔ میں اسے تھپک تھپک کر سلانا چاہتی تھی مگر وہ رو رہا تھا۔ جب وہ روتا تھا تو شوکت زبیری جہاں ہوتے تھے دوڑے چلے آتے تھے۔ محبت کتنی جلدی مرجاتی ہے؟ صرف وہ محبت

زندہ رہتی ہے۔ جو انسانیت کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی بچہ روتا ہے تو سچا اور حساس انسان تڑپ جاتا ہے مگر ایسا کہاں ہوتا ہے۔ ہمارے اندر انسانیت نہیں رہی ہے۔ صرف خون کے رشتوں کی خود غرضیاں رہ گئی ہیں۔

تقریباً دو گھنٹے بعد صداقت بھی اپنا مختصر سا سامان لے کر آگیا۔ کہنے لگا۔ "وہ بڑے غصے میں ہیں امی ان کے قدموں سے لپٹ گئی تھیں پھر بھی انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔"

زرینہ نے کہا۔ "تم پر کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ تمہارے ابو چاہے جتنے پتھر بن جائیں تمہاری امی روتے روتے انہیں موم کر دیں گی۔"

میں نے بڑے عزم سے کہا۔ "مجھ پر بھی کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ آپ میرا ساتھ دیں گے تو بچے کو آپ کا نام ملتا رہے گا۔ کیا تمہارے ابو اعلان کریں گے کہ یہ بچہ آپ کا نہیں۔"

زرینہ نے کہا۔ "وہ ایسا نہیں کریں گے۔ ساڑھے پانچ برس سے بچے کو اپنی سوسائٹی میں اور تمام تقریبات میں لیے لیے پھرتے رہے ہیں۔ وہ کس منہ سے کہیں گے کہ یہ ان کا پوتا نہیں ہے۔ وہ تمہارے گھر چھوڑ دینے کی کوئی دوسری وجہ بتائیں گے۔"

"یہ تب ہو گا جب صداقت میرا ساتھ دیں گے ورنہ مجھے طلاق دینے کی ضد کر سکتے ہیں"

زرینہ نے صداقت سے پوچھا۔ "کیا تم طلاق دو گے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "نہیں کبھی نہیں۔ صدا سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ کوئی رنجش نہیں ہے میں طلاق نہیں دوں گا۔"

زرینہ نے کہا۔ "میں تمہیں جانتی ہوں۔ تھالی کے بینگن ہو۔ تمہیں دولت اور جائیداد میں کچھ حصہ دیا جائے گا تو تم ہمارا ساتھ چھوڑ دو گے۔"

وہ بولا۔ "جب میں نے تمہیں شریک حیات بنایا ہے کئی بار تمہاری مخالفتیں ہوئیں۔ کئی بار مجھے لالچ دیا گیا لیکن میں نے تم سے علیحدگی اختیار نہیں کی۔"

"تو پھر سن لو۔ تم نے کبھی صدا کو چھوڑنے کا خیال بھی دل میں لایا تو اس سے پہلے میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی تم یہاں آئے ہو تو ہم دونوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تم دونوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"صداقت ذرا غور کرو۔ تم ہمارے مجازی خدا ہو۔ ہم تمہاری بیویاں ہیں۔ تمہیں کسی میڈیکل سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سے بڑا اور ناقابل تردید سرٹیفکیٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بیانات کے آگے کوئی تم سے میڈیکل رپورٹ طلب نہیں کرے گا۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ شوکت زبیری ہم تینوں کے اتحاد کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ بعد میں کچھ ایسا ہی ظاہر ہونے لگا۔ میری ساس اور سسر نے میرے گھر والوں کو بھی جھگڑے اور علیحدگی کی وجہ نہیں بتائی۔ میں نے ممی اور ڈیڈی سے کہا کہ ان باپ بیٹے کا جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ ہم اپنا الگ انتظام کر لیں۔

کچھ عرصے بعد شوکت زبیری نے بیٹے سے کہا کہ وہ میرے بیٹے سلامت کو اپنے ساتھ لے کر باہر نہ نکلے۔ اس ناجائز بچے کا باپ بننے کی حماقت نہ کرے۔

پھر ماں نے بھی سمجھایا کہ وہ دونوں بیویوں کو چھوڑ کر واپس آ جائے اسے معاف کر دیا جائے گا۔

صداقت ہم بیویوں کے زیر اثر تھا۔ جب اس نے گھر واپس آنے سے اور ہمیں چھوڑنے سے انکار کیا تو ماں باپ کچھ پریشان ہو گئے۔ آخر اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کی محبت سے انکار نہیں کر سکتے تھے صرف اوپر سے غصہ دکھاتے رہتے تھے۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ صداقت کا منہ بولتا سرٹیفکیٹ بن کر رہیں گی ایک بچے کو اس کے حقوق دینے کے لیے یوں جھوٹ بولنا ضروری ہو گیا تھا۔

ایک رات میں نے اپنے سسر سے کہا۔ "آپ بے رحم بن کر ایک معصوم بچے سے ناانصافی کر رہے ہیں۔ اگر انسانیت کے ناتے اس کے حقوق اسے دے دیتے ہیں تو آپ کا کچھ نہیں جاتا۔"

انہوں نے کہا۔ "میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ فون بند کر رہا ہوں۔"

"جسٹ اے منٹ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی مخالفت کے باوجود میرے بیٹے کو صداقت کا نام مل رہا ہے۔ جب آپ دنیا میں نہیں رہیں گے اس وقت آپ کو سلامت کا دادا کہا جائے گا تو آپ اپنی قبر سے اعتراض نہیں کر سکیں گے۔"

انہوں نے فون بند کر دیا۔ زرینہ میری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "تم نے اچھا کیا۔ انہیں یہ سمجھا دیا کہ ان کی وفات کے بعد سلامت کے جائز یا ناجائز ہونے کا جھگڑا

ختم ہو جائے گا۔ ہماری ساس بیگم بیٹے کی ہاں میں ہاں ملائیں گی۔"

آثار یہی کہہ رہے تھے۔ آئندہ یہی ہونے والا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک معجزہ ہو گیا۔ زرینہ کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ لیڈی ڈاکٹر نے معائنہ کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم ماں بننے والی ہو۔"

اس بات نے ہم سب کو چونکا دیا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد صداقت نے حیرانی سے کہا۔ "یہ سب کیسے ہو سکتا ہے۔ تم ماں کیسے بن رہی ہو۔ میری میڈیکل رپورٹ تو نیگیٹو ہے۔"

زرینہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے یہ بچہ میں کہیں باہر سے لا رہی ہوں۔"

"نہیں! یہ بات نہیں ہے مگر میڈیکل رپورٹ جھوٹی پڑ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "قدرت کے سامنے میڈیکل رپورٹ کیا چیز ہے۔ انسان کے اندر جسمانی نظام میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ایسا ہوتا ہے جو کبھی پہلے نیگیٹو ہو۔ وہ قدرتی تبدیلیوں کے زیر اثر رہ کر پازیٹو ہو جاتا ہے۔ آپ کو کل صبح ہی کسی مشہور اور تجربے کار ڈاکٹر سے ملنا چاہیے اس کے ذریعے رپورٹ حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ نے چاہا تو رپورٹ پازیٹو ہو گی۔"

دوسرے دن ہم اسپتال گئے ایک بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر نے صداقت کا میڈیکل چیک اپ کیا پھر کہا۔ "آپ دوسرے دن آ کر رپورٹ لے جائیں۔"

وہ دن اور رات گزارنا مشکل ہو گیا۔ ہم رات کو دیر تک جاگتے رہے۔ ہم تینوں کی زندگیاں ایک نئے مستقبل کی طرف جا رہی تھیں۔ بہرحال دوسری صبح رپورٹ مل گئی۔ رپورٹ پازیٹو تھی۔ اس میں باپ بننے کے جوہر پیدا ہو گئے تھے۔

زرینہ خوشی کے مارے مجھ سے لپٹ کر رو رہی تھی۔ میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ صداقت نے کہا۔ "ڈاکٹر! اس رپورٹ سے پہلے میری میڈیکل رپورٹ نیگیٹو تھی۔ یہ اچانک پازیٹو کیسے ہو گئی۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "آپ نے کتنا عرصہ پہلے چیک اپ کرایا تھا؟"

"تقریباً پانچ برس پہلے۔"

"پانچ برس کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ آپ میں رفتہ رفتہ تبدیلیاں آئی ہیں۔ میں آپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

صداقت نے کہا۔ "آپ سے گزارش ہے میرے ابو اس رپورٹ پر یقین نہیں کریں گے۔ پلیز آپ فون پر انہیں سمجھا دیں کہ یہ ممکن ہو گیا ہے۔"

صداقت نے اپنے موبائل کے نمبر چیک کیے۔ رابطہ ہونے پر شوکت زبیری کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "ابو میں اسپتال میں ہوں..... بیمار نہیں ہوں..... نہیں تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ نے ڈاکٹر عنایت اللہ کا نام سنا ہو گا۔ یہ بہت مشہور اور معروف ڈاکٹر ہیں۔ میڈیکل بورڈ کے چیئرمین ہیں۔ یہ آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ پلیز آپ ان سے بات کریں۔"

صداقت نے ڈاکٹر کو موبائل فون دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "میں ڈاکٹر عنایت اللہ بول رہا ہوں۔ آپ کو ایک خوش خبری سنانا چاہتا ہوں۔ آپ کے صاحب زادے کی میڈیکل رپورٹ پہلے نیگیٹو تھی اب پازیٹو ہو گئی ہے۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے دوسری طرف سے باتیں سنیں پھر کہا۔ "میں نے خود اسے چیک کیا ہے۔ اب آپ کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ انسان کے اندر ایسی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔"

ڈاکٹر نے مزید کچھ باتیں سن کر فون پھر صداقت کو دیا۔ اس نے کہا۔ "ابو میں جانتا تھا آپ کو یقین نہیں دلا سکوں گا اس لیے میں نے عنایت اللہ صاحب جیسے ڈاکٹر سے رپورٹ حاصل کی ہے۔"

انہوں نے اسے گھر آنے کو کہا پھر فون بند کر دیا۔

اسپتال سے واپسی پر ہم سب خوش تھے۔ زرینہ اور صداقت کے نصیب جاگ گئے تھے۔ انہیں اب تمام گھریلو ازدواجی مسرتوں کے علاوہ بے داغ نیک نامی حاصل ہونے والی تھی۔ میں ان کی خوشی میں خوش تھی مگر اندر سے مرجھائی ہوئی تھی کیونکہ مجھے اور میرے بیٹے کو اس خاندان میں جگہ ملنے والی نہیں تھی۔

صداقت اپنے امی ابو سے ملنے چلا گیا۔ میں نے گھر آ کر کہا۔ "اب مجھے تم میاں بیوی کی زندگی سے نکل جانا چاہیے۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

وہ میرے بازو کو سختی سے پکڑتی ہوئی بولی۔ "کیوں چلی جاؤ گی؟ ہم تینوں نے ایک

ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا۔ میں بڑی دیر سے سوچتی آ رہی ہوں کہ اگر انہوں نے صرف مجھے بہو تسلیم کیا اور تمہیں قبول نہیں کیا تو میں اس گھر سے نہیں جاؤں گی۔ نہ ہی اپنے بچے کو جانے دوں گی۔"

"تم میرے لیے ایسا نہیں کرو گی میرے لیے ملنے والی مسرتوں سے انکار نہیں کرو گی۔ میں کہیں دور جا کر اپنی ایک نئی دنیا بسا لوں گی۔"

"تم ایسی جذباتی باتیں نہ کرو میں جانتی ہوں تم بہت دولت مند ہو۔ اپنی دولت سے بیٹے کے باپ کا نام خرید سکتی ہو لیکن سلامت زبیری ولد صداقت زبیری کا برتھ سرٹیفکیٹ بن چکا ہے۔ میں سرٹیفکیٹ کو تبدیل نہیں ہونے دوں گی۔"

صداقت نے اپنے گھر سے فون کیا۔ زرینہ سے کہا۔ "امی اور ابو بہت خوش ہیں اور تمہیں یہاں بلا رہے ہیں۔"

اس نے پوچھا۔ "صرف مجھے؟ اور صدا کو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "تم یہاں آ جاؤ پھر ساری باتیں ہو جائیں گی۔"

"جو بھی باتیں ہوں گی صدا کی موجودگی میں ہوں گی۔ اگر صدا وہاں نہیں جا سکتی تو اپنے بزرگوں سے کہو یہاں آ جائیں۔ کیا تم ماں باپ کی طرف پھسل رہے ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں صدا کی بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں۔ ہر بات سہولت سے اور طریقے سے ہوتی ہے۔"

"تم مجھے سہولت اور طریقے نہ سکھاؤ۔ سیدھی طرح یہاں چلے آؤ۔ ورنہ ساری خوشیاں خاک میں ملا دوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا میں نے کہا۔ "یہی ہونا تھا اور یہی ہو گا۔ صداقت مستقل مزاج نہیں ہیں۔ فیصلے بدلتے رہتے ہیں۔"

پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ اس بار ساس بیگم نے کہا۔ "بیٹی تم نے تو میرے بیٹے کی تقدیر ہی بدل دی ہے۔ اس کے ابو کی ساری ناراضگی دور ہو گئی ہے۔ ایسی خوشی کے موقع پر ایسی ویسی باتیں نہ کرو۔ ہماری بات مان لو۔ یہاں چلی آؤ۔"

"آپ اپنے بیٹے کو یہاں بھیج دیں۔ وہ آ کر مجھے لے جائیں گے یا آپ کی طرف واپسی کا راستہ بھول جائیں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر بولی۔ "یہ صداقت بالکل ہی بچہ ہے۔ میں تقریباً بارہ برس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے اس کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ اسے کبھی پیار سے اور کبھی غصے سے اپنے قابو میں رکھتی آ رہی ہوں۔ اسے آنے دو پھر تماشا دیکھو کہ میں کس طرح اس سے پیش آؤں گی۔"

میں نے اس عرصے میں دیکھا کہ وہ جھوٹ بولتا تھا۔ باتیں بدلتا تھا۔ زرینہ کو بھی پریشان کرتا تھا جیسے ایک نالائق بیٹا اپنی ماں کو پریشان کرتا ہے۔ وہ کبھی پیار سے مان جاتا تھا۔ کبھی ڈانٹ ڈپٹ سن کر ایک جگہ دبک کر بیٹھ جاتا تھا۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ بعض لوگوں کو بیوی کی محبت کے ساتھ ممتا بھی ملتی رہتی ہے تو وہ بڑے مطمئن رہتے ہیں۔

صداقت نے آتے ہی زرینہ سے کہا۔ "اب تم غصہ نہ دکھانا۔ پہلے میری بات سن لو۔ ابھی فون کرتے وقت امی ابو سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کی موجودگی میں تم سے صدا کے بارے میں بات نہیں کر سکتا تھا۔"

"تم صدا کے بارے میں مجھ سے کیا بات کرو گے تمہیں تو اپنے بزرگوں سے صاف صاف کہنا چاہیے کہ ہم دونوں ساتھ رہیں گے۔ ہم دونوں کو برابر کے حقوق دیے جائیں گے۔"

اس نے بے بسی سے مجھے دیکھا پھر کہا۔ "بڑی مشکل ہے ابو صدا کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔"

"تو پھر مجھے کیوں بلا رہے تھے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں وہاں جا کر رہوں گی اور اپنا بچہ ان کے حوالے کر دوں گی۔"

"یہ بچہ صرف تمہارا نہیں میرا بھی ہے۔ میری امی ابو سے اس کا گہرا خون کا رشتہ ہے۔"

"تم تو صدا کے بیٹے کو بھی خون کا رشتہ کہہ کر فخر کرتے تھے۔ کیا اس خون کا حساب بھول گئے ہو۔"

"میں سلامت کو اب بھی اپنا بیٹا مانتا ہوں لیکن امی ابو نہیں مانیں گے۔"

"تم صاف کہہ دو کہ دونوں بچے تمہارے ہیں۔ اگر وہ نہیں مانتے ہیں تو یہ دونوں بچے نہیں رہیں گے۔ میں اپنے بچے پر دادا دادی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی۔ تم ابھی کوئی فیصلہ کرو۔ ماں باپ کے پاس جاؤ گے یا ہمارے پاس رہو گے؟"

"زرینہ! ابو اپنا سب کچھ تمہارے بچے کو دیں گے۔ تم چاہو تو صدا کے بچے کو اس

میں سے کچھ دے دینا۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "میرا بیٹا ارب پتی نانا کا نواسہ ہے۔ یہ تمہاری دولت اور جائیداد کا بھوکا نہیں ہے۔ اگر اسے اپنا نام نہیں دو گے۔ اپنے خاندان میں شامل نہیں کرو گے تو مجھے طلاق دے دو۔"

زرینہ نے کہا۔ "صرف صدا کو نہیں مجھے بھی طلاق دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ طلاق کی بات کیوں کر رہی ہو۔ صدا میری شریک حیات ہے اور رہے گی۔"

"تو کیا ایک بیوی کو چھوڑ کر اپنے ماں باپ کی گود میں رہو گے۔ میری بات سمجھو۔ تم ہمارے ساتھ رہو۔ اپنے ابو سے صاف کہہ دو کہ تمہاری رپورٹ پازیٹو ہو چکی ہے۔ اگر وہ بچے کو قبول کر رہے ہیں تو دوسرا بچہ بھی پازیٹو رپورٹ کے مطابق ہے۔"

"زرینہ! میں کیسے سمجھاؤں وہ کبھی نہیں مانیں گے۔"

"تو پھر چھوڑ دو ماں باپ کو۔ ہمارے ساتھ رہ کر اپنے بیٹے سلامت کو ایک باپ کا نام دیتے رہو۔ اب کوئی نہیں کہہ سکے گا کہ ان میں سے ایک منظور ہے اور دوسرا نامنظور۔"

وہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ زرینہ نے کہا۔ "تم ہمارے ساتھ رہو گے اور تمہارے ابو میرے بچے کو اپنا خون کہیں گے تو دنیا والے میرے بیٹے کو بھی ناجائز کہنے لگیں گے۔"

زرینہ کبھی اسے پیار سے سمجھاتی رہی، کبھی غصہ دکھاتی رہی پھر وہ رات کا کھانا کھا کر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر زرینہ کی خوشامدیں کرنے لگا۔ زرینہ کا ایک ہی فیصلہ تھا کہ ہمارے پاس آ کر رہے گا تو آئندہ فون پر بات کرے اور اپنا فیصلہ سنائے۔ آنا ہو تو آئے مگر یوں دور سے باتیں نہ کرے۔

وہ واقعی تھائی کا پینگن تھا۔ کبھی اِدھر لڑھک رہا تھا تو کبھی اُدھر۔ کبھی ہمارے پاس آتا تھا۔ کبھی وہاں چلا جاتا تھا۔

ایک دن وہ آیا تو زرینہ نے دروازہ بند کر دیا پھر کہا۔ "یہاں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہم نے بہت انتظار کر لیا ہے تم دونوں بچوں کی بھلائی کے لیے کبھی ہمارے مشوروں پر عمل نہیں کرو گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ بولا۔ "دروازہ کھولو۔ میں ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔ امی ابو میری ایک اور شادی کرانا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس نئی بہو سے انہیں اولاد مل جائے گی۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ ہم دونوں بیویوں میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہم آئندہ تمہارے بچوں کی ماں بن سکتی ہیں۔ قانون کے مطابق ایک اور شادی کا جواز پیدا کرنا ہو گا۔ ہم تمہیں عدالت میں گھسیٹ سکتے ہیں۔"

"یہ تو امی ابو کہہ رہے ہیں میں شادی نہیں کروں گا۔ دروازہ تو کھولو۔ میری بات تو سنو۔"

"یہاں رہنے آئے ہو تو دروازہ کھلے گا۔"

"میں شادی سے انکار کر کے آیا ہوں۔ کچھ تو میرا خیال کرو۔"

"یہاں رہنا چاہتے ہو یا نہیں۔ اگر دروازہ کھلے گا تو پھر تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک باہر کھڑا سر جھکائے سوچتا رہا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ واپس نہیں آیا۔ اس نے کئی بار فون پر باتیں کرنے کی کوششیں کی لیکن ہم نے فون بند کر دیا۔ زرینہ نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ اس کا کوئی فون اٹینڈ نہ کیا جائے۔

پھر ہفتے اور مہینے گزرنے لگے۔ زرینہ کی زچگی کا وقت آ گیا۔ میں دن رات اس کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ کوئی دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہم سوکنیں ہیں۔ وہ اسپتال میں داخل ہوئی۔ میں وہاں اس کے ساتھ رہنے لگی۔ جب اسے لیبر روم میں لے جایا گیا تب میں نے صداقت کو دیکھا۔ وہ کوریڈور میں کھڑا تھا۔ اس نے والدین کی ضد کے باوجود ایک اور شادی نہیں کی تھی۔ وہ ہمیں چاہتا تھا۔ ہم سے الگ نہیں رہ سکتا تھا اور والدین کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

اس وقت اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ لباس شکن آلود تھا وہ میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟"

وہ بڑے کرب سے بولا۔ "مجھے نیند نہیں آتی ہے' بھوک نہیں لگتی ہے' ایک سچی بات کہوں گا تم برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ میں کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو میں تمہیں چاہتا ہوں لیکن میں نے آج تک زرینہ سے زیادہ کسی

کو نہیں چاہا۔ میں ایک دن اس سے نہ ملوں تو بے چین ہو جاتا ہوں۔ ایک بچے کی طرح اسے ڈھونڈنے لگتا ہوں۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ میں نے اتنے دنوں تک دور رہ کر کیسے وقت گزارہ ہو گا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم زرینہ کو دیوانہ وار چاہتے ہو۔ تم اس سے دور نہیں رہ سکو گے۔ تمہاری مجبوری کیا ہے؟ اپنی محبت کی طرف کیوں نہیں آئے؟ جہاں عداوت ہے وہاں کیوں رہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "زرینہ سچ کہتی ہے میں بے وقوف ہوں۔ یہ نہیں سمجھ رہا ہوں کہ اپنی زندگی سے دور رہ کر جینے کی احمقانہ کوششیں کر رہا ہوں۔"

ایک آیا نے آ کر خوش خبری سنائی کہ بیٹی ہوئی ہے۔ وہ خوش سے کھل گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر نوٹ نکالے۔ اس آیا کو انعام دیا پھر مجھ سے بولا۔ "میری بیٹی ہوئی ہے۔ میں باپ بن گیا ہوں۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "آج ایک باپ بن کر فیصلہ کرو۔ تمہیں اپنی اولاد کے ساتھ رہنا ہے یا نہیں؟"

"میں فیصلہ کر کے آیا ہوں۔ اب واپس نہیں جاؤں گا۔ تمہارے بیٹے کو بھی فخر سے اپنا بیٹا کہوں گا۔"

میری آنکھیں خوشی سے بھیگ گئیں۔ زرینہ کو اس کے کمرے میں پہنچایا گیا۔ ہم اس کمرے میں آئے۔ زرینہ نے صداقت کو دیکھ کر کہا۔ "یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ بالکل بچہ تھا۔ ایک دم سے دو لڑتا ہوا گیا پھر زرینہ سے لپٹ کر رونے لگا۔ وہ بولی۔ "کیوں رو رہے ہو؟ میں تو جانتی تھی' میرے بغیر نہیں رہو گے۔ آج نہیں تو کل آؤ گے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ صرف بچی کو دیکھنے آئے ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ "نہیں۔ اب میں نہیں جاؤں گا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار اپنے ابو کے منہ پر فیصلہ سنایا ہے کہ میں اپنی دونوں بیویوں اور دونوں بچوں کے ساتھ زندگی گزاروں گا۔ کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔"

وہ اپنی بیٹی کو اٹھا کر چومنے لگا وہ اٹل فیصلہ کر کے آیا تھا اس کے بعد پھر اپنے ابو سے ملنے نہیں گیا۔

یہ اس کے ابو کی ضد تھی کہ اپنے خاندانی شجرے پر حرف نہیں آنے دیں گے وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چاہتے تو انسانیت کے ناتے میرے بیٹے کو قبول کر سکتے تھے لیکن انہوں نے مرتے دم تک قبول نہیں کیا۔ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے اپنی ضد سے کچھ حاصل نہیں کیا کیونکہ ان کی زندگی میں میرا بیٹا صداقت کا بیٹا کہلاتا رہا۔ ان کی موت کے بعد آج تک سلامت زبیری ولد صداقت زبیری کہلا رہا ہے اور ہمیشہ کہلاتا رہے گا۔

ایسے بچے جو ہماری دنیا چور دروازوں سے میں آتے ہیں۔ وہ دوسروں کے لیے ناجائز ہی سہی لیکن اپنے والدین کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔ ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ سیدھی طرح تسلیم نہیں کیا جا رہا تو جھوٹ اور فریب سے تسلیم کرایا جائے اور ہم تسلیم کرا چکے تھے۔

☆=======ختم شد=======☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں
www.iqbalkalmati.blogspot.com